برِ صغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی
نوائے غزوۂ ہند
اپریل و مئی ۲۰۲۳ء
شوال المکرم ۱۴۴۴ھ
بانی مُدیر: حافظ طیّب نواز شہید
’’ہم اللہ عظیم و برتر کی قسم کھا کر کہتے ہیں، جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند فرمایا! امریکہ اور امریکہ میں بسنے والے خواب میں بھی چین نہیں دیکھ سکیں گے، یہاں تک کہ ہم اہلِ ایمان حقیقی معنوں میں فلسطین میں امن و سکون سے نہ رہنے لگیں اور جب تک اَرضِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جزیرۃ العرب) سے تمام کافر فوجیں نکل نہیں جاتیں!‘‘

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حسنِ معاشرت کے بنیادی اسباب بیان کرتی حکمت و دانائی بھری ہدایات

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں، انہوں نے فرمایا:

۱) جو تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ ۲) اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو، ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔ ۳) مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان نہ کرو۔ ۴) جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔ ۵) جو اپنے راز چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔ ۶) سچّے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو، ان کے سایۂ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لیے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔ ۷) ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔ ۸) بے فائدہ اور بے کار کاموں میں نہ لگو۔ ۹) جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آ چکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے۔ ۱۰) اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ۔ ۱۱) جھوٹی قسموں کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ ۱۲) بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لو گے۔ ۱۳) اپنے دشمن سے الگ رہو۔ ۱۴) اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانت دار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانت دار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ ۱۵) قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو۔ ۱۶) جب اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔ ۱۷) جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو۔ ۱۸) اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** (فاطر: ۲۸) ''اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں''۔

(ابن عساکر و ابن النجار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ١٦، شمارہ نمبر: ٣

اپریل و مئی ٢٠٢٣ء — شوال المکرم ١٤٤٤ھ

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا سولہواں (١٦) سال!

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُجْرَى لَهُ عَمَلُهُ حَتَّى يُبْعَثَ."

''ہر مرنے والے شخص کے عمل کا دفتر بند ہو جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے مرے کیونکہ اس کے عمل کا اجر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ دوبارہ زندہ نہ ہو جائے۔''

(سنن دارمی)

اس شمارے میں

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co
www.nawai.io/Twitter
www.nawai.io/Channel
www.nawai.io/Bot
www.nawai.io/ChirpWire

اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار' مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس / سٹیٹس / ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’**غزوۂ ہند**‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

أَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ رَّشِيدٌ؟!

اِسلام وہ واحد دین، واحد طرزِ حیات، واحد 'لائف سٹائل'، واحد طرزِ حکومت و معاشرت، واحد نظامِ قانون و شریعت، واحد نظامِ عسکریت و عدالت اور وہ واحد طرزِ معیشت ہے جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے یہاں مقبول ہے۔ اسلام 'صراطِ مستقیم' ہے اور اس کے سوا سبھی راستے 'مغضوبین' و 'ضالّین' کے زمرے کے ہیں۔ اسلام کے یہاں 'لائف'، پرائیویٹ ہو یا پبلک، ہر جگہ قانونِ حیات کا محمد رسول اللہ (علیہ اَلف صلاۃ و سلام) کی شریعت کا پابند ہونا لازمی ہے! جو یہ عقیدہ رکھے کہ یہ میری پبلک لائف ہے، یہاں پبلک انٹرسٹ پر مبنی 'جمہوری' نظام ہونا چاہیے، صرف عورتیں 'میرا جسم میری مرضی' کہہ کر عقل و جسم کو برہنہ کر کے نہ نکلیں بلکہ دراصل ان سے پہلے مرد 'میرا جسم میری مرضی' کہتے ہوئے اپنے بینکوں کے 'انٹرسٹ' کو حلال جانیں، حدود اللہ سے کھلواڑ کریں، زنا بالرضاء (آج کی اصطلاح میں consent کے ساتھ بدکاری) کو 'اسلامی دستور' کے تحت قائم پارلیمان میں جائز قرار دیں، اور دوسری طرف یہ میری پرائیویٹ لائف ہے، یہاں روزے، نمازیں، زکاۃ و تہجد اور حجاب ہوں (گویا یہاں بھی میرا جسم میری مرضی) تو اس شخص کا تعلق ابلیسی 'سیکولرازم' سے ہو سکتا ہے، اسلام سے نہیں! کہنے کو سیکولرازم تہذیبِ جدید کا 'نیا دین' ہے، لیکن قرآنِ عظیم الشان ہمیں بتاتا ہے کہ یہ سیکولرازم بھی پچھلی قوموں میں پایا جاتا تھا، وہ پچھلی قومیں جو اللہ اور اس کے رسولوں (علیہم السلام) کی کافر تھیں اور دنیا و آخرت میں عذابِ الیم ان کا مقدر بنا۔ وہ قومیں بھی کہتی تھیں کہ 'پرائیویٹ' لائف میں نمازیں پڑھو، دین تو 'پرسنل' معاملہ ہے لیکن اس نماز کا ہماری پبلک لائف، اجتماعی زندگی اور اس کے نظام سے کیا تعلق؟ جو روایتیں، پنچایتیں، جرگے، عرف حتیٰ کہ اظہارِ عبدیت کے طریقے اور الولاء والبراء (جو برادری و قوم کی بنیاد پر ہو، لسانی ہو یا وطنی) ہمارے اجداد چھوڑ گئے ہیں، ان سب کا نمازوں سے کیا تعلق؟ نمازوں کا بینک کے سود و ربا اور لیز و اجارے سے کیا تعلق، جہاں چاہیں، جیسے چاہیں انوسٹمنٹ کریں! 'اسلامی دستور' کے تحت 'اسلامی ریاست' کا سربراہ یعنی صدرِ مملکت جو قاریِ قرآن تھا کہتا ہے کہ 'چونکہ مجبوری ہے...... تو میں علمائے کرام سے کہوں گا کہ وہ سُود کے مسئلے میں کوئی گنجائش نکالیں'[1]۔ اسی ریاست کا ایک اور سربراہ جو افواج کا سالار بھی تھا حرمِ کعبہ میں نمازیں پڑھتا ہے، عمرے کرتا ہے، کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو کر نوافل ادا کرتا ہے، پھر کعبے کی چھت پر چڑھ کر 'اللہ اکبر' کا نعرہ لگاتا ہے اور اس نعرے لگانے کو اپنے کئی انٹرویوز میں فخریہ بیان بھی کرتا ہے، جب اس کے سامنے 'ریاست' کے معاملات پیش ہوتے ہیں تو یہ بھی فعل و عمل سے کہتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر پڑھی نفل نمازوں کا ریاست سے کیا تعلق؟ پھر 'اسلامی ریاست' کو 'اسلامی امارت' کے خلاف جنگ میں اتار دیتا ہے، امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی، نان نیٹو اتحادی اور ساڑھے چھ سو مہاجر مجاہدوں کو بیچ کر گوانتانامو بھجواتا ہے اور پھر ملک میں 'Enlightened Modernism' کی ایک نئی بِناڈالتا ہے، نمازوں کا 'میراتھن ریس' سے کیا تعلق؟

کچھ ایسا ہی فہم رکھنے والی ایک قوم ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح بھی گزری ہے۔ قرآنِ عظیم الشان اس 'سیکولر' قوم کا حال بیان کرتا ہے:

> قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ۝ (سورۃ ہود: ۸۷)

> ''وہ بولے اے شعیب (علیہ السلام) کیا یہ تمہاری نماز تمہیں تعلیم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال کے

---

[1] سابق صدر ممنون حسین کے الفاظ، جو اس نے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (HBFC) کی ایک تقریب میں ادا کیے۔

> ساتھ جو چاہیں کریں؟ واقعی تم ہی تو بڑے عقل مند بڑے دین دار ہو۔‘‘(مفسرینِ کرام نے فرمایا ہے کہ یہ جملہ ’واقعی تم ہی تو بڑے عقل مند بڑے دین دار ہو‘ قومِ شعیبؑ نے طنزاً کہا۔)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللّٰہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ گویا شعیب علیہ السلام کی قوم آپ سے کہہ رہی ہو ’بس آپ اپنی نماز پڑھے جایئے، ہمارے مذہبی و دنیاوی معاملات اور ناپ تول کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں‘۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللّٰہ علیہ نماز و امورِ دنیا کو الگ کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں اور اسی آیت کی تفسیر میں عنوان درج فرماتے ہیں کہ ’حقیقی نمازی مشرک نہیں ہو سکتا‘۔ شہیدِ اسلام سیّد قطب رحمۃ اللّٰہ علیہ اس آیت کے ذیل میں رقم طراز ہیں کہ ’کوئی شخص اس وقت تک صحیح موحد نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے شخصی معاملات کو اور اپنے اجتماعی معاملات کو اپنے عقیدے کے ساتھ منسلک نہ کرے، کیونکہ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مشرک ہے اور شرک اور توحید ایک دل میں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ یاد رہے کہ شرک کی کئی قسمیں اور کئی رنگ ہیں ایک رنگ اس کا وہ ہے جو آج کل رائج ہے اور ہم اس کے اندر زندگی بسر کر رہے ہیں اور اصل اور حقیقی شرک کی طرح اس پر بھی تمام مشرکین کا اتفاق ہے، جدید ہوں کہ قدیم۔ جس دور میں ہوں اور جس مقام پر ہوں‘۔

وہ نظامِ باطل جو آج سے ستّر اسّی برس قبل ہماری گردنوں پر مسلط کیا گیا، وہ نظام اور اس نظام کو نافذ کرنے والے وردی و بے وردی حکمران جنھوں نے شریعت کی جگہ کبھی پارلیمانی جمہوریت لائی، کبھی صدارتی جمہوریت، کبھی مارشل لاء، کبھی شوراکریسی اور کبھی آمریت، جنھوں نے اللّٰہ اور اس کے رسول (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کے اعلانِ جنگ کو ہلکا جانا اور سودی معیشت نافذ کی، کبھی امریکہ کو سجدے کیے تو کبھی چین کے سامنے حالتِ رکوع میں نظر آئے، جنھوں نے لسانی بنیادوں پر ’لا الٰہ الا اللّٰہ‘ کی بنیاد پر بننے والے ملک کو دولخت کیا، کشمیر کو بیچا، لال مسجد کو فاسفورس سے جلایا، لاکھوں کو جبراً گمشدہ کیا، نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرتے قبائل و مجاہدین و داعیانِ اسلام کے خلاف آپریشن میزان تا آپریشن رد الفساد کیے اور تحریکِ طالبان پاکستان کے مجاہدین کے خلاف آج آپریشن آل آؤٹ کا اعلان کیے ہوئے ہیں، حدود اللّٰہ سے کھلواڑ کرتے ہوئے ’زنا بل‘ پاس کیے، یہی طواغیت آج اس ضلالت تک آ پہنچے ہیں کہ LGBTQ+ کی حمایت کر رہے ہیں۔ قومی ٹیلی وژنوں پر ایسے ڈرامے نشر کیے جا رہے ہیں جن میں ایک باپ اپنے ’بیٹے‘ کو ’میرا جسم میری مرضی‘ کی تسلی، دلاسہ اور تحریض و جرأت دلا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر گردش کرنے والے اے آر وائی ڈیجیٹل پر نشر ہونے والے ایک ڈرامے کے یہ مکالمے ملاحظہ ہوں:

> ’’بیٹا آپ کو پتہ ہے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ بہت سپیشل ہو...... آپ کو پتہ ہے کہ یہ بات میں آپ سے کیوں کہتا ہوں؟......اس لیے بیٹا! کہ جیسے جیسے آپ بڑے ہوں گے، آپ کے لیے مشکلات میں اضافہ ہوتا جائے گا...... کبھی تو آپ کا دل چاہے گا کہ آپ بابا کی طرح کپڑے پہنو، باتیں کرو، مرد بن کے رہو، اور بابا کی طرح آفس جاؤ، بہت سارے پیسے کماؤ۔ اور شاید کبھی یہ بھی ہو گا کہ آپ کا دل چاہے گا کہ آپ امّی کی طرح کلر فُل (colourful) کپڑے پہنو، بہت سارا میک اپ لگاؤ...... یہ دونوں باتیں بالکل بری نہیں ہیں بیٹا! آپ جیسے بھی رہنا چاہو گے، آپ میرے بیٹے رہو گے اور بابا آپ سے ہمیشہ پیار کرتے رہیں گے بیٹا! یہ فیصلہ بیٹا آپ نے بڑے ہونے کے بعد کرنا ہے کہ آپ نے کیسے رہنا ہے؟! ابھی تو صرف آپ نے پڑھنا ہے......‘‘

کہیں 'میر یٹل ریپ' کے محور پر ڈرامے بن رہے ہیں تو کہیں 'صراطِ مستقیم' کے عنوان سے ڈرامے میں 'مستقیم' نامی لڑکا، گھروں سے لڑکیاں بھگا رہا ہے۔ عورت مارچوں کے بعد مورت مارچ ہو رہے ہیں۔ کبھی 'زندگی تماشا' لگتا ہے تو کہیں ملالہ یوسفزئی 'جوائے لینڈ' کی ایگزیکٹو پروڈیوسر بنتی ہے اور یہ فلم عالمی فحاشی و بدکاری کے نصف درجن ایوارڈ جیتتی ہے! فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون!!!

پھر حد تو یہ ہے کہ امریکی صدر بائیڈن ایسے پاکستانی انگریزی زبان کے ٹیچروں کے لیے پانچ لاکھ ڈالر کی امداد کی پیشکش کرتا ہے جو پاکستان میں 'ٹرانس جینڈر' نوجوانوں پر اپنی محنتیں مرکوز کرتے ہیں۔ فاکس نیوز کی خبر کے مطابق یہ گرانٹ حاصل کرنے کے اہل تیرہ سے پچیس سال کے نوجوانوں پر محنت کرنے والے ادارے / افراد ہوں گے۔

اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی شریعت سے یہ بغاوت، چھپ چھپا کر نہیں، روزِ روشن میں، دن دہاڑے سینہ زوری کے ساتھ ہو رہی ہے۔

کیا ہم پاکستان کے اہلِ دین کے پاس کفر و الحاد اور فحاشی و عریانی کی اس بدترین قسم کو روکنے کے لیے کوئی منصوبہ ہے؟ مظاہروں، جلسوں، جلوسوں، پارلیمان کی قراردادوں اور دھرنوں سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں۔ اگر یہ مسئلہ انہی 'جمہوری' دائروں میں حل ہو سکتا تو اللہ کی شریعت کے خلاف کیے گئے پچھلے پچھتر سالوں کے درجنوں نہیں سیکڑوں اقدامات کا راستہ روکا جا چکا ہوتا۔ اگر ان سبھی مسائل کا کوئی حل ہے تو بس وہی جو حضرتِ سیّدنا لوط علیہ وعلیٰ نبینا اَلف صلاۃ وسلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ○ (سورۃ ہود: ۷۸) کہ 'کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے؟'۔ آیتِ مبارکہ کے اس ٹکڑے ﴿أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ کی تفسیر میں تفسیرِ جلالین میں درج ہے کہ رجلِ رشید یا بھلے آدمی سے مراد ایسا فرد ہے جو 'يأمر بالمعروف وينهى عن المنكر'، امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم کرے اور نہی عن المنکر یعنی برائی کو روکے! پس اگر یہ برائیاں روکی جا سکتی ہیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کہ قومیں اگر عذابِ الٰہی سے محفوظ رہتی ہیں تو فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی سے، ورنہ قوموں کو دنیوی و اخروی تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا! اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے فرمایا:

> وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ○ (سورۃ الانفال: ۲۵)
>
> ''اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گناہ گار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوَا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْ قَالَ: الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ عَمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ.'' (رواه ابنُ ماجة)
>
> ''لوگ جب ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں اور اسے نہ روکیں'' یا فرمایا کہ ''منکر کو دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ کی طرف سے ان سب پر عذاب نازل ہو جائے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ.“ (رواه مسلم)

”تم میں سے جو شخص کسی خلافِ شرع امر کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھوں سے روکے اور اگر وہ اتنی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان کے ذریعے سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“

حضرتِ عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ شارعِ برحق صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ، وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ.“ (رواه مسلم)

”مجھ سے پہلے اللّٰہ نے جتنے نبی بھیجے، ان کی امت میں سے ان کے حواری اور ساتھی ہوتے تھے، جو ان کی سنت پر عمل اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے، جو ایسی باتیں کہتے، جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔“

پس اس سیکولر نظام اور سیکولر حکمرانوں کے خلاف، چاہے یہ نظام اپنے آپ کو کتنا ہی اسلامی اور اس کے حکمران اپنے آپ کو کتنا ہی دین دار کہیں لیکن اپنے عمل سے سیکولرازم اور فحاشی و عریانی (بشمول LGBTQ+) کے محافظ، پرچارک اور نفاذ کرنے والے ہیں کے خلاف ہاتھ و زبان و دل سے جہاد فرضِ عین ہے اور اس نظام کو گرا کر محمد رسول اللّٰہ علیہ ألف صلاۃ وسلام کی شریعت کا قیام ’علیٰ منہاج النبوۃ‘ فرضِ عین ہے! ایسے نظام کے خلاف دعوت دینا، اعداد یعنی اس نظام کو منہدم کرنے اور اس کو منہدم کرنے کے نبوی طریق ’جہاد فی سبیل اللّٰہ‘ کی تیاری کرنا اور براہِ راست ہاتھ و زبان و دل سے جہاد کرنا واجب ہے۔ دین و شریعت کا تو یہ تقاضا ہے ہی، اگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کو ’خاندانی‘ رکھنا اور بنانا چاہتے ہیں اور ’انسانیت‘ کی فلاح کے متقاضی ہیں تو عقلاً بھی اس نظام کے خلاف دعوت و قوت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونا لازمی ہے!

اللهم وفقنا كما تحب و ترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمین يا ربّ العالمین!

◆◆◆◆◆

اُس کو بھی اپنے خدا ہونے پہ اتنا ہی یقیں تھا!

پاکستان میں مئی ۲۰۲۳ء کے نصفِ اول میں ہونے والے واقعات اس بات کے عکاس ہیں کہ یہاں اندھیر نگری ہے۔ وردی و بے وردی حکمران دین و شریعت سے تو پہلے ہی ہاتھ دھو چکے ہیں، حالیہ واقعات نے ایک اور حقیقت پورے جزم سے تکراراً ثابت کی کہ یہاں کے اہلِ اقتدار کو اس ملک اور وطن سے بھی کچھ تعلق نہیں، ہر ایک کو بس اقتدار کی دھن ہے، اور اقتدار کے ان دھنیوں میں ہمیشہ کی طرح صفِ اول میں، امریکہ کی صفِ اول کی اتحادی فوج کے جرنیل کھڑے ہیں۔ پاکستان میں یہ حقیقت ہے کہ سبھی حکمران یا تو اسٹبلشمنٹ کے کندھوں پر بیٹھ کر آئے یا پھر اسٹبلشمنٹ کی آشیر باد سے اقتدار کے ایوانوں تک پہنچے۔ بیوروکریٹک کاموں کے سوا زمام کار فوج نے ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھی، پارلیمان میں بیٹھے عوامی نمائندوں کو بطور منشی رکھا البتہ ان کو رائیونڈ سے سرے محل و بنی گالا و زمان پارک محلات بنانے یا ان میں بستے رہنے کی کھلی چھوٹ دیے رکھی۔ وقت کے وزراء آئی ایس آئی کے کرنل ہینڈل کرتے اور وزیرِ اعظموں کو بریگیڈیئر لیول کے افسر۔ پاکستان کے سبھی حکمرانوں نے اپنے طرز سے ثابت کیا کہ وہ عوام و ملک دشمن ہیں، ملک و قوم اور وطن و عوام کا نام اگر لیتے ہیں تو اس لیے کہ ان کے ذاتی مفادات انہی عناوین و entities سے وابستہ ہیں۔ انہی حکمرانوں میں سے ایک عمران خان ہے۔ عمران خان کو جنرل پاشا نے لانچ کیا اور اس امر کے دسیوں گواہ ہیں اور سب سے بڑا گواہ زمانہ ہے جو بڑے اچھے انداز سے سبھی پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ پھر باجوہ و فیض حمید نے اسے کندھا دیا، شیر وانی عمران خان نے خود سلوائی یا عادتاً کسی سے ہدیہ کروالی باقی سبھی انتظام جی ایچ کیو اور آبپارہ میں سرانجام دیا گیا۔

جمہوریت کے غیر اسلامی نظام ہونے پر تو آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں لوٹنے تک سبھی انبیاء اور سبھی انبیاء کے مقتدیوں کا عمل اور سب سے بڑھ کر اللہ کا دین اور وہ شریعت جو محمد رسول اللہ (علیہ اَلف صلاۃ وسلام) لے کر آئے گواہ ہے۔ بہر کیف، اس جمہوریت نے جو خالص شکل میں یورپ میں نافذ ہوئی، اہلِ یورپ کی دنیوی زندگی تو سنواری لیکن، اپنی جمہوریت...... یہ تو دنیا نہ آخرت! اس جمہوریت کی شان دیکھیے کہ ۲۰۱۸ء کے انتخابات کے بعد جنرل باجوہ عمران خان سے بھی ملتا ہے اور شہباز شریف سے بھی۔ پھر چند فوجی جرنیل مل کر عمران خان کے حامی ہو جاتے ہیں اور وہ مسندِ اقتدار پر بیٹھ جاتا ہے (عمران خان بھی صرف بشریٰ بی بی کی عملیات پر بھروسہ کرتے ہوئے پاکپتن کی درگاہ پر سجدے نہیں کرتا بلکہ جی ایچ کیو اور آبپارہ کے عاملوں اور جنّات کے در پر بھی سربسجود ہوتا ہے)۔ لیکن سوچیے اگر بشریٰ بی بی کی عملیات کام نہ کرتیں اور اس سے بڑھ کر جنرل باجوہ کی نظرِ کرم عمران خان کے بجائے شہباز شریف پر پڑتی [گو کہ اس پر بھی یہ نظر پڑی تھی، لیکن شہباز شریف نے بڑے بھیا سے بے وفائی کو (سیاستاً) اچھا نہیں جانا] تو کیا ۲۰۱۸ء میں بھی شہباز شریف ہی وزیرِ اعظم نہ ہوتا؟ کیا جمہوریت اسی کا نام ہے کہ وقت کا آرمی چیف لوگوں کا انٹرویو کرے اور جو اس کو بھائے اس کو وزیرِ اعظم بنا دے؟

بھٹو حد سے بڑھا تو تختۂ دار پر پہنچا، لاکھ کہتا رہا کہ 'اگر مجھے قتل کیا گیا تو ہمالیہ روئے گا'، لیکن وہ قتل کیا گیا۔ بے نظیر کا دو بار دھڑن تختہ ہوا۔ نواز شریف کا تین بار دھڑن تختہ ہوا، پھر چیختا رہا کہ مجھے کیوں نکالا اور ووٹ کو عزت دو، پھر عمران خان کو بھی نکالا گیا، وہ بھی کہتا رہا کہ اگر مجھے نکالا تو میں اور بھی زیادہ خطرناک ہو جاؤں گا، پھر نواز شریف کا نعرہ آج کل عمران خان کا نعرہ ہے، مجھے کیسوں نکالا اور ووٹ کو عزت دو۔

پاکستان میں قوت کا سرچشمہ فوج ہے، دنیا کا قانون ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس، بیلَٹ نہیں بُلٹ ہی حاکم ہوتی ہے، فیصلے کہیں اسٹبلشمنٹ کرتی ہے تو کہیں اسی کا نام ڈِیپ سٹیٹ ہوتا ہے، ورنہ کیا نیم ڈمنشیا کا مریض بائیڈن امریکی نظام چلا سکتا ہے؟ پاکستان فوج نظریاتی طور پر امریکہ کی غلام ہے، مالکوں کو 'فرینڈز ناٹ ماسٹرز' کہہ دینے سے غلاموں کا رتبہ نہیں بڑھتا، بلکہ مالک حالات کے موافق تادیب یا درگزر کرتے ہیں۔ پھر بعد میں آنے

والے ماسٹرز کی ایک فون کال پر 'اِن دی لائن آف فائر' میں اتر جاتے ہیں۔ ۱۹۹٦ء میں مالکوں کو مطلوب تھا کہ پاکستان امارتِ اسلامیہ افغانستان کی رسمیت تسلیم کرے تو یہی کیا گیا، پھر ۲۰۰۱ء میں امریکی پالیسی بدلی تو بے پیندے والوں کا رخ بھی بدل گیا، اپنی فضا و سرزمین ستاون ہزار دفعہ افغانوں پر بمباری کے لیے پیش کی، ۲۰۲۱ء میں تھک کر امریکہ افغانستان سے نکلا تو پھر پاکستان کو امارتِ اسلامیہ افغانستان (زید مجدھا وأیدھا اللّٰہ) سے ڈپلومیسی پر لگا دیا، یہ شطرنج کی بساط پر دو تین چالیں ہیں اور کچھ نہیں۔

آج پاکستان کے سیاست اور عدلیہ کے میدانوں اور ایوانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی اصل ذمہ دار فوج ہے۔ اسکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان، امیر عبد اللّٰہ خان نیازی، ضیاء الحق، اسلم بیگ، پرویز کیانی اور آج تک یہ سارے راحیل، باجوہ، عاصم منیر وغیرہ وغیرہ سبھی کے لہجے میں فرعون جیسی کھنک رہی ہے، سبھی اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں۔ لیکن انہیں یاد نہیں شاید......

تم سے پہلے بھی جو اِک شخص یہاں تخت نشیں تھا
اُس کو بھی اپنے خدا ہونے پہ اتنا ہی یقیں تھا

ان 'خداؤں' کا مقدر دنیا میں دیکھنا ہو تو ابھی مثلِ ایریل شیرون پرویز مشرف کی موت سب کے لیے ایک عبرت ہے، جو اس سے بچ گیا تو وہ امت کے مجاہد بیٹوں کے ہاتھوں مثلِ قذافی دم توڑے گا ورنہ آخرت میں اللّٰہ نے ان سبھی فرعونوں اور پرویزوں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد
صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

•••••

مذمت و اظہارِ تعزیت

جس وقت مجلّہ ہٰذا شائع ہونے کے لیے جا رہا تھا تو ہمیں یہ نہایت افسوس ناک اطلاع موصول ہوئی کہ امیر جماعتِ اسلامی پاکستان سراج الحق صاحب کے قافلے پر بلوچستان کے ضلع ژوب میں ایک قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں ایک انتحاری حملہ آور نے اپنے آپ کو بارود سے اڑالیا اور نتیجتاً عام مسلمان زخمی ہوئے۔ یہ ایک مجرمانہ، غیر شرعی اور حرام فعل ہے اور اس طرح کی کارروائیوں میں ماضی میں الجزائر تا پاکستان دشمنِ دین انٹیلی جنس ایجنسیاں ملوث رہی ہیں تا کہ مجاہدین کو بدنام کیا جا سکے اور مجاہدین و دیگر اہلِ دین کے مابین اختلافات کے بیج بوئے جا سکیں۔ ہم ایسے غیر شرعی افعال کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور حملے کے نتیجے میں زخمی ہونے والے حضرات اور ان کے اہلِ خانہ (یا ممکنہ طور پر شہید ہونے والوں کے لواحقین) سے اظہارِ ہمدردی و تعزیت کرتے ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ زخمیوں کو شفائے کاملہ و عاجلہ و مستمرہ عطا کرے اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے، آمین!

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

فضائلِ نماز

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ

بابِ دوم: جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالے میں لکھا جاچکا ہے کہ بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ سے جس طرح نماز کے بارے میں بہت سخت تاکید آئی ہے، اسی طرح جماعت کے بارے میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں:

- پہلی فصل: جماعت کے فضائل میں
- دوسری فصل: جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں

فصل اول: جماعت کے فضائل میں

١. عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. (رواه مالك والبخاري ومسلم والترمذي والنسائي،كذا في الترغيب)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے''۔

فائدہ: جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے، تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھ لے، کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے، کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے؟ مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے، اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں! اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں، دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے، اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں، آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لیے مصیبت ہے، جماعت کی نماز کے لیے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے، لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے، اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے، ایسے ہی لوگوں کی اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ﴾ الآیۃ اور صحابہ کرامؓ کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ ''حکایاتِ صحابہ'' کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گزر چکا۔

سالم حَدَّادؒ ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے، جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہوجاتا، اور زرد پڑجاتا، بے قرار ہوجاتے، دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے اور یہ اشعار پڑھتے:

إِذَا مَا دَعَا دَاعِيْكُمْ قُمْتُ مُسْرِعاً

مُجِيْباً لِمَوْلىٰ جَلَّ لَيْسَ لَهٗ مِثْلٌ

''جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہوجاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہوجاتا ہوں، ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے، اس کا کوئی مثل نہیں''

أُجِيْبُ إِذَا نَادىٰ بِسَمْعٍ وَّطَاعَةٍ

وَبِيْ نَشْوَةٌ لَّبَيْكَ يَا مَنْ لَّهُ الْفَضْلُ!

''جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بہ حالت نشاط اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ: اے فضل و بزرگی والے! لبیک، یعنی حاضر ہوتا ہوں''

وَيَصْفِرُ لَوْنِيْ خِيْفَةً وَّمَهَابَةً

وَيُرْجِعُ لِيْ عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهٖ شُغْلٌ

''اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑجاتا ہے، اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کردیتی ہے''

وَحَقِّكُمْ مَا لَذَّ لِيْ غَيْرُ ذِكْرِكُمْ

وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِيْ فَمِيْ قَطُّ لَايَحْلُوْ

''تمہارے حق کی قسم! تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی، اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا''

مَتىٰ يَجْمَعُ الْأَيَّامُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

وَيَفْرَحُ مُشْتَاقٌ إِذَا جَمَعَ الشَّمْلُ

''دیکھیے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا! اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے''

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَيْنَاهُ نُوْرَ جَمَالِكُمْ

يَمُوْتُ اِشْتِيَاقاً نَحْوَكُمْ قَطُّ لَايَسْلُوْ

(نُزْهَةُ الْبَسَاتِيْن)

”جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے تمہارے اشتیاق میں مر جائے گا، کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا“

حدیث میں آیا ہے کہ ”جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ مسجد کے کھونٹے ہیں، فرشتے ان کے ہم نشیں ہوتے ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں، اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں“۔(کنز العمال، حدیث:۲۰۳۵۰)

۲. عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَضْعَفُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِيْ بَيْتِهِ وَفِيْ سُوْقِهِ خَمْساً وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفاً، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَايُخْرِجُهُ إِلَّاالصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ“، وَلَايَزَالُ فِيْ صَلَاةٍ مَاانْتَظَرَ الصَّلَاةَ. (رواه البخاري)

”حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز، جو جماعت سے پڑھی گئی ہو، اس نماز سے، جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو، پچیس درجہ اَلْمُضَاعَفْ ہوتی ہے، اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجے تک پہنچا دیتا ہے، پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے، کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا، تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے، اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔“

فائدہ: پہلی حدیث میں ستائیس درجے کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس درجے کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروحِ حدیث میں مذکور ہیں، من جملہ ان کے یہ ہے کہ یہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس درجے کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سرّی نمازوں میں پچیس ہے اور جہری میں ستائیس ہے۔ بعض نے ستائیس عشاء اور صبح کے لیے بتایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی نمازوں میں۔ بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی، جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے، اس لیے اول پچیس درجہ تھا، بعد میں ستائیس ہو گیا۔ بعض شراح نے ایک عجیب بات لکھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے، اس لیے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجے کی زیادتی ہے، بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ اَلْمُضَاعَف ہوتی ہے، جس کا ترجمہ دوچند اور دوگنا ہوتا ہے، یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے، اِس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتّیس (۳،۳۵،۵۴،۴۳۲) درجہ ہوا، حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں، اور جب نماز چھوڑنے کا گناہ ایک حُقبہ ہے (جو پہلے باب میں گزرا) تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرین قیاس بھی ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے۔

بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا، ان کے مکانات مسجد سے دور تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہیں رہو، تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے“۔(مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الصلاۃ المکتوبۃ فی جماعۃ، حدیث:۶۶۵)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ”جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے، وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے“۔

اس کے بعد حضور ﷺ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اس کے بعد جب تک مصلّٰی پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں، ان کی دعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔

محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی، صرف ایک مرتبہ، جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا، تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے، تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد! پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی، مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہو گا؟(فوائد بہیہ) ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں، جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، (تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے)۔ مولانا عبد الحئی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا، چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے، اور یہ ظاہر بات ہے، ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں، بلکہ مجمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا، جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں۔ ایک ضروری امر یہ بھی قابل لحاظ ہے، علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی

ہو گا جب نماز، نماز بھی ہو، اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر ماردی گئی، تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا۔ (بہجۃ)

۳. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّلْقَى اللهَ غَداً مُسْلِماً فَلْيُحَافِظْ عَلىٰ هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادىٰ بِهِنَّ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالىٰ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنَ الْهُدىٰ وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدىٰ، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّاكَتَبَ اللهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَاسَيِّئَةً، وَلَقَدْرَأَيْتُنَا وَمَايَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتِيْ بِهَا يُهَادىٰ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتىٰ يُقَامَ فِيْ الصَّفِّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْعُلِمَ نِفَاقُهٗ أَوْ مَرِيْضٌ، إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتىٰ يَأْتِيْ الصَّلَاةَ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدىٰ، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدىٰ اَلصَّلَاةُ فِيْ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ. (رواه مسلم)

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو، وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں)، اس لیے کہ حق تَعَالیٰ شَانُہٗ نے تمہارے نبی عَلَیہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلَام کے لیے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں، انہی میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے، تو تم نبی ﷺ کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبیٔ اکرم ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے، اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی، اور ایک ایک خطا معاف ہو گی، اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا، ورنہ حضور ﷺ کے زمانے میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، یا کوئی سخت بیمار، ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا“۔

فائدہ: صحابۂ کرامؓ کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک ہو جاتا تھا، چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی، اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا! جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبیٔ اکرم ﷺ کو اسی طرح کا اہتمام تھا، چنانچہ حضورِ اقدس ﷺ کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے، آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابی کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا، حضرت ابو بکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی، حضور ﷺ جا کر نماز میں شریک ہوئے۔ (صحیحین)

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے، اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی اور نہ کسی بات سے رنج)، اور مظلوم کی بد دعا سے اپنے کو بچا، اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔ (أخرجہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق، ج ۴۷، ص ۹۱)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے، اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔ (بخاری، کتاب الاذان، باب فضل جماعۃ العشاء فی جماعۃ، حدیث، ۶۵۷)

۴. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْماً فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلىٰ كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَ تَانِ: بَرَاءَ ةٌ مِّنَ النَّارِ، وَبَرَاءَ ةٌ مِّنَ النِّفَاقِ. (رواه الترمذي)

”نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی نماز پڑھے کہ تکبیرِ اُولیٰ فوت نہ ہو، تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں: ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بَری ہونے کا“۔

فائدہ: یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع ہی سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے، تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہو گا نہ منافقوں میں داخل ہو گا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں۔ اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے، چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا، پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے، اسی وجہ سے صوفیا کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوتی!!۔

۵. عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ، ثُمَّ رَاحَ، فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا، أَعْطَاهُ اللهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا، لَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ. (رواه أبوداود والنسائي والحاكم)

”نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لیے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہو گا، اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہو گی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے“۔

فائدہ: یہ اللہ کا کس قدر انعام واحسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے، گو جماعت نہ مل سکے، اللہ کی اس دین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے!۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اس کھٹکے سے کہ جماعت ہو چکی ہو گی مسجد میں جانا ملتوی نہ کرنا چاہیے، اگر جا کر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مل ہی جائے گا، البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو مضائقہ نہیں۔

٦. عَنْ قُبَاثِ بْنِ أَشْيَمَ اللَّيْثِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: صَلَاةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ أَزْكىٰ عِنْدَاللهِ مِنْ صَلَاةِ أَرْبَعَةٍ تَتْرىٰ، وَصَلَاةُ أَرْبَعَةٍ أَزْكىٰ عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرىٰ، وَصَلَاةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ أَزْكىٰ عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ مِائَةٍ تَتْرىٰ.(رواه البزار والطبراني)

"نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز، کہ ایک امام ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے، اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

فائدہ: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی مل کر گھر، دکان وغیرہ پر جماعت کر لیں وہ کافی ہے، اول تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا۔ دوسرے، کثرت جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے، مجمع جتنا زیادہ ہو گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقے میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقے سے کرنا چاہیے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں: ایک، جماعت کی صف کو، دوسرے اس شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے، اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔ (جامع الصغیر)

٧. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيْ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِيْ الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِبِالنُّوْرِالتَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(رواه ابن ماجه)

"حضرت سہلؓ فرماتے ہیں: حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں، ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوش خبری سنا دے"۔

فائدہ: یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہو گی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہو گا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہو گا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہو گی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی ان کے ساتھ ساتھ ہو گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور بے فکر ہوں گے، جبکہ دیگر لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ "میرے پڑوسی کہاں ہیں"؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہو گا کہ "مسجدوں کو آباد کرنے والے"۔ (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند بازار ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں۔ (جامع الصغیر)

ایک صحیح حدیث میں وارد ہے، حضرت ابوسعیدؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں: جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو۔ (جامع الصغیر) اس کے بعد ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللهِ﴾ یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (دُرِّ منثور)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا، اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا، اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور (رہتا) ہو گا اتنا ہی (باجماعت نماز کے لیے مسجد آنے پر اسے) زیادہ ثواب ہو گا۔ (جامع الصغیر) اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ہے، اور جتنی دور مسجد ہو گی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے، اسی وجہ سے بعض صحابہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے: ایک، اذان کہنا، دوسری، جماعت کی نمازوں کے لیے دوپہر کے وقت جانا، تیسری، پہلی صف میں نماز پڑھنا۔ (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہو گا، اور آفتاب نہایت تیزی پر ہو گا، سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے، ان میں ایک وہ شخص بھی ہو گا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں وارد ہے: جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں۔ (جامع الصغیر)

شریعتِ مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت، اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی، اس کے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی ان احکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں، ان کی حقیقت تک پہنچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے علوم اور ان کے مصالح تک کس کی رسائی ہے، مگر اپنی اپنی استعداد اور حوصلے

کے موافق جہاں تک اپنی سمجھ کام دیتی ہے، ان کے مصالح بھی سمجھ میں آتے ہیں، اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کے مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائے ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے "حُجَّۃُ اللّٰہِ الْبَالِغَۃ" میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے، جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ: "رسم ورواج کے مُہلِکات سے بچنے کے لیے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنالیا جائے جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے -خواہ سمجھ دار ہو یا نا سمجھ- وہ ادا کی جاسکے، اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں، مسابقت اور تفاخر اسی پر کیا جائے، اور ایسی عام ہو جائے کہ ضروریات زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اُس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے، تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لیے مؤید ہو جائے، اور وہ رسم ورواج جو موجب مضرت ونقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے، اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مُہتَم بِالشَّان اور دلیل وحجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں، اس لیے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے، اور اس کے لیے خاص طور سے اجتماع کیے جائیں، اور آپس میں اتفاق سے اس کو ادا کیا جائے۔ نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مُقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے، اور کچھ لوگ دوسرے درجے میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب وتنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ تیسرے درجے میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا تکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں، اس وجہ سے مصلحت کا مُقتَضا یہی ہے کہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں، تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں، اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے، اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں، اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے، اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے، جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے، اس کی رحمت کے طلب کرنے والے، اس سے ڈرنے والے موجود ہوں، اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔ نیز امت محمدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو، اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو، سب کے سب، عوام خواص، شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے، چھوٹے بڑے، ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے، ادا نہ کریں۔ ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے اظہار واعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں، اور چونکہ اظہار واجتماع ایک صرف محلے اور قبیلے کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلے کا اجتماع ہر وقت سہل ہے، اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے، اس لیے محلے کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا، اور جماعت کی نماز اس کے لیے مشروع ہوئی، اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا، اور جمعہ کی نماز اس کے لیے تجویز ہوئی"۔ (حجۃ اللہ البالغۃ، ۲:۶۲)

دوسری فصل: جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

حق تَعَالیٰ شَانُہٗ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے، ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے، یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے کر اں انعامات کا وعدہ ہے، ورنہ بندگی کا مُقتَضا صرف عتاب ہی ہونا چاہیے تھا، کہ بندگی کا فرض ہے تعمیل ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی! اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب وعذاب ہو وہ بر محل، کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے؟ پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی، مگر پھر بھی اللہ جَلَّ شَانُہٗ اور اس کے پاک رسول ﷺ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبہ فرمایا، اس کے نقصانات بتائے، مختلف طور سے سمجھایا، پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔

۱. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یَمْنَعْہُ مِنْ اِتِّبَاعِہٖ عُذْرٌ -قَالُوْا: وَمَاالْعُذْرُ؟ قَالَ: خَوْفٌ أَوْمَرْضٌ- لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ الصَّلَاۃُ الَّتِیْ صَلّٰی. (رواہ أبوداود)

"نبیِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے)، تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، صحابہؓ نے عرض کیا: عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو"۔

فائدہ: قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تَعَالیٰ شَانُہٗ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہو گا، گو فرض ذمے سے اتر جائے گا، اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام واکرام نہ ہوا! یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے، اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے، حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں، حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے، مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے، نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا، نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیے جاویں، یہ بہتر ہے۔

۲. عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِﷺ أَنَّهُ قَالَ: اَلْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللهِ يُنَادِيْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَايُجِيْبُهُ. (رواه أحمد)

"نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے (اس شخص کا فعل) جو اللہ کے منادی (یعنی موذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے"۔

فائدہ: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے، کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لیے یہ کافی ہے کہ موذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ (المعجم الکبیر، ۲۰:۱۸۰، حدیث: ۳۹۶)

سلیمان بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں تھے، حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے، مگر حضور ﷺ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی، حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگراں بنا رکھا تھا، ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے، حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے؟ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبے سے آنکھ لگ گئی، آپ نے فرمایا: میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفل پڑھوں۔ (موطا مالک، حدیث: ۱۴۳)

۳. عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِﷺ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِيْ فَيَجْمَعُوْا لِيْ حَزْماً مِّنْ حَطَبٍ، ثُمَّ اٰتِيْ قَوْماً يُصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقُهَا عَلَيْهِمْ. (رواه مسلم)

"حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلاعذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

فائدہ: نبیٔ اکرم ﷺ کو، باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی، اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی، ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

۴. عَنْ أَبِيْ الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِﷺ: يَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَابَدْوٍ لَاتُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ.(رواه أحمد)

"حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اس لیے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے، اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے"۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں، اگر تین آدمی ہوں تو ان کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے، بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اَولیٰ ہے، کسان عام طور سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں، کہ ان کے لیے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے، اور جو بہت دین دار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں! چار پیسے کے واسطے گرمی، سردی، دھوپ، بارش، سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں، لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے، حالانکہ یہ لوگ جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے، حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں، (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں، اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھو جی! میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا، یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔ (ابو داود، باب الاذان فی السفر، حدیث: ۱۲۳۰)

۵. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ وَلَايَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلَاالْجُمُعَةَ، فَقَالَ: هٰذَا فِيْ النَّارِ.(رواه الترمذي)

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفل پڑھتا ہے، مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے"۔

فائدہ: گو ایک خاص زمانے تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل آئے، کہ بہر حال مسلمان ہے، مگر نہ معلوم کتنے عرصے تک پڑا رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا توزور ہوتا ہے مگر جماعت کی پرواہ نہیں ہوتی، اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں، حالانکہ کمال بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہٗ لعنت بھیجتے ہیں: ایک اس شخص پر جس سے نمازی کسی معقول وجہ سے ناراض ہوں اور وہ امامت کرے۔ دوسرے، اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے، اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

۶. أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ كَعْبِ الْحِبْرِ قَالَ: وَالَّذِيْ أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسىٰ، وَالإِنْجِيْلَ عَلٰى عِيْسىٰ، وَالزَّبُوْرَ عَلٰى دَاوٗدَ، وَالْفُرْقَانَ عَلٰى مُحَمَّدٍ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الاٰيَاتُ فِيْ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَاتِ حَيْثُ يُنَادىٰ بِهِنَّ، ﴿يَوْمَ

يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ -إِلَى قَوْلِهِ- وَهُمْ سٰلِمُوْنَ﴾ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِذَا نُوْدِيَ بِهَا.

”حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ پر، اور انجیل حضرت عیسیٰ پر، اور زبور حضرت داؤد پر (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) نازل فرمائی، اور قرآن شریف سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا، کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارے میں جہاں اذان ہوتی ہو، نازل ہوئی ہیں۔ (ترجمہ) جس دن حق تَعَالٰی شَانُہٗ ساق کی تجلی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلی ہو گی)، اور لوگ اس دن سجدے کے لیے بلائے جاویں گے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے، ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی، اس لیے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدے کی طرف بلائے جاتے تھے، اور صحیح سالم تندرست تھے (پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)“۔

فائدہ: ”ساق کی تجلی“ ایک خاص قسم کی تجلِّی ہے جو میدان حشر میں ہو گی، اس تجلی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدے میں گر جائیں گے، مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدے پر قدرت نہ ہو گی۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں:

ایک تفسیر یہ ہے جو کعب احبارؒ سے منقول ہے، اور اسی کے موافق حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

دوسری تفسیر بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب یوم یکشف عن ساق، حدیث: ۴۹۱۹)

تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔

چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہے۔ وَاللہُ أَعلَمُ وَعِلْمُہٗ أَتَمُّ.

بہر حال! اس تفسیر کے موافق، جس کو حضرت کعب احبارؒ قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور امام تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدان حشر میں ذلت، نکبت ہو، اور جہاں سارے مسلمان سجدے میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں، مسلمان کے لیے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں، کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم وارشاد ہی سب کچھ ہے، اور جس کو اس کی قدر نہیں اس کے لیے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بے کار ہیں، جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہو گی جو بے کار ہو گی۔

(جاری ہے ان شاءاللہ)

بقیہ: عید تو آئی ہے لیکن......

بے شک عید مسرتوں کا تہوار ہے جو غموں کی خزاں میں آئی ہے، لیکن انہی مسرتوں کو ہم خوشیوں کی بہار میں بدل سکتے ہیں اگر ہم آج یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم امت کے ہر گھر میں شریعتِ مطہرہ و منورہ کے چراغ روشن کریں گے۔ اپنی ذاتی زندگی میں سونے اور کھانے پینے میں شریعت کے اوامر کی پابندی کریں گے۔ نکاح و طلاق، تجارت و زراعت شریعت کے بتائے احکام کے مطابق کریں گے۔ ایوانِ حکومت و عدالت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نافذ کریں گے۔ مظلوم چاہے سری نگر و کاشغر میں ہو یا ادلب و گوانتاناموبے میں، اس کی مدد کریں گے اور ہر ظالم کا ہاتھ روکیں گے وہ وائٹ ہاؤس میں ہو، نئی دلی کے وزیرِ اعظم ہاؤس میں یا راولپنڈی کے جی ایچ کیو میں۔ ٹیکساس تا تہاڑ و اڈیالہ ہر مسلمان قیدی بہن بھائی کو رہائی دلائیں گے۔ اقامتِ دین و اقامتِ خلافۃ علی منہاج النبوۃ کی مبارک محنت کریں گے۔ پھر ان محنتوں اور کوششوں کے لیے جو قربانی دینا پڑی، دیں گے۔ اولادوں کے سینوں پر بم باندھ کر ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے کہ ہمیں اپنی اولاد سے زیادہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات محبوب ہے! ہم دامے، درمے، قدمے، سخنے دعوت و جہاد کے محاذ برپا کریں گے، محراب و منبر بھی آباد کریں گے اور میدان و سنگر بھی۔ محافلِ ذکر بھی سجائیں گے اور بدر و یرموک کے قصے بھی تازہ کریں گے۔

یقین جانیے کہ اگر ہم نے یہ سب کر لیا اور اگر ہمارے پاس کچھ نہ ہوا اور ہم نے فقط عزم و ارادہ ہی کر لیا اور راہِ خدا کے راہیوں کے لیے سچے دل سے دعا ہی مانگ لی تو ہماری عیدیں اس کے بعد غم ناک نہ ہوں گی، اندھیرے چھٹ جائیں گے، مسرتیں دلوں کی اتھاہ گہرائیوں تک اتریں گی اور بہاروں کی وہی چودہ صدیوں پرانی مسکراہٹیں لوٹ آئیں گی۔ تب ہم سچے دل کے ساتھ، سچی زبان سے عید پر کبریائی خدائے واحد بیان کر سکیں گے:

الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر، ولله الحمد!

اللهم أبرم لهذه الأمة أمر رشد يعز فيه أهل طاعتك ويذل فيه أهل معصيتك، ويؤمر فيه بالمعروف

وينهى فيه عن المنكر. اللهم أعز الإسلام والمسلمين وانصر المجاهدين، آمين يا ربّ العالمين.

وصلى الله تعالى على نبينا وحبيبنا محمد وعلى آله وصحبه وأمته أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆

علاماتِ کبریٰ: [پہلی نشانی] خروجِ دجّال

قیامت کی دس بڑی نشانیاں ہیں۔ اس سے پہلے جو ہم نے بات کی وہ تمام علامات صغری کے حوالے سے تھی، بڑی نشانیاں دس ہیں۔ علامات صغری کا ظہور صدیوں پر محیط ہے اور ان میں سے پہلی نشانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔ جبکہ قیامت کی بڑی نشانیاں اس وقت ظاہر ہوں گی جب کہ قیامت بالکل قریب آچکی ہوگی اور جب ان میں سے کوئی ایک ظاہر ہو جائے گی تو باقی نشانیوں کا ظہور بھی جلد ہی ہو جائے گا۔ جبکہ علامات صغری کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک کے بعد دوسری علامت کے ظہور میں دہائیوں یا صدیوں کا فاصلہ بھی ہو سکتا ہے۔ علاماتِ کبری کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْآيَاتُ خَرَزَاتٌ مَنْظُومَاتٌ فِي سِلْكٍ فَإِنْ يُقْطَعْ السِّلْكُ يَتْبَعْ بَعْضُهَا بَعْضًا (مسند احمد)

”علامات قیامت لڑی کے دانوں کی طرح جڑی ہوئی ہیں، جوں ہی لڑی ٹوٹے گی تو پے در پے ایک کے بعد دوسری علامت آجائے گی۔“

اگر کسی ڈوری میں موتی پروئے ہوئے ہوں، جیسے تسبیح کے دانے، تو اگر آپ ڈوری کاٹ دیں تو پہلا موتی گرنے کے ساتھ ہی باقی سارے بھی گرتے چلے جائیں گے، پس دس علامات کبری کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ یہ دس علامات کون کون سی ہیں؟

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذَاكَرُونَ قَالُوا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَأَجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ (مسلم)

”حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس بات کا تذکرہ کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں، ایک دھنسنا جزیرہ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو ان کے جمع ہونے کی جگہ (محشر) کی طرف لے جائے گی۔“

یہ حدیث صحیح ہے مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ علامات کے ظاہر ہونے کی ترتیب بھی یہی ہوگی۔ پھر سوال یہ ہے کہ قیامت کی سب سے پہلی بڑی نشانی کیا ہوگی؟ دجال؟ جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کی پہلی بڑی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے! کون سی نشانی پہلے ہوگی، دجال یا سورج کا مغرب سے طلوع ہونا؟ علمائے حدیث فرماتے ہیں کہ دجال کا ظہور پہلے ہوگا۔ وہ کیونکر یہ فرماتے ہیں جبکہ ایک حدیث میں قیامت کی پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے؟ اس کی وجہ وہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ قیامت کی بعض نشانیاں ایسی ہیں جو کائنات کی تبدیلی سے متعلق ہیں اور ان میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا پہلی نشانی ہے کیونکہ تکوینی طور پر یہ کائنات کے نظام میں تبدیلی ہے۔ جب کہ دیگر نشانیاں جیسے کہ دھواں، زمین کا دھنسنا، دجال کا ظہور وغیرہ یہ زمین پر واقع ہونے والی نشانیاں ہیں اور یہ نشانیاں کائنات میں تبدیلی سے متعلق نشانیوں کے ظہور سے پہلے ظاہر ہوں گی۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا کائنات کے نظام میں پہلی تبدیلی ہوگی اور پھر اس کے بعد تمام چیزیں بے ترتیب اور غیر منظم ہوتی چلی جائیں گی، چاند ستارے گر جائیں گے، آسمان شق ہو جائے گا وغیرہ اور اس سب خرابی کا آغاز سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے ہوگا۔ مگر ان دس نشانیوں میں سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ دجال ہے۔

پہلی نشانی: دجال

فی الوقت ہم لفظ دجال کے معنی پر بات کرتے ہیں۔ اس کا نام المسیح الدجال ہے۔ یہ نام دو الفاظ کا مجموعہ ہے، المسیح اور الدجال۔ ان دونوں الفاظ کے کیا معنی ہیں؟ قاموس المحیط کے مصنف کہتے ہیں کہ 'المسیح' وسیع المعنی الفاظ میں سے ہے اور اس کے پچاس معنی ہو سکتے ہیں۔ جن میں سے بعض معنی یہ ہیں:

ایسی چیز جو مٹا ڈالی گئی ہو اور دجال کو المسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ مٹا دی گئی ہے۔

مسیح کا معنی پوری دنیا کا سفر کرنے والا بھی ہو سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال چالیس دن میں پوری دنیا کا چکر لگائے گا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ المسیح کا ایک معنی کذاب ہے اور دوسرا صدیق۔ صدیق یعنی سچا اور کذاب یعنی جھوٹا۔ ایک ہی لفظ کے دو بالکل متضاد معنی ہو سکتے ہیں۔ عربی زبان میں ایسے الفاظ ہیں جو بیک وقت یکسر متضاد معنی رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ لفظ 'آدم' کے دو معنی ہیں۔ ایک اس کا اصل یا ابتدائی معنی ہے اور دوسرا بعد میں آنے والا معنی ہے۔ اس کا اصل معنی 'گہرا' ہے، کوئی چیز جو گہرے رنگ کی ہو۔ جبکہ اس کا دوسرا معنی 'ہلکا' ہے، کوئی چیز جو ہلکے رنگ کی، صاف رنگ کی ہو۔ لہٰذا آپ گہری رنگت کے لیے بھی لفظ آدم استعمال کر سکتے ہیں اور گوری رنگت کے لیے بھی۔ اور احادیث میں یہ لفظ اسی طرح بالکل متضاد معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جب یہی لفظ آدم حضرت آدم علیہ السلام کے لیے استعمال کیا گیا تو اس کا معنی گہری رنگت کا ہے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے استعمال کیا گیا تو اس کا معنی گوری رنگت کا ہے۔ یہی معاملہ لفظ المسیح کا بھی ہے، اس کا معنی سچا بھی ہے اور جھوٹا بھی۔ اور اللہ رب العزت نے دو مسیح پیدا کیے ہیں، ایک مسیح دجال اور دوسرے مسیح عیسی بن مریم علیہا السلام۔ ان میں سے ایک سچے مسیح ہیں یعنی مسیح عیسی ابن مریم علیہا السلام اور دوسرا جھوٹا مسیح ہے یعنی مسیح دجال۔

اور المسیح کا ایک معنی تیل ڈالنا یا مالش کرنا بھی ہے اور یہ عیسی ابن مریم علیہ السلام پر منطبق ہوتا ہے۔

اب ہم لفظ دجال پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ عربی زبان میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو بالاصل کسی جسمانی یا طبعی چیز کو بیان کرتے ہیں، مگر پھر کسی اور معنی اور مفہوم میں بھی استعمال ہونے لگتے ہیں۔ 'دجل البعیر' کا معنی ہے اونٹ کو قَطِران سے رنگنا۔ قطران سیاہ رنگ میں رنگنے والا ایک رنگ ہوتا ہے۔ بعض عرب اونٹوں کو اس رنگ سے رنگتے ہیں، اللہ اعلم کسی بیماری کے علاج کے لیے یا کسی اور وجہ سے، بہر حال اس کی وجہ سے اونٹ کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے، یعنی یہ اس کی رنگت کو چھپا دیتا ہے اور یہ معنی دجال پر منطبق ہوتا ہے کیونکہ وہ سچ نہیں ظاہر کر رہا ہوتا، وہ کچھ چھپا رہا ہوتا ہے، وہ سچ کو تبدیل کر رہا ہوتا ہے۔

جب آپ دَجَّل کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا معنی ہے کسی چیز پر سونے کا ملمع چڑھانا۔ مثلاً ملمع شدہ گھڑیاں، جب آپ کسی سستی سی دھات پر سونے کی ملمع کاری کر دیتے ہیں تو اسے دجّل کہتے ہیں۔ لہٰذا دیکھنے میں وہ چیز سونے کی نظر آتی ہے، بظاہر خوبصورت مگر اندر سے بے کار۔ اور یہی دجال ہے۔ جو وہ ظاہر کرتا ہے وہ نہیں ہے بلکہ دراصل وہ مضر اور برا ہے۔ وہ کہے گا کہ وہ خدا ہے، وہ کہے گا کہ وہ دنیا میں امن لائے گا، وہ کہے گا کہ وہی صالح ہے مگر بالاصل وہی سب سے بدکار ہے اور وہ کافر ہے۔

نیز لفظ دجال کا معنی دھوکہ دینا، جھوٹ بولنا اور فریبی اور مکار بھی ہے اور یہ تمام معنی دجال پر منطبق ہوتے ہیں۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اس ایک لفظ میں یہ تمام معنی سموئے ہوئے ہیں اور اللہ رب العزت نے یہ نام اپنے نبی پر وحی کیا۔ اب ہم اس کے حلیے کی کچھ تفصیل ملاحظہ کرتے ہیں۔

دجال کا حلیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي قَدْ حَدَّثْتُكُمْ عَنْ الدَّجَّالِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوا إِنَّ مَسِيحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ قَصِيرٌ أَفْحَجُ جَعْدٌ أَعْوَرُ مَطْمُوسُ الْعَيْنِ لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ وَلَا حَجْرَاءَ فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ (ابو داود)

"میں دجال کے متعلق تمہیں اتنی باتیں بتا چکا ہوں کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ تم اسے یاد نہ رکھ سکو گے (تو یاد رکھو) مسیح دجال پستہ قد ہو گا، چلنے میں اس کے دونوں پاؤں کے بیچ فاصلہ رہے گا، اس کے بال گھونگھریالے ہوں گے، کانا ہو گا، آنکھ مٹی ہوئی ہو گی، نہ ابھری ہوئی اور نہ اندر گھسی ہوئی، پھر اس پر بھی اگر تمہیں اشتباہ ہو جائے تو یاد رکھو تمہارا رب کانا نہیں ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دجال کا ذکر کیا کرتے تھے اور اس کے بارے میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ مُنْذُ ذَرَأَ اللَّهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا حَذَّرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّال (ابن ماجه)

"کوئی فتنہ، جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو پیدا کیا، زمین میں دجال کے فتنے سے بڑھ کر نہیں ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو فتنۂ دجال سے ڈرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دجال کا اس قدر تذکرہ فرماتے تھے اور اتنی تفصیل سے اپنے صحابہ کو اس کے بارے میں بتاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ شاید لوگ آپ کی باتوں کو یاد نہ رکھ پائیں گے لہٰذا اس حدیث مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی کچھ واضح نشانیاں بیان فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھ کے بارے میں بتایا کہ نہ تو اس کی آنکھ پوری طرح خانۂ چشم کے اندر ہو گی اور نہ پوری باہر، بس اپنی جگہ پر ٹکی ہوئی ہو گی، اسے اس آنکھ سے کچھ دکھائی نہ دیتا ہو گا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا؟ کیونکہ دجال بالآخر یہ دعوی

کرے گا کہ وہی خدا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کا کانا ہونا اس کی پہچان کے لیے بہت اہم نشانی ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے:

مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ (بخاری)

”جو نبی بھی مبعوث کیا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو کانے جھوٹے سے ڈرایا، آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔“

اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ سب پڑھ سکیں گے۔“

یعنی یہ زبان اور خواندگی کی حد سے اوپر کی چیز ہے۔ مومن اس نشانی کو دیکھ کر جان لے گا کہ یہ شخص کافر ہے۔ اور درج ذیل حدیث، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توثیق فرمائی ہے، ہم اس حدیث کو تفصیل سے دیکھیں گے مگر فی الوقت اس کا ایک حصہ دیکھتے ہیں جو یہ ہے:

فَانطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا

”پھر ہم دوڑتے ہوئے (یعنی جلدی) ڈیرے میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے، ہم نے اتنا بڑا آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا۔“

تمیم داری جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں نے دجال کو دیکھا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک ایسا آدمی دیکھا کہ جس سے بڑے جثّے والا شخص ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یعنی وہ بہت عظیم الجثّہ تھا۔ جب کہ ابو داود کی حدیث جو ہم نے دیکھی، اس میں ہے کہ وہ پستہ قد ہو گا۔ جب ہم دجال کے خدوخال کے بارے میں پڑھتے ہیں تو بعض مرتبہ یہ باتیں مبہم ہو جاتی ہیں اور پھر اگر ہم مسیحیات کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اتنا سادہ اور آسان بھی نہیں ہے جتنا ہم گمان کرتے ہیں اور جیسا ہم سمجھتے ہیں، اس میں بعض پیچیدگیاں ہیں مگر جب وہ ظاہر ہو جائے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس کو پہچاننے کے لیے کافی شافی ہوں گی۔ فی الوقت وہ کون اور کیسا ہے؟ ممکن ہے کہ آج اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہ کی جاسکے مگر جب وہ آجائے گا، ظاہر ہو جائے گا تو چیزیں واضح ہو جائیں گی۔ جب آپ مختلف احادیث کو دیکھتے ہیں تو آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ ان کے درمیان تناقض ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ان میں دجال کے بارے میں مختلف باتیں بیان کی جارہی ہوتی ہیں۔

دجال بے اولاد ہو گا

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَائِدٍ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ لِي أَمَا قَدْ لَقِيتُ مِنْ النَّاسِ يَزْعُمُونَ أَنِّي الدَّجَّالُ أَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ لَا يُولَدُ لَهُ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَقَدْ وُلِدَ لِي (مسلم)

”حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں مکہ میں ابن صائد کے ساتھ رہا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں جن لوگوں سے ملا ہوں وہ گمان کرتے ہیں کہ میں دجال ہوں، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ دجال کی کوئی اولاد نہ ہو گی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا حالانکہ میری تو اولاد ہے۔“

پس دجال کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اس کی اولاد نہیں ہو گی۔ اس کے بارے میں یہ ایک اور بات ہمیں معلوم ہوئی۔

کیا دجال زندہ ہے؟

اب ایک سوال ہے کہ کیا دجال زندہ ہے؟ کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زندہ تھا اور کیا اب وہ زندہ ہے؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہ زندہ ہے۔ اور اب وہ کہاں ہے؟ تو اس کے بارے میں اب ہم بات کریں گے، نیز ہم ایک یہودی ابن صیاد کا ذکر بھی کریں گے۔ ابن صیاد مدینہ کا ایک یہودی تھا۔ وہ بہت کم عمری سے جنات، شیاطین، جن، جادو اور نجوم کا کام کرتا تھا۔ ابن صیاد دجال تھا یا نہیں؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سوال پیدا ہی کیوں ہوا اور اس سوال کا مقصد کیا ہے؟ اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ وہ دجال ہے حتیٰ کہ وہ اس پر قسم کھانے تک کو تیار تھے۔ مثلاً عمرؓ بن خطاب اور جابرؓ بن عبد اللہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اس شخص کی کچھ بات کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ وہ مدینہ کا ایک یہودی تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا تھا یا نہیں؟ اس کا اپنا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے مگر یہ سچ ہے یا نہیں، اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ البتہ اس کے ایک بیٹے کا نام عمارہ تھا اور وہ عالم تھے۔ علامہ ذہبی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس (ابن صیاد) کے ایک بیٹے یا اس کی اولاد میں سے کسی کا نام عمارہ تھا جو صالح مسلمان تھے اور تابعین میں کے بڑے عالم سعید بن مسیب کے شاگرد تھے۔ نیز امام مالکؒ نے ان سے بعض احادیث روایت کی ہیں اور امام مالکؒ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ پس اس کا بیٹا عمارہ تو مسلمان تھا مگر خود اس شخص کے بارے میں جاننے کے لیے ہم اس کے معاملے کو ذرا تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ ابن صیاد کی بات ہم نے اس لیے شروع کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی اس پر شک تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرما سکے کہ یہ شخص دجال ہے یا نہیں۔

”ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ دوسرے اصحاب کی معیت میں ابن صیاد کے پاس گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا ملا۔ ان دنوں ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا۔ اسے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر نہیں ہوئی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اسے معلوم ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن صیاد! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر بولا: ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں[یعنی ہم یہودیوں کے لیے آپ رسول نہیں ہیں۔ یہودی غیر یہودی اقوام کو ان پڑھ گردانتے تھے کہ ان کے پاس کتاب اللہ کا علم نہیں تھا]۔ پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ [کیونکہ یہ بات معروف تھی کہ ابن صیاد پر جنات وحی کرتے ہیں] وہ بولا کہ میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں [ابن صیاد کنایوں میں بات کرتا تھا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس چیز کی بات کر رہا ہے]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو تیرا سب کام گڈ مڈ ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اچھا! میں نے ایک بات دل میں رکھی ہے وہ بتلا۔ [آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آزمانا چاہتے تھے کہ یہ شخص جنات کے ساتھ معاملہ کر رہا ہے یا کچھ اور کر رہا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الدخان کا تصور کیا] اس نے کہا کہ وہ «دخ» ہے۔ [دخ آدھا لفظ ہے۔ اب یا تو ابن صیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے رہا تھا اس لیے اس نے آدھا لفظ بتایا اور یا جن اسے جو بات القا کر رہا تھا وہ نامکمل تھی] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چل دور ہو! تو اپنی بساط سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔ عمرؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ دجال ہے تو تُو اس پر غالب نہ ہو گا اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا مار ڈالنا تیرے لیے بہتر نہ ہو گا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ دجال ہے تو آپ اس کے قتل پر قادر نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ پوری دنیا میں اگر کوئی دجال پر قدرت پا سکتا ہے تو وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو یہ ویسے بھی اپنی حد سے باہر نہیں نکل سکتا لہٰذا اسے قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس شخص کی حقیقت کے بارے میں یقین نہیں تھے اور اس کی آزمائش فرما رہے تھے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقِيَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ هُوَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ مَا تَرَى قَالَ أَرَى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ وَمَا تَرَى قَالَ أَرَى صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا أَوْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْهِ دَعُوهُ (مسلم)

"حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ میں ابن صیاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کی ملاقات ہو گئی تو آپ نے اس سے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ) تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے پانی پر تخت دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے سمندر پر ابلیس کا تخت دیکھا ہے، اور کیا دیکھا؟ اس نے کہا میں نے دو سچوں اور ایک جھوٹے یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے اس لیے اسے چھوڑ دو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں مزید تحقیق کرنا چاہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے سننا چاہتے تھے کہ وہ اپنے آپ سے کیا باتیں کرتا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِي فِيهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ ابْنَ صَيَّادٍ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ أَيْ صَافِ وَهُوَ اسْمُهُ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ (بخاری)

"عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) ابی بن کعبؓ کو ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کھجور کے باغ میں تشریف لائے جس میں ابن صیاد موجود تھا۔ جب آپ باغ میں داخل ہو گئے تو کھجور کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ آپ چاہتے یہ تھے کہ اسے آپ کی موجودگی کا احساس نہ ہو سکے اور آپ اس کی باتیں سن لیں۔ ابن صیاد اس وقت اپنے بستر پر ایک چادر اوڑھے پڑا تھا اور کچھ گنگنا / بڑبڑا رہا تھا۔ اتنے میں اس کی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے تنوں کی آڑ لے کر آگے آرہے ہیں اور اسے (آگاہ کرنے کے لیے) پکارا، اے صاف! یہ اس کا نام تھا۔ ابن صیاد یہ سنتے ہی اچھل پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں نے اسے یوں ہی رہنے دیا ہوتا تو حقیقت کھل جاتی۔"

ابن صیاد کی ماں کے اسے پکارنے اور ابن صیاد کے ہوشیار ہو جانے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حقیقت نہیں جان پائے۔

ابن صیاد دجال تھا یا نہیں؟

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَحْلِفُ بِاللَّهِ أَنَّ ابْنَ الصَّائِدِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللَّهِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (متفق علیه)

”محمد ابن منکدر (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں! (حالانکہ ابن صیاد کا دجال ہونا صرف ظنی ہے نہ کہ یقینی) انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروقؓ کو سنا، وہ اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھاتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار نہیں فرمایا۔“

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ وَاللَّهِ مَا أَشُكُّ أَنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ (سنن ابو داؤد)

”حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمرؓ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح دجال (یہی) ابن صیاد ہی ہے۔“

عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَائِدٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا أَغْضَبَهُ فَانْتَفَخَ حَتَّى مَلَأَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلَى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللَّهُ مَا أَرَدْتَ مِنْ ابْنِ صَائِدٍ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا (مسلم)

”حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مدینہ کے ایک راستے میں ابن صیاد سے ملے۔ انہوں نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس نے اسے غصہ دلا دیا تو وہ اتنا پھول گیا کہ اس نے (پوری) گلی کو بھر دیا۔ پھر وہ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے۔ ان کو یہ خبر مل چکی تھی لہٰذا انہوں نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم ابن صیاد سے کیا چاہتے تھے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: دجال غصہ آ جانے کی وجہ سے ہی (اپنی حقیقی صورت میں) بر آمد ہو گا۔“

ابن صیاد کو جب غصہ آیا تو وہ غبارے کی طرح پھول گیا اور پورا راستہ اس کے وجود سے بھر گیا۔ دجال زندہ ہے مگر وہ پوشیدہ ہے اور معاملات دنیا میں اعلانیہ دخیل نہیں مگر جو چیز اس کے باہر نکلنے کا، اس کے ظاہر ہونے کا سبب بنے گی وہ شدید غصہ ہو گا۔ یہی بات ام المؤمنین حفصہؓ نے کی۔ پس بہت سے صحابہ سمیت ام المؤمنین حفصہؓ کو شک تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

ابن صیاد کو پسند نہیں تھا کہ لوگ اس کے بارے میں باتیں کریں اور اس پر دجال ہونے کا شک رکھیں۔ جس دور میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں شک تھا اس وقت تو وہ مسلمان نہیں تھا، بعد میں جب وہ مسلمان ہو گیا تو وہ لوگوں کی اپنے دجال ہونے کے حوالے سے تشویش کو پسند نہیں کرتا تھا۔

”حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کی غرض سے چلے اور ابن صائد ہمارے ساتھ تھا۔ ہم ایک جگہ اترے تو لوگ منتشر ہو گئے، میں اور وہ باقی رہ گئے۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا اس کی وجہ سے مجھے اس سے سخت وحشت و خوف آیا۔ اس نے اپنا سامان لا کر میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا تو میں نے کہا کہ گرمی سخت ہے، اگر تو اپنا سامان درخت کے نیچے رکھ دے (تو بہتر ہے)۔ پس اس نے ایسا ہی کیا پھر ہمیں کچھ بکریاں نظر آئیں تو وہ گیا اور ایک (دودھ کا) بھرا ہوا پیالہ لے آیا اور کہنے لگا: اے ابو سعید! پیو۔ میں نے کہا: گرمی بہت سخت ہے اور دودھ بھی گرم ہے، اور میں صرف اس کے ہاتھ سے دودھ لینا یا اس کے ہاتھ سے پینا نہیں چاہتا تھا اس لیے دودھ کا انکار کیا ورنہ اس انکار کی اور کوئی وجہ نہ تھی۔ اس پر اس نے کہا: اے ابو سعید! لوگ جو میرے بارے میں باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ایک رسی لے کر درخت کے ساتھ لٹکاؤں پھر اپنا گلا گھونٹ لوں۔ اے ابو سعید! جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مخفی ہے (ان کی تو الگ بات ہے)، اے انصار کی جماعت! تجھ پر تو پوشیدہ نہیں ہے، کیا تو لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ کی حدیث کو جاننے والا نہیں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کافر ہو گا اور میں مسلمان ہوں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا: وہ بانجھ ہو گا، اس کی کوئی اولاد نہ ہو گی، حالانکہ میں اپنی اولاد مدینہ میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ وہ مدینہ اور مکہ میں داخل نہ ہو گا، حالانکہ میں مدینہ سے آ رہا ہوں اور مکہ کا ارادہ ہے۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ قریب تھا کہ میں اس کے عذر قبول کر لیتا مگر پھر اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے پہچانتا ہوں اور اس کی جائے پیدائش سے بھی واقف ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ میں نے اس سے کہا: تیرے لیے سارے دن کی ہلاکت و بربادی ہو۔“

یہ اگلی حدیث بھی مسلم ہی کی ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے، صحابہ کی حدیث ہے کہ ابو سعید خدریؓ نے ابن صیاد سے کہا:

أَيَسُرُّكَ أَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ

”کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو ہی وہ آدمی (دجال) ہو؟ اس نے کہا: اگر یہ بات مجھ پر پیش کی گئی تو میں اسے ناپسند نہ کروں گا۔“

ابن صیاد کا معاملہ ابھی تک گڈ مڈ ہی ہے اور یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا۔

اس کے مخالف دلائل بھی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن صیاد دجال نہیں تھا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے اور طویل احادیث میں سے ایک ہے اور اسے مسلم نے روایت کیا ہے:

”فاطمہ بنت قیس جو ضحاک بن قیس کی بہن ہیں اور اولین مہاجرات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے پکارنے والے کی آواز سنی اور وہ پکارنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی تھا، وہ

پکار رہا تھا کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔ میں بھی مسجد کی طرف نکلی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں اس صف میں تھی جس میں عورتیں لوگوں کے پیچھے تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو منبر پر بیٹھے اور آپ ہنس رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنی نماز کی جگہ پر رہے۔ پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے تمہیں رغبت دلانے یا ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا، بلکہ اس لیے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا، وہ آیا اور اس نے بیعت کی اور مسلمان ہو گیا اور مجھ سے ایک بات بیان کی جو اس بات کے موافق ہے جو میں تم سے دجال کے بارے میں بیان کیا کرتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ وہ یعنی تمیم سمندر کے جہاز میں تیس آدمیوں کے ساتھ سوار ہوا جو لخم اور جذام [جو نصرانی عربوں کے قبیلے ہیں] کی قوم میں سے تھے۔ پس ان سے مہینہ بھر سمندر کی لہریں کھیلتی رہیں۔ پھر وہ لوگ سمندر میں، ڈوبتے سورج کی طرف، ایک جزیرے کے کنارے جا لگے۔ پس وہ جہاز سے پلوار (یعنی چھوٹی کشتی) میں بیٹھے اور جزیرے میں داخل ہو گئے۔ وہاں ان کو ایک جانور ملا جو کہ بھاری دم اور اس قدر بالوں والا تھا کہ اس کا اگلا پچھلا حصہ بالوں کے ہجوم سے معلوم نہ ہوتا تھا [گویا بالوں کی ایک گیند ہو]۔ لوگوں نے اس سے کہا: اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جسّاسہ ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ جسّاسہ کیا؟ اس نے کہا کہ اس مرد کے پاس چلو جو ڈیرے میں ہے، کہ وہ تمہاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم نے کہا کہ جب اس نے مرد کا نام لیا تو ہم اس جانور سے ڈرے کہ کہیں شیطان نہ ہو۔ تمیم نے کہا کہ پھر ہم دوڑتے ہوئے (یعنی جلدی) ڈیرے میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے، ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور دونوں زانو سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے کہا کہ اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا تم میری خبر پر قابو پا گئے ہو (یعنی میرا حال تو تم کو اب معلوم ہو جائے گا)، تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم عرب لوگ ہیں، سمندر میں جہاز میں سوار ہوئے تھے، لیکن جب ہم سوار ہوئے تو سمندر کو جوش میں پایا پھر ایک مہینے کی مدت تک لہریں ہم سے کھیلتی رہیں، پھر ہم اس جزیرے میں آ لگے تو چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ پس ہمیں ایک بھاری دم کا اور بہت بالوں والا جانور ملا۔ ہم اس کے بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا اگلا پچھلا حصہ نہ پہچانتے تھے۔ ہم نے اس سے کہا کہ اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں۔ ہم نے کہا کہ جساسہ کیا؟ اس نے کہا کہ اس مرد کے پاس چلو جو ڈیرے میں ہے اور وہ تمہاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ پس ہم تیری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں بھوت پریت نہ ہو۔ پھر اس مرد نے کہا کہ مجھے بیسان [شام کا ایک علاقہ ہے] کے نخلستان کی خبر دو۔ ہم نے کہا کہ تو اس کا کون سا حال پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کے نخلستان کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ پھلتا ہے؟ ہم نے اس سے کہا کہ ہاں پھلتا ہے۔ اس نے کہا کہ خبردار رہو عن قریب وہ نہ پھلے گا۔ اس نے کہا کہ مجھے طبرستان کے دریا [جو فلسطین میں ہے] کے بارے میں بتلاؤ۔ ہم نے کہا کہ تو اس دریا کا کون سا حال پوچھتا ہے؟ وہ بولا کہ اس میں پانی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس میں بہت پانی ہے۔ اس نے کہا کہ البتہ اس کا پانی عن قریب ختم ہو جائے گا [اللہ اعلم یہود اسے ختم کر دیں گے]۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے زُغَر کے چشمے کے بارے میں خبر دو۔ لوگوں نے کہا کہ اس کا کیا حال پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ کیا اس چشمے میں پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے اس سے کہا کہ ہاں! اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے امّیین کے پیغمبر [یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو خود بھی اُمّی تھے اور امّی قوم ہی کی طرف مبعوث کیے گئے تھے] کے بارے میں خبر دو کہ ان کا کیا معاملہ رہا؟ لوگوں نے کہا کہ وہ مکہ سے نکلے ہیں اور یثرب [یہ مدینہ کا قدیم نام ہے] گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ کیا عرب کے لوگ ان سے لڑے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ انہوں نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ [وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عربوں کے مابین جنگوں کا حال جاننا چاہتا تھا]، ہم نے کہا کہ وہ اپنے گرد و پیش کے عربوں پر غالب ہوئے اور انہوں نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے کہا کہ یہ بات ہو چکی؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ خبردار رہو! یہ بات ان کے حق میں بہتر ہے کہ پیغمبر کے تابعدار ہوں۔ اور البتہ میں تم سے اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح (دجال) ہوں۔ اور البتہ وہ زمانہ قریب ہے کہ جب مجھے نکلنے کی اجازت ہو گی۔ پس میں نکلوں گا اور سیر کروں گا اور کسی بستی کو نہ چھوڑوں گا جہاں چالیس رات کے اندر نہ جاؤں، سوائے مکہ اور طیبہ کے، کہ وہاں جانا مجھ پر حرام ہے یعنی منع ہے۔ جب میں ان دونوں بستیوں میں سے کسی کے اندر جانا چاہوں گا تو میرے آگے ایک فرشتہ بڑھ آئے گا اور اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہو گی، وہ مجھے وہاں جانے سے روک دے گا اور البتہ اس کے ہر ایک ناکہ (داخلی راستے) پر فرشتے ہوں گے جو اس کی چوکیداری کریں گے۔ (سیدہ فاطمہؓ نے کہا کہ) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے، طیبہ یہی ہے۔ یعنی طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ خبردار رہو! بھلا میں تم کو اس حال کی خبر دے نہیں چکا ہوں؟ تو صحابہ نے کہا کہ ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمیم کی بات اچھی لگی جو اس چیز کے موافق ہے جو میں نے تم لوگوں سے دجال اور مدینہ اور مکہ کے بارے میں بیان کی تھی۔ خبردار رہو کہ وہ شام یا یمن کے سمندر میں ہے [شام کا سمندر بحر روم اور یمن کا سمندر بحر احمر یا بحر عرب]۔ نہیں! بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کیا [یعنی دجال مدینہ کے مشرق کی سمت ہے، کہاں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں]۔"

اس حدیث میں ہمارے سیکھنے کے لیے بہت کچھ ہے، اس میں سے ایک یہ کہ دجال زندہ ہے اور تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کی تصدیق

کی۔ نیز یہ کہ دجال پوری دنیا کا چکر چالیس دن میں لگائے گا اور یہ کہ وہ پوری دنیا پر قبضہ کر لے گا، سوائے مکہ، مدینہ اور القدس کے۔

اب ہم دوبارہ ابن صیاد کے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ ابن صیاد کیسے دجال ہو سکتا ہے جب کہ تمیم داریؓ نے اسے مذکورہ جزیرے میں دیکھا تھا؟ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں یا انہوں نے کہا کہ میں نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور یہ ناممکن نہیں کہ وہ اس وقت اس جزیرے پر موجود ہو جب اور جہاں تمیم داری نے اسے دیکھا اور دیگر اوقات میں وہ مدینہ میں ہوتا ہو۔ مگر بعض علماء نے اس پر جرح کی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں ایک چھوٹا بچہ ہو اور پھر جزیرے میں ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ہو؟ امام شوکانیؒ نے ان تمام آراء کو جمع کیا اور پھر ان میں سے کچھ آراء کو بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے بارے میں لوگوں کی بہت سی آراء ہیں کیونکہ لوگ اس کے بارے میں شبہے کا شکار ہیں اور ہر ایک اس بارے میں ایک علیحدہ نقطۂ نظر رکھتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی متردد تھے کہ ابن صیاد دجال ہے یا نہیں۔ لہٰذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بارے میں پر یقین نہیں تھے تو ہم کیسے ہو سکتے ہیں؟ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کا قصہ پیچیدہ اور مشتبہ ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ ممکن ہے کہ وہ الدجال (المسیح الدجال) نہ ہو مگر وہ دجالوں میں سے ایک ہو سکتا ہے کیونکہ دجال کا معنی ہے جھوٹا، تو وہ ان میں سے ایک جھوٹا ہو سکتا ہے، لیکن کیا وہ المسیح الدجال ہے یا نہیں، یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ضمنی طور پر، عیسائی مذہب میں المسیح الدجال کو مسیح دشمن (Antichrist) کہتے ہیں جو کچھ غلط بھی نہیں ہے کیونکہ وہ مسیح دشمن ہے۔ کیونکہ وہ جس معنی میں مسیح کا لفظ استعمال کرتے ہیں اسی میں عربی زبان میں بھی استعمال ہوا ہے یعنی اس کا ایک معنی ممسوح (جس پر روغن وغیرہ ملا گیا ہو) ہے۔ پس ایک مسیح صادق ہیں یعنی عیسی ابن مریم علیہ السلام اور ایک جھوٹا مسیح ہے جسے مسیح دشمن کہتے ہیں اور جو دجال ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ ایک دلچسپ قصہ بیان کرتے ہیں مگر راویوں کی کڑی میں ایک راوی سے ابن حجر واقف نہیں ہیں۔ روایت بیان کرنے والے کو راویوں کے سلسلے میں ایک ایک راوی کے بارے میں جاننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ سچا ہے یا نہیں۔ اگر پورے سلسلے میں ایک راوی بھی نامعلوم ہو تو وہ حدیث ضعیف سمجھی جاتی ہے۔ پس ابن حجر کی روایت میں ایک ہی فرد ہے کہ جو نامعلوم ہے باقی سب کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بااعتماد اور سچے ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی، اصفہان میں ہونے والا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم نے اصفہان فتح کیا (اصفہان وسطی ایشیا میں ہے) تو ہمارے اور (اصفہان میں بسنے والے) یہود کے مابین تھوڑا سا ہی فاصلہ تھا۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ یہود جشن منا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ جشن کس سلسلے میں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا بادشاہ، جو عربوں کو شکست دے گا، آج یہاں آیا ہے۔ میں ایک مکان کی چھت پر سو گیا اور صبح میں نے اس چھت سے دیکھنا چاہا کہ ان کا بادشاہ کون ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا بادشاہ تو ابن صیاد ہے۔ وہ مدینہ سے اصفہان آیا تھا، پھر وہ شہر میں داخل ہو گیا اور پھر کبھی وہاں سے نہیں نکلا۔ یہ واقعہ اس وقت مزید دلچسپی کا حامل ہو جاتا ہے جب ہم اس حدیث پر نظر ڈالتے ہیں کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال خراسان سے نکلے گا (اور خراسان اصفہان سے بہت قریب ہے) اور اس کے ساتھ اصفہان کے ستّر ہزار یہودی ہوں گے۔ یہ قصہ بہت دلچسپ ہے کہ ابن صیاد مدینہ سے اصفہان گیا اور پھر کبھی وہاں سے نہیں نکلا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال اس علاقے سے نکلے گا۔ البتہ ہم اس قصے کو بعینہ نہیں قبول کر سکتے کیونکہ اس کے راویوں کے سلسلے میں سے ایک راوی نامعلوم ہے۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کا معاملہ پیچیدہ ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ کا خیال تھا کہ وہ دجال ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا حتی کہ آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہو گیا کہ وہ دجال نہیں ہے مگر وہ جھوٹا اور جادوگر ضرور ہے جو شیاطین سے تعلقات رکھتا ہے (یا ان کی عبادت کرتا ہے)۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو واضح ہے کہ ابن صیاد وہ دجال نہیں ہے جو آخر الزمان میں نکلے گا اور اس کا ثبوت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث ہے جو اس معاملے میں قاطع ہے۔ پس ابن کثیر کے مطابق ابن صیاد دجال نہیں ہے۔ سو آپ نے دیکھا کہ علماء اس بارے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں، واللہ اعلم۔

ابن صیاد کے ساتھ کیا ہوا؟

ابو داود کی روایت ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ

فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ

''ہم نے آخری مرتبہ ابن صیاد کو یوم الحرۃ میں دیکھا۔''

یوم الحرۃ وہ جنگ تھی جو بنو امیہ کے دور میں مدینہ میں ہوئی۔ ابن صیاد کہاں چلا گیا، یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

دجال کہاں سے نکلے گا؟

ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد کی حدیث ہے جسے علماء نے صحیح قرار دیا ہے،

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ

''ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے۔''

واللہ اعلم خراسان یا ایران میں ہے اور یا وسطی ایشیا میں۔ موجودہ ایران میں ایک علاقے کا نام خراسان ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خراسان ایک بڑے علاقے کو کہا جاتا تھا جس میں وسطی ایشیا کے بہت سے علاقے شامل ہو جاتے تھے۔

دجال کہاں کہاں جائے گا؟

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ وہ پوری دنیا گھومے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

فتنۂ دجال

مسند احمد کی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنْ الدَّجَّالِ

''حضرت آدم کی پیدائش سے قیامت کے درمیانی وقفہ میں دجال سے زیادہ کوئی بڑا واقعہ نہیں ہے۔''

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ (مسلم)

''اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہو گی اور (در حقیقت) اس کی دوزخ جنت اور اس کی جنت جہنم ہے۔''

وہ ایسی نعمتیں پیش کرے گا جو دنیا میں جنت جیسی معلوم ہوں گی اور ایسی ایسی تعذیب دے گا جو مثل جہنم معلوم ہو گی اور اس طریقے سے بھی وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ حدیث میں فرما رہے ہیں کہ اس سے دھوکہ نہ کھانا کہ اس کی جنت جہنم اور اس کی جہنم جنت ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت ذیل کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ مِنْهُ مَعَهُ نَهْرَانِ يَجْرِيَانِ أَحَدُهُمَا رَأْيَ الْعَيْنِ مَاءٌ أَبْيَضُ وَالْآخَرُ رَأْيَ الْعَيْنِ نَارٌ تَأَجَّجُ فَإِمَّا أَدْرَكَنَّ أَحَدٌ فَلْيَأْتِ النَّهْرَ الَّذِي يَرَاهُ نَارًا وَلْيُغَمِّضْ ثُمَّ لْيُطَأْطِئْ رَأْسَهُ فَيَشْرَبَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ (مسلم)

''جو کچھ دجال کے ساتھ ہو گا اسے میں خود اس کی نسبت بھی زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کے ساتھ دو بہتی ہوئی نہریں ہوں گی۔ دونوں میں سے ایک میں بظاہر سفید رنگ کا پانی ہو گا اور دوسری بظاہر بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی۔ اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس نہر کی طرف آئے جسے وہ آگ (کی طرح) دیکھ رہا ہے اور اپنی آنکھ بند کرے پھر اپنا سر جھکائے اور اس میں سے پیے تو وہ ٹھنڈا پانی ہو گا۔''

فتنۂ دجال کی مثالیں

ذیل کی حدیث میں اس کا فتنہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور سبحان اللہ! انسان غور کرے تو احساس ہوتا ہے کہ کس قدر شدید فتنہ ہو گا جس سے اس دور کے لوگ آزمائے جائیں گے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا۔ آپ نے (اس کے ذکر کے دوران) کبھی آواز دھیمی کی کبھی اونچی کی، یہاں تک کہ ہمیں ایسے لگا جیسے وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ جب شام کو ہم آپ کے پاس (دوبارہ) آئے تو آپ نے ہم میں اس (شدید تاثر) کو بھانپ لیا۔ آپ نے ہم سے پوچھا: ''تم لوگوں کو کیا ہوا ہے''؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! صبح کے وقت آپ نے دجال کا ذکر فرمایا تو آپ کی آواز میں (ایسا) اتار چڑھاؤ تھا کہ ہم نے سمجھا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے تم لوگوں (حاضرین) پر دجال کے علاوہ دیگر (جہنم کی طرف بلانے والوں) کا زیادہ خوف ہے، اگر وہ نکلتا ہے اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو تمہاری طرف سے اس کے خلاف (اس کی تکذیب کے لیے) دلائل دینے والا میں ہوں گا اور اگر وہ نکلا اور میں موجود نہ ہوا تو ہر آدمی اپنی طرف سے حجت قائم کرنے والا خود ہو گا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ (خود نگہبان) ہو گا۔ وہ گچھے دار بالوں والا ایک جوان شخص ہے، اس کی ایک آنکھ بے نور ہے [ہم نے پہلے ایک حدیث پڑھی جس میں یہ تذکرہ تھا کہ اس کی ایک آنکھ جلد سے ڈھکی ہوئی ہو گی اور دوسری آنکھ اس کے چہرے پر باہر کی طرف ابھری ہوئی ہو گی]۔ میں ایک طرح سے اس کو عبد العزیٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں، تم میں سے جو اسے پائے تو اس کے سامنے سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ عراق اور شام کے درمیان ایک رستے سے نکل کر آئے گا۔ وہ دائیں طرف بھی تباہی مچانے والا ہو گا اور بائیں طرف بھی [یعنی پوری دنیا میں تباہی پھیرے گا]۔ اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا''۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ زمین پر کتنی مدت رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چالیس دن تک۔ ایک دن ان میں سے ایک سال کے برابر ہو گا اور دوسرا ایک مہینے کے اور تیسرا ایک ہفتے کے اور باقی دن جیسے یہ تمہارے دن ہیں۔'' (تو ہمارے دنوں کے حساب سے دجال ایک برس دو مہینے چودہ دن تک رہے گا) [اس موقع پر جب کہ نبی کریم صحابہ کرام سے دجال کے بارے میں بات فرما رہے تھے، صحابہ کرام نے ایک دلچسپ سوال پوچھا۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ انہوں نے کیا پوچھا ہو گا جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک دن سال، دوسرا مہینے اور تیسرا ایک ہفتے کے برابر ہو گا؟ انہیں کس بات کا خیال اس وقت آیا ہو گا؟ انہیں اپنی نمازوں کی فکر ہوئی۔ دجال کے فتنے کی شدت کے بارے میں سنتے ہوئے بھی انہیں اپنی نماز کی فکر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

نماز ان کے لیے کس قدر اہم تھی اور وہ اپنی نمازوں کی ادائیگی کی کس قدر پرواکرتے تھے]۔ اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ!جو دن سال بھر کے برابر ہو گا اس دن ہم کو ایک ہی دن کی نماز کفایت کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں!تم اندازہ کر لینا اس دن میں بقدر اس کے یعنی جتنی دیر کے بعد ان دنوں میں نماز پڑھتے ہو اسی طرح اس دن بھی اندازہ کر کے پڑھ لینا۔“ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!زمین میں اس کی سرعت رفتار کیا ہو گی؟ آپ نے فرمایا:”بادل کی طرح جس کے پیچھے ہوا ہو۔[اس بات سے میں نے اندازہ کیا کہ اس کی رفتار بہت تیز ہو گی]۔ وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا، وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی باتیں مانیں گے تو وہ آسمان (کے بادل) کو حکم دے گا، وہ بارش برسائے گا اور وہ زمین کو حکم دے گا تو وہ فصلیں اگائے گی۔ شام کے اوقات میں ان کے جانور (چراگاہوں سے) واپس آئیں گے تو ان کے کوہان سب سے زیادہ اونچے اور تھن انتہائی زیادہ بھرے ہوئے اور کوکھیں پھیلی ہوئی ہوں گی(پیٹ بھرے ہونے کی وجہ سے)۔[اسے دنیاوی مال ومتاع اور رزق کے خزانوں پر قدرت حاصل ہو گی۔ اس کے حکم سے آسمان بارش برسائے گا اور زمین پیداوار اگائے گی۔ یہ دجال کا فتنہ ہے۔لوگ متاع دنیا سے محبت کرتے ہیں اور دجال اسی رستے سے ان کے پاس آئے گا اور اسی کے ذریعے ان کو دھوکہ دے گا] پھر ایک (اور) قوم کے پاس آئے گا اور انہیں (بھی) دعوت دے گا۔ وہ اس کی بات ٹھکرادیں گے۔[تو وہ آسمان کو ان کے اوپر بارش برسانے سے اور زمین کو ان کے لیے پیداوار اگانے سے روک دے گا اور ان کے مویشی مر جائیں گے] تو وہ قحط کا شکار ہو جائیں گے۔ وہ انھیں چھوڑ کر چلا جائے گا(اس حال میں کہ)ان کے مال مویشی میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھ میں نہیں ہو گی۔ وہ (دجال) بنجر زمین میں سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: اپنے خزانے نکال! تو اس (بنجر زمین) کے خزانے اس طرح (نکل کر) اس کے پیچھے لگ جائیں گے جس طرح شہد کی مکھیاں بڑی مکھی کے گرد ہجوم کرتی ہیں[اس کے محض ایک اشارے سے زمین کے خزانے اس طرح اس کے پیچھے چل پڑیں گے جس طرح جب ملکہ مکھی اپنے چھتے سے نکلتی ہے تو باقی مکھیاں اس کے پیچھے ہجوم کرتی ہیں]۔ پھر وہ ایک بھرپور جوان کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر(یکبارگی) دو حصوں میں تقسیم کر دے گا جیسے نشانہ بنایا جانے والا ہدف (یکدم ٹکڑے ہو گیا) ہو۔ پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔“[وہ ایک انسان کو قتل کرے گا، اسے دو حصوں میں تقسیم کر دے گا اور پھر اسے بلائے گا تو وہ اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر اس کے پاس چلا آئے گا]۔“

یہ اللہ کی مشیت اور دجال کا فتنہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے کہ اللہ اس شخص کو مافوق الفطرت قوتیں عطا کرے گا تاکہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو آزمائے اور یہی فتنہ دجال ہے۔ ہمیں کبھی بھی دجال کے فتنے کو ہلکا نہیں سمجھنا چاہیے۔ اور میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ اس فتنے کی شدت کو سمجھنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر منطبق کر کے سوچیں۔ مثلاً ایک عبادت باجماعت نماز ہے۔ ہم بہت سی دیگر مثالیں بھی لے سکتے ہیں مگر فی الوقت یہ مثال دیکھتے ہیں۔ ہم اکثر باجماعت نماز میں سستی دکھاتے ہیں اور ہمیشہ ہی ہمارے پاس اسے چھوڑنے کا کوئی نہ کوئی عذر موجود ہوتا ہے۔ اب اپنے آپ سے سوال پوچھیں کہ اگر ہر مرتبہ نماز باجماعت میں شرکت کرنے پر آپ کو پچاس ڈالر ملیں، جیسے ہی آپ مسجد میں داخل ہوں آپ کو پچاس ڈالر کا نوٹ تھمادیا جائے تو کیا آپ اتنی ہی باجماعت نمازیں قضا کریں گے جتنی ابھی کرتے ہیں؟ اپنے آپ سے سوال پوچھیں کہ پچاس ڈالر کا نوٹ آپ کو باجماعت نماز پر مجبور کرے گا یا نہیں؟ ہم تو صرف نماز باجماعت کے لیے پچاس ڈالر کی بات کر رہے ہیں جبکہ دجال کے ساتھ تو دنیا بھر کے سونے چاندی کے خزانے ہوں گے۔ اور جو شخص اس کی پیروی کرے گا اسے وہ ہر اس چیز سے نوازے گا جس کی اسے خواہش ہو گی اور جو اس کی پیروی سے انکار کرے گا اس سے وہ اس کے پاس موجود تمام نعمتیں چھین لے گا۔ ہمیں عبادت سے کیا چیز روکتی ہے؟ دنیا کی محبت۔ چند روپے فی گھنٹہ کمانے کی محبت ہمیں اللہ کی عبادت سے روکتی ہے جبکہ یہ رقم ان خزانوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جو دجال اپنی پیروی کے بدلے پیش کرے گا۔ ہم تو بہت تھوڑی قیمت پر عبادات چھوڑ بیٹھتے ہیں، پس غور کریں تب کیا ہو گا جب دجال عبادات کے چھوڑنے پر منہ مانگی نعمتیں پیش کرے گا اور جو اس کی بات نہیں مانے گا اسے قلاش کر کے رکھ دے گا؟ لہٰذا فتنہ دجال ناصرف مال و دولت کے لحاظ سے بڑا فتنہ ہے بلکہ اس کی سحر انگیزی اور اس کے پاس موجود شان و شوکت، قوت، اور اختیار بھی بہت بڑا فتنہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تمام نادان اور جاہل لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے گا نیز جن لوگوں کا ایمان کمزور ہو گا وہ اس کے اس فتنے کی وجہ سے اس کی پیروی کریں گے۔ بخاری کی ایک حدیث ہے جسے سیدنا ابو سعیدؓ نے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

”ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان فرمائی۔ آپ کے ارشادات میں سے یہ بھی تھا کہ: دجال آئے گا اور اس کے لیے ناممکن ہو گا کہ وہ مدینہ کے راستوں میں داخل ہو، چنانچہ مدینہ کے قریب کسی شوریلی زمین پر قیام کرے گا۔ اس دن اس کے پاس ایک مرد مومن جائے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہو گا۔ وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی تھی۔ اس پر دجال (وہاں موجود لوگوں سے) کہے گا: تم ہی بتاؤ اگر میں اسے قتل کر دوں، پھر اسے زندہ کروں تو کیا تمہیں میرے معاملے میں کوئی شک وشبہ باقی رہے گا؟ لوگ کہیں گے: نہیں، چنانچہ دجال اس کو قتل کر دے گا، پھر اسے زندہ کرے گا۔ اب وہ آدمی کہے گا: اللہ کی قسم! آج سے زیادہ مجھے تیرے معاملے میں پہلے اتنی بصیرت کبھی حاصل نہیں تھی۔ اس کے بعد دجال اسے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔[اللہ رب العزت اس کی حفاظت فرمائیں گے کیونکہ اس نے اپنے ایمان اور اللہ پر اپنے توکل کا ثبوت

دے دیا پس اللہ رب العزت مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے کی قوت رکھنے والے دجال کو اس پر غلبہ نہیں دیں گے اور دجال اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا]۔"

اس حصے کی آخری حدیث:

وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَقُولَ لِأَعْرَابِيٍّ أَرَأَيْتَ إِنْ بَعَثْتُ لَکَ أَبَاکَ وَأُمَّکَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَبُّکَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَتَمَثَّلُ لَهُ شَيْطَانَانِ فِي صُورَةِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَقُولَانِ يَا بُنَيَّ اتَّبِعْهُ فَإِنَّهُ رَبُّکَ (ابن ماجه)

"اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے والدین کو زندہ کر دوں تو کیا تو تسلیم کرلے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا: ہاں۔ (فوراً) دو شیطان اس کے ماں باپ کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور اسے کہیں گے: بیٹا! اس کی پیروی کر، یہ تیرا رب ہے۔"

فتنۂ دجال بہت بڑا فتنہ ہے۔ دجال سے متعلق ہمارا موضوع تقریباً مکمل ہو چلا ہے۔

فتنۂ دجال سے حفاظت کیسے ممکن ہے؟

ایمان: یہ انتظار نہ کریں کہ جب دجال آجائے گا تو ہم اپنے ایمان پر محنت کریں گے، آپ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں گی تو جس کے دل میں پہلے سے ایمان نہیں ہوگا، اس وقت ایمان لانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ان میں سے ایک دجال ہے۔ لہٰذا جب دجال ظاہر ہو جائے گا تو اس کے ظہور کے بعد انسان جس قدر بھی اپنے ایمان میں ترقی کی کوشش کرے گا وہ اسے فائدہ نہیں دے گی اگر اس کے ظہور سے قبل اس شخص کے دل میں ایمان نہیں تھا۔ تب پانی سر سے گزر چکا ہوگا۔ ایمان کو دجال کے آنے سے پہلے ہی قوی ہونا چاہیے۔ ایک مرتبہ جب دجال ظاہر ہو جائے گا تو ایمان کے حصول اور اس کے بڑھوتری کی کوشش بے کار ہوگی۔ ہمیں پہلے ہی خبر دار کر دیا گیا ہے۔

استعاذہ: اللہ رب العزت سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ایک دعا فرمایا کرتے تھے، اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ دعا نماز کے واجبات میں سے ہے، بعض علماء یہ کہتے ہیں سب کے سب نہیں، اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس دعا کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں تشہد کے بعد، سلام پھیرنے سے قبل یہ دعا فرمانا شامل تھا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

"اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنے کا معمول تھا، لہٰذا ہمیں بھی اس کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سورۂ کہف کی ابتدائی یا آخری آیات کی تلاوت کرنا: مسلم کی حدیث جو ہم نے پڑھی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے:

فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ

"جو اسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔"

سورۂ کہف کی ابتدائی آیات ہی کیوں؟ اس کی تفصیل میں کوئی حدیث نہیں ہے، میں صرف آپ کے خیالات جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کیوں پڑھی جانی چاہیے ہیں؟ اس بارے میں چونکہ کوئی حدیث نہیں ہے اس لیے یقین سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر میرا یہ خیال ہے کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اصحاب کہف کے بارے میں ہیں اور اصحاب کہف وہ تھے جنہوں نے فتنے کا مقابلہ کرنے کی بجائے فتنے کے مقام کو چھوڑ دیا۔ عمومی طور پر مسلمانوں کو برائی کا مقابلہ کرنے اور اسے ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ جہاد فی الاسلام کی بنیاد ہے مگر اصحاب کہف نے اس فتنے کا سامنا نہیں کیا بلکہ اس سے فرار کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے اپنی پوری قوم اپنے پورے معاشرے کو چھوڑ دیا، کیوں؟ کیونکہ وہ فتنہ اتنا بڑا تھا کہ ان کے لیے اس کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس قدر بڑے فتنے کا سامنا کرنے میں انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اپنے ایمان سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ اگر انسان کو کسی جگہ اپنا آپ ہی خطرے میں نظر آنے لگے تو اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہیے اور اپنی حفاظت سب سے پہلے کرنی چاہیے۔ یہ ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی حفاظت کو سب سے پہلے یقینی بنائیں۔ اصحاب کہف اپنا ملک چھوڑ گئے کیونکہ ان کا بادشاہ اور تمام عوام کافر تھے اور ان کی دعوت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، لہٰذا انہوں نے اپنی قوم کو چھوڑا اور ایک پہاڑی غار میں جا ٹھکانہ کیا۔ سبحان اللہ! آپ مماثلت ملاحظہ فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی بھی دجال کے بارے میں سنے تو کبھی اس سے ملنے نہ جائے۔ کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہوئے اس سے ملنے جائے گا اور جب واپس آئے گا تو کافر ہو چکا ہوگا، ان شبہات کی وجہ سے جو دجال اس کے دل میں ڈالے گا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر خود کو اس سے بچائیں گے۔ یہ قصہ اصحاب کہف کے قصے سے بہت مماثلت رکھتا ہے۔ اصحاب کہف چند تھے اور پوری قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لہٰذا فتنے کی جگہ سے

نکل گئے اور فتنہ دجال ایسا ہو گا کہ پوری دنیا دجال کی پیروکار بن جائے گی، تو آپ کس کس کا سامنا کریں گے، مقابلہ تو اور دور کی بات ہے؟ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سامنا کرنے کی بجائے ہر ممکن حد تک اس سے پہلو تہی کی جائے اور اپنے آپ کو بچایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے دیکھنے اس سے ملنے نہ جاؤ، اس دجل کی وجہ سے، دھوکے اور فتنے کے اس ساز و سامان کی وجہ سے جو اس کے ساتھ ہے، کیونکہ وہ الدجال ہے، دغاباز، مکار، فریبی، دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا، اس کے پاس فریب میں مبتلا کرنے کے لیے اس قدر طاقت اور صلاحیت ہو گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سامنا کرنے سے منع فرما دیا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ پھر وہ شخص کہ جس کا حدیث میں تذکرہ ہے کہ وہ دجال کے سامنے گیا...... تو ہر شخص اس پائے کا ایمان نہیں رکھتا جیسا اس شخص کا ہو گا۔ وہ قوی ایمان والوں کی ایک مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس دور کے لوگوں میں بہترین ہو گا، مگر ہر ایک اس قدر پختہ ایمان نہیں رکھتا لہٰذا لوگ دجال کے جھانسے میں آ جائیں گے، لہٰذا اگر آپ کو اپنی حفاظت کی فکر ہے تو اس مقام سے چلے جائیں۔

ایک اور حدیث میں سورۂ کہف کی آخری آیات کا تذکرہ ہے۔ یہ مختلف روایات ہیں۔

دجال کا سامنا کرنے سے گریز کرنا: اس بارے میں ہم بات کر چکے ہیں۔ سنن ابی داؤد کی حدیث ہے:

مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ فَوَاللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنْ الشُّبُهَاتِ أَوْ لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنْ الشُّبُهَاتِ

”جو شخص دجال کے متعلق سنے تو اس سے دور رہے، اللہ کی قسم! آدمی اس کے پاس آئے گا جب کہ وہ سمجھتا ہو گا کہ وہ صاحب ایمان ہے، مگر ان شبہات کی بنا پر جو اس کی طرف سے اٹھائے جائیں گے، اس کی اتباع کر بیٹھے گا۔“

ہمارے پاس دجال سے حفاظت کے چار طریقے ہیں: ایمان، استعاذہ، سورۂ کہف کی تلاوت اور دجال سے گریز۔ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات کی تلاوت دجال سے حفاظت کے لیے مسنون ہے، لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دس آیات یا پوری سورت ہی حفظ کر لی جائے۔

دجال کا خاتمہ

بے شک دجال کا فتنہ اس قدر بڑا ہو گا مگر جھوٹ کی زندگی جتنی بھی طویل ہو بہر حال اس کا پول کھل کر رہتا ہے۔ جھوٹ کو دوام نہیں ہے۔ الدجال محض جھوٹ اور فریب سے عبارت ہے اور اس کا فریب اور فتنہ ایک حد تک اس کے کام آئے گا، اس کے بعد نہیں۔ آخر میں وہ ڈھے جائے گا اور یہی اس کا اختتام ہو گا۔ مگر وہ دنیا میں اس قدر تباہی مچانے کے بعد ہی ختم ہو گا کہ قریباً تمام دنیا اس کی پیروکار ہو گی۔ اسے کوئی روک نہیں سکے گا اور نہ ہی کوئی اس کا مقابلہ کر سکے گا۔ اس دور میں مہدی موجود ہوں گے مگر وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ وہ مومنین کے ساتھ القدس میں اپنے قلعوں میں دجال سے چھپے ہوئے ہوں گے۔ ان کے پاس اس سے مقابلے کی قوت نہیں ہو گی حتیٰ کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں گے۔ جس طرح اللہ رب العزت نے دجال کو مافوق الفطرت قوتیں عطا فرمائیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ قوت عطا فرمائیں گے کہ وہ محض اپنی نظر کے ذریعے ہی دجال کو قتل کرنے پر قادر ہوں گے۔ ایک حدیث میں ان کی نظر اور دوسری میں ان کے سانس کا ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر اور ان کا سانس دجال کو برف کی طرح پگھلانے کے لیے کافی ہو گا۔ اور یہ وہ معجزہ ہو گا جو اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائیں گے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجیں گے، ان کی شکل عروہ بن مسعود کی سی ہے۔ وہ دجال کو ڈھونڈیں گے اور اس کو ماریں گے۔“

مسند احمد کی حدیث ہے:

يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ

”دجال کو حضرت عیسیٰ باب لد نامی جگہ پر قتل کریں گے۔“

باب لد فلسطین میں ہے جہاں دجال قتل ہو گا۔ دجال کا قصہ یہاں ختم ہوا۔

جمہوری سیاست سے اسلام نہیں آنے والا!

”علما نے ۴۸ سال انتخابی اور جمہوری سیاست میں ضائع کر دیے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس طرح ۴۸ ہزار سال میں اسلام نہیں آ سکتا!“

مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ

(خطباتِ شامزئی، ص ۲۰۳)

مجاہد کے لیے آداب

☆☆☆☆☆۲۱۔ امیر کو چاہیے کہ ہمیشہ سمجھ دار افراد سے مشورہ کیا کرے، جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لشکر کی مسئولیت کے لیے یزید بن ابی سفیان کے انتخاب کا ارادہ کیا تو ان کو نصیحت کرتے وقت فرمایا: حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور معاذؓ بن جبل کے ساتھ مشورہ کیا کرو اور ان کے مشورے کے بغیر ایک کام بھی نہ کیا کرو۔

۲۲۔ امیر میں بہترین تدبیر اور تجربے کی صلاحیت ہونی چاہیے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الحرب خدعة۔ جنگ دھوکہ ہے، مطلب یہ کہ کمین لگائیں، تعارض کیا جائے اور دشمن کو ہر وقت دھوکہ دیا جائے۔

۲۳۔ امیر اور حاکم کے لیے لازم ہے کہ قیدیوں اور جاسوسوں کے مارنے میں جلدی نہ کرے اور ان کے حق میں کسی کی بات کو بھی نہ مانا جائے، بلکہ ان کے مسئلے پر بہترین سوچ و فکر کیا جائے، کیونکہ قتل میں غلطی کی نسبت معافی میں غلطی کرنا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ ۝ (سورۃ الحجرات: ۶)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو حد کی سزا سے بچاؤ اگر مسلمان (ملزم) کے لیے بچاؤ کا ذرا بھی کوئی موقع نکل آئے تو اس کی راہ چھوڑ دو یعنی اس کو بری کر دو کیونکہ امام یعنی حاکم و منصف کا معاف کرنے میں خطا کرنا، سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔"

دعائیں

ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص صبح و شام "بسم الله الذي لايضر مع اسمه شيء في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم" تین بار پڑھے تو کسی بھی قسم کی چیز اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

جب مجاہدین جہاد کے لیے روانہ ہوں تو یہ دعا پڑھیں: "اللهم أنت عضدي ونصيري بك أجول و بك أصول وبك أقاتل" (رواه ترمذي)

جب تعارض / حملے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھے: "اللهم منزل الكتاب ومجرى السحاب وهازم الأحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم" (رواه البخاري)

جب دشمن کے حملے کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے: "اللهم انا نجعلك فی نحورهم ونعوذبک من شرورهم" (رواه ابن حبان)

جب مجاہدین دشمن کے گھیرے میں آ جائیں تو یہ دعا پڑھیں: "اللهم استرعوراتنا و آمن روعاتنا" (رواه احمد)

جب مجاہدین کو ایک جگہ کامیابی مل جائے، تو ان کا امیر آگے کھڑا ہو اور مجاہدین اس کے پیچھے کھڑے ہو جائیں اور یہ دعا پڑھیں:

"اللهم لك الحمد كله لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا هادي لما أضللت ولا مضل لمن هديت ولا معطي لما منعت ولا مانع لما أعطيت ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت اللهم ابسط علينا من بركاتك ورحمتك وفضلك ورزقك اللهم اني أسئلك النعيم المقيم الذي لا يحول ولا يزول اللهم اني أسائلك الأمان يوم الخوف اللهم اني عائذ بك من شر ما أعطيتنا ومن شر ما منعتنا اللهم حبب الينا الايمان وزينه في قلوبنا وكره الينا الكفر والفسوق والعصيان واجعلنا من الراشدين اللهم توفنا مسلمين والحقنا بالصالحين خير حزايا ولا مفتوحين اللهم قاتل الكفرة الذين يكذبون بيوم الدين ويكذبون برسلك ويصدون عن سبيلك واجعل عليهم رجزك وعذابك اله الحق آمين۔ (رواه النسائي)

عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'جو دن کے آغاز میں سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے، تو پورے دن کے حاجات اس کے پورے ہوں گے'۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم وصلى الله على خير خلقه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين!

[تمّت بالخير]

تالیف: أبو البــراء الإبّـي
وجہ نمبر: اٹھارہ (18)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبّی کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

اٹھارہویں وجہ: مجاہد نوجوان کا خود اپنے آپ کی تربیت کرنے سے لاپرواہی

نہ قرآن کی تلاوت کرے۔ نہ نماز اپنے وقت پر ادا کرے۔ نہ نوافل کا اہتمام کرے۔ چاہے تہجد ہو یا نفلی روزہ۔ اپنے آپ سے لاپرواہ ہے حالانکہ وہ مجاہد جوانوں کے ساتھ منسلک ہے۔ صرف اپنے ظاہر کو ان کی طرح بنایا ہے۔ اسے 'کھوکھلی دینداری' کہہ سکتے ہیں۔

کھوکھلی دینداری کے معنی ہیں کہ:

کہ ظاہراً تم انسان کو دیکھو تو تمہیں دیندار نظر آئے۔ لیکن عبادتوں میں کوتاہی کرتا ہے۔ چاہے جس قسم کی بھی ہو۔

چاہے فرض عبادت چھوڑے یا سستی اور کاہلی سے ادا کرے۔ یا عبادت میں لذت محسوس نہ ہو۔ یا نوافل نہ ادا کرے۔ یا ان میں سے بہت چھوڑ دے۔

بلکہ بعض تو فرض نماز وقت گزر جانے کے بعد قضا ادا کرتے ہیں۔ میں ایسے افراد کو جانتا ہوں جن کی یہ عادت تھی۔ میں نے سنا ہے کہ قید خانہ میں داعش سے منسوب ایسا شخص بھی ہے جو ظہر، عصر اور مغرب اکٹھی پڑھتا تھا اور وہ بھی مغرب کے بعد، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایک ایسا ہے جسے فجر کی نماز کے لیے اٹھایا جاتا ہے تو کہتا ہے میں تاخیر سے پڑھوں گا۔

اس بیماری کی بعض علامات:

١. نیند کی وجہ سے فرض نماز چھوڑ دینا۔ خصوصاً فجر اور عصر۔
٢. نماز میں خشوع وخضوع کا فقدان۔
٣. نماز کے لیے جلدی تیاری نہ کرنا۔
٤. نماز کے بعد سنتوں کو ادا نہ کرنا۔ اور نفلی روزے اور نمازوں میں کوتاہی۔
٥. قرآن کی تلاوت نہ کرنا۔ اور اسے حفظ نہ کرنا۔
٦. صبح وشام کے اور دیگر مسنون اذکار نہ کرنا۔
٧. برے اخلاق اور برا تعامل۔
٨. نصیحت کو قبول نہ کرنا۔
٩. لاپرواہی کو پسند کرنا اور کسی چیز میں منضبط نہ ہونا۔
١٠. وقت کا بے فائدہ کاموں میں ضیاع۔
١١. زیادہ ہنسنا۔
١٢. کھیل کود اور تفریح میں مشغول رہنا۔
١٣. علم حاصل کرنے میں عدم سنجیدگی۔
١٤. اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ تعلق رکھنا۔
١٥. خوشنمائی کا حد سے زیادہ خیال رکھنا۔
١٦. برائیوں سے نہ روکنا۔
١٧. وعدہ خلافی۔
١٨. جاہلیت کی اثرات سے اپنے آپ کو پاک نہ کرنا۔
١٩. فتوی میں تقوی نہ اختیار کرنا اور شبہات کو اختیار کرنا۔
٢٠. صلۂ رحمی نہ کرنا۔
٢١. اہل خانہ اور اولاد کی تربیت میں کوتاہی۔
٢٢. رات کو دیر تک جاگے رہنا۔
٢٣. لڑائی جھگڑے میں دلچسپی اور چاپلوسی کی کثرت۔ یہ علم کے بھول جانے، دل کی سختی اور وقت کے ضیاع کا سبب ہے۔

اپنے نفس کی تربیت کی بہترین جگہ میدان جہاد ہے۔ اللہ سید قطب پر رحم فرمائے کہ انہوں نے فرمایا: "یہ قرآن اپنے اسرار صرف ان لوگوں پر منکشف کرتا ہے جو اس کے ذریعے جنگوں میں کودتے ہیں۔ اور جو اس ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں جس ماحول میں یہ پہلی دفعہ نازل ہوا"۔

اس لیے علمائے سلف اور معاصرین میں سے اہل نظر وفکر نے اس مسئلہ کی طرف توجہ دی۔ دیکھیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جس کے گناہ بہت زیادہ ہوں تو اس کے لیے سب سے بہترین دوا جہاد ہے۔“

شیخ محمد امین مصری فرماتے ہیں: ”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جہاد کیسے ممکن ہے جبکہ مسلمان تتر بتر ہیں۔ جاہل ہیں۔ اپنے دین کے روح سے دور ہیں۔ تو ان کا جواب یہ ہے کہ: اس سب کا علاج یہ ہے کہ جہاد کے میدان میں داخل ہوا جائے“۔ یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا ﷫: ”تربیت کا بہترین میدان جہاد کا میدان ہے“۔ اور فرماتے ہیں: ”تزکیۂ نفس اور عمل میں اخلاص کی تربیت اسلامی جماعت اور جہاد کے میدانوں میں ہونی چاہیے۔ اولین مسلمانوں کی تربیت اسی طرح ہوئی تھی“۔ اور فرماتے ہیں: ”اہم نقطہ جو ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی جماعت کی اور اس کے افراد کے نفوس کی تربیت پر عملی جہاد کا کیا اثر ہوتا ہے...... جو امت مشکلات کا سامان کرتی ہے اور تکالیف جھیلتی ہے اور اس کے فرزند مسلسل جدوجہد اور لگاتار جہاد میں رہتے ہیں۔ وہ ایسی امت ہے جسے زندہ رہنے کا حق ہے اور وہ ہے جس کے لیے بقا اور کامیابی لکھی جاتی ہے“۔ اور فرماتے ہیں: ”اولین مسلمانوں کے وقت میں عملی جہاد کے ساتھ ساتھ روحانی جہاد بھی ہوتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بھی یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوئے۔ عملی جہاد مسلمانوں کی تربیت، ان کے دلوں میں اونچی سوچ اور بہترین اخلاق راسخ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ تھا“[1]۔

شیخ ابو مصعب سوری، اللہ انہیں رہائی عطا کرے اگر وہ قید میں ہوں اور شہداء میں قبول فرمائے اگر قتل کر دیے گئے ہوں، فرماتے ہیں:

”ایسے سخت جان افراد کی تربیت ناگزیر ہے جن کو کوئی بھی لالچ نہ پھسلا سکے۔ جو نہ اپنوں اور نہ غیروں کے ہاتھوں خریدے اور فروخت کیے جا سکیں۔ ایسے ہیروں کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے جو جاہلی معاشرے کے تیزاب میں حل نہ ہو سکیں۔ ان معاشروں کے خراب حالات میں خود بھی پگھل نہ جائیں۔ ایسے سخت جان جو معاشرے اور دعوت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکیں۔ ہمیں ایسی مضبوط شاخیں درکار ہیں جو معاشرے کی ہواؤں کے ساتھ نہ مڑ جاتی ہوں۔ اور معاشرے کی خواہشات کے ساتھ نہ بہہ جاتی ہوں۔

اسلامی لشکر کا فتح عراق اور فتح فارس کے دور میں دریائے دجلہ پر سے اس وقت گزرنا جب کہ اس میں طغیانی آئی ہوئی تھی ہمیشہ مؤرخین کے لیے حیران کن رہا اور انہیں اس کی توجیہ سمجھ نہ آئی۔ پورے لشکر کا دجلہ کو ایسے پار کر جانا کہ اس میں سے کوئی شخص نہ کم ہو۔ لیکن اس سے زیادہ شاندار اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس لشکر نے دریائے دجلہ سے کہا بڑے سمندر، روم اور فارس کی تہذیبوں کے سمندروں کو بھی پار کیا لیکن نہ اس کے اخلاق میں کمی آئی اور نہ دین میں کوئی کمی آئی۔

جب اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو ذلیل کیا اور اس کا تخت اس سے چھین لیا تو اس کی جگہ حضرت سلمان فارسی ﷛ کو اقتدار ملا۔ کسریٰ تو رویا کرتا تھا کہ میرے پاس تو صرف ہزار باورچی رہ گئے ہیں۔ اتنے کم کے ساتھ میں کیسے جی سکتا ہوں؟ جبکہ حضرت سلمان، فارس کے مسلمان امیر ایک دن میں ایک ہی درہم خرچ کر پاتے تھے۔“

☆☆☆☆☆

بقیہ: شیخ خبیب سوڈانی

یعنی ان کے دلوں کو صبر و ثبات اور اطمینان سے بھر دے گا اور ان کے اجسام پر صبر نازل کرے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ یہ ایک کریم ذات کا وعدہ ہے جو اپنے وعدے میں سچا ہے کہ جو شخص اپنے قول و فعل سے اس کی مدد کرے گا اس کا رب اس کی مدد و نصرت کرے گا اور اسے ثابت قدمی جیسے فتح کے اسباب فراہم کرے گا۔“

آخر میں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اسلام کے مرکز جزیرۂ عرب کو اور باقی مسلم ممالک کو دین کے تمام دشمنوں کی نجاست سے پاک کرے اور ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو دین کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کام میں ہماری اعانت فرمائے۔

اے اللہ! اے ذوالجلالِ والاِکرام! ہر جگہ اپنے مجاہد فی سبیل اللہ بندوں کی مدد فرما اور ہمارے دلوں کو زندہ فرما اور دین کے تمام دشمنوں کے خلاف ہمیں متحد فرما۔ اے اللہ! اپنے دشمنوں کو ذلیل کر دے، اور ان کے دلوں میں دہشت طاری کر دے، اور ان کے قدموں کے نیچے زمین ہلا کر رکھ دے۔ اے قوی و عزیز اللہ! ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔

وآخرُ دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاةُ والسلام على نبينا محمدٍ وعلى آله وصحبِه أجمعين۔

☆☆☆☆☆

[1] ادارۃ التوحش۔

وَيلٌ للعرب من شرٍ قد اقترب

عربوں کے لیے خرابی ہے اس برائی میں جو قریب آچکی ہے

الشیخ المجاہد خبیب سوڈانی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمدُ لله رب العالمين، والصلاةُ والسلامُ على نبينا محمد الصادقِ الأمين، وعلى آله وصحبِه أجمعين. أما بعد.

دنیا بھر میں بسنے والے اور خصوصاً جزیرۂ عرب میں رہنے والے میرے مسلمان بھائیو!

آج میں آپ سے ان آفات اور آزمائشوں کے بارے میں بات کروں گا جو جزیرۂ عرب میں صبح وشام ہمیں سننے دیکھنے کو مل رہی ہیں اور جو کچھ ہم سے پوشیدہ ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جزیرۂ عرب کو اللہ تعالیٰ نے نزولِ وحی کا مقام ہونے کی فضیلت بخشی ہے اور اسے ختمِ نبوت ورسالت کی سرزمین بنایا اور اس سرزمین پر خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اس سرزمین کو ایسی خصوصیات تفویض فرمائیں ہیں جو زمین کے کسی دوسرے مقام کو عطا نہیں کیں اور اسے ایک ایسی سرزمین بنایا جسے مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم کی پناہ گاہ یا رہائش گاہ بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس (مبارک سرزمین) کے شایانِ شان ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”میں ضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا یہاں تک کہ (یہاں) مسلمانوں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔“ (رواہ مسلم)

نہ صرف یہ بلکہ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جو آخری احکامات دیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا جائے اور یہ کہ اس میں اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرمایا:

> ”مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔“ (متفق علیہ)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”جزیرۂ عرب میں دو دین نہیں رہیں گے۔“ (رواہ مالک وغیرہ)

یہ اور دیگر احادیث اس مقام کے تقدس اور اسلام اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کی اہمیت کی واضح نشاندہی کرتیں ہیں اور اسے ہر مذہب کے کفار کے نجس وجود سے پاک کرنے اور انہیں اس سرزمین کی بے حرمتی کرنے اور اس کے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل جانے سے روکنے پر دلالت کرتیں ہیں۔

لہٰذا علماء نے اس باب میں اور اس سرزمین کی اہمیت اور اس کی خصوصیات، جو صرف اسی خطے سے مخصوص ہیں، کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔ اور انہی کوششوں میں سے ایک تین دہائیاں قبل لکھی گئی علامہ شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ کی کتاب ہے جو حجم کے لحاظ سے تو چھوٹی ہے، لیکن اپنی نوعیت اور اپنے موضوع کی اہمیت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے فرمایا ہے:

> ”جس شخص نے بھی جزیرۂ عرب کے تقدس سے بے حرمتیوں کی طرف ’تبدیلی کے رجحان‘ کا مشاہدہ کیا ہے اس نے دیکھا کہ اسلام میں جزیرۂ عرب کی خصوصیات کی طرف توجہ مبذول کرائی جانی چاہیے، جس کی بنیاد ’وطنی‘ علاقائی وابستگی یا نسلی عرب قومی تعلق یا قبائلی عصبیت پر نہیں ہے بلکہ اسلامی بندھن اور عقیدے کے بھائی چارے کے اثرات پر ہے تاکہ یہ سرزمین تمام مسلمانوں کے لیے روشنی کا مرکز رہے اور اس مسئلے میں (شریعت میں) دلائل وارد ہوئے ہیں۔“ (جزیرۂ عرب کی خصوصیات۔ اشاعت: ۱۴۰۹ھ)

انہوں نے اپنی کتاب میں یہ بھی کہا ہے:

> ”لہٰذا اہلِ بصیرت پر اس سرزمین کی اعتقادی حیثیت واضح ہے اور اس کے تقدس کے احیاء کی ضرورت ہے جس سے اسے محروم کر دیا گیا ہے، اور اس کی دفن شدہ حرمت کو دوبارہ زندہ کرنا ہوگا، تاکہ یہ دیکھایا جا سکے کہ شریعت نے جزیرۂ عرب کو اس کی قیادت، اس کی زمین، اس کے باسیوں اور اس کی دعوت میں کس طرح ایک مستقل آزاد حیثیت سے نوازا ہے، اور اس کا احیاء عین نبوی منہج کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ کسی اور طریقے سے۔“

میں ہر مسلمان کو نصیحت کرتا ہوں کہ دینِ اسلام میں اس سرزمین کی اہمیت جاننے کے لیے اس کتاب کو پڑھے۔

انتہائی قابل افسوس بات ہے کہ اس کے حکمرانوں نے اس کی کسی بھی خصوصیت کو مد نظر رکھے بغیر یا اس میں بسنے والے اہلِ اسلام کو خاطر میں لائے بغیر اس کی حرمت کو پامال کیا ہے اور بدترین کاموں سے اس کے تقدس کی بے حرمتی کی ہے۔ باوجود اس کے کہ جزیرۂ عرب میں پوری دنیا کے مسلمانوں کی مقدس ترین جگہیں یعنی حرمین شریفین موجود ہیں۔

پس انہوں نے اسلام کے اس قلعے کو صریح قبضے میں دیتے ہوئے جزیرۂ عرب کو امریکی صلیبیوں اور دیگر کافر فوجیوں کے لیے ایک کیمپ بنا دیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ مقدس خطہ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کے غیر اخلاقی اور گناہوں سے آلودہ کاموں کا ایک گڑھ بن گیا ہے جس میں وہ گانے، رقص و سرور، عریانیت اور کھیل کود کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور دنیا بھر کے بد قماش لوگوں اور طوائفوں کا خیر مقدم کیا جاتا ہے تاکہ وہ اسلام کی اس سرزمین پر قدم رکھیں اور اس میں فساد برپا کریں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل!

خلاصہ یہ کہ جزیرۂ عرب اسلام کے ہر دشمن کے لیے ایک اجازت نامہ بن چکا ہے۔ اس سرزمین پر اس کے حکمران یہودیوں اور عیسائیوں کے سرغنوں کا استقبال کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان حکمرانوں میں سے ایک عیسائیوں کے سرغنہ یعنی ویٹیکن کے پوپ کا استقبال کرتا ہے اور اس طرح پوپ کو جزیرۂ عرب کی سرزمین پر ایک عیسائی اجتماع منعقد کرنے کا موقع دیتا ہے اور پوپ اس اجتماع میں ایک نئے مذہب کی دعوت دیتا ہے جس کا نام اس نے ابراہیمی مذہب رکھا ہے اور دوسری طرف (قطر میں) کافروں کا سب سے بڑا اکٹھ کرنے کے لیے مسلمانوں کے دو سو بیس ارب ڈالر ضائع کر دیے جاتے ہیں۔ ورلڈ کپ کے نام پر لوگوں کے ہجوم کو ایک اہم انسانی موقع قرار دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا ورلڈ کپ ایک انسانی موقع ہے جس پر دو سو بیس ارب ڈالر خرچ کیے جائیں؟ یمن، صومالیہ، عراق، شام اور دیگر مسلم ممالک میں پناہ گزین کیمپوں اور بے گھر افراد میں بھوک، سردی، بیماری اور بے گھر ہونے والے لاکھوں مسلمانوں کے مصائب کے وقت یہ نام نہاد انسانیت کہاں چلی جاتی ہے جبکہ برسوں سے سیٹلائٹ چینلز کی اسکرینوں پر یہ (دردناک) مناظر دکھائے جا رہے ہیں۔

دو سو بیس ارب ڈالر یعنی دو سو بیس ہزار ملین ڈالر۔ خدا کے بندو! اگر اسے یمن کی تین کروڑ کی تمام آبادی میں تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے ہر فرد کے حصے میں سات ہزار ڈالر سے زیادہ آئے گا اور اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ہر خاندان پانچ افراد پر مشتمل ہے تو ہر خاندان کا حصہ پینتیس ہزار ڈالر بنتا ہے یعنی ایک لاکھ تیس ہزار سے زیادہ سعودی ریال۔ تو ہر خاندان کا سربراہ چالیس ہزار ریال (۳۰ لاکھ روپے) سے ایک مناسب گھر بنا سکتا ہے، اور بقیہ نوے ہزار ریال (۶۵ لاکھ روپے) سے وہ ایک ایسا کاروبار کر سکتا ہے جس سے وہ کمائے اور اپنے اور اس کے اہل خانہ کے لیے اللہ کے فضل سے ایک مہذب زندگی کو یقینی بنائے۔

اگر ہم بحث کی خاطر یہ فرض کر لیں کہ ورلڈ کپ ایک بڑا انسانی موقع ہے جو کھیل کے میدانوں، ان کی سہولیات، انفراسٹرکچر اور ورلڈ کپ کی دیگر غیر معمولی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس بڑی رقم کو خرچ کرنے کا مستحق ہے، تو اے قطر کے حکمران! کیا اس رقم کا دسواں حصہ بھی مستقل رہائشی یونٹوں کی تعمیر پر خرچ کرنا زیادہ مفید اور بہتر نہیں ہو گا تاکہ ایک دہائی سے زیادہ عرصہ سے شام کے خیموں میں مقیم لاکھوں بے گھر مسلمان بھائیوں کو دوبارہ آباد کیا جا سکے؟ اے قطر کے حکمران! اگر تم نے بجٹ اور سیاسی حساب کتاب کی بنیاد پر ماضی میں ایسا نہیں کیا تو کیا زلزلے کے المناک مناظر تمہیں اس آفت سے بے گھر ہونے والوں کی آبادکاری پر فراخدلی سے خرچ کرنے پر مجبور کریں گے جس طرح تم نے ورلڈ کپ پر خرچ کیا تھا؟ یا اے خلیجی ریاستوں کے حکمرانو! کیا مسلمانوں کے بڑے سانحات پر ہمیشہ کی طرح روٹیوں کے چند ٹکڑے، دردکش دواؤں کی خوراکیں، چند درجن ہوائی پل اور مزید خیمے، کمبل اور کھانے کی ٹوکریاں لے کر جاؤ گے۔

یہ رقم جو قطر کے حکمران نے اس 'بڑے انسانی موقع' پر ضائع کی ہے، امت مسلمہ کے ضائع کیے گئے ان اربوں ڈالروں کے اموال کی ایک ہلکی سی جھلک ہے جسے جزیرۂ عرب کے حکمرانوں نے لگژری مقابلوں، تہواروں اور تفریحی صنعت پر، جس سے خلیجی ریاستیں بھری پڑی ہیں، ضائع کیا ہے۔ البتہ اس میں تیل اور گیس کی ان سیکڑوں ارب ڈالر کی چوری شدہ رقوم شامل نہیں جو کئی دہائیوں سے امریکی بینکوں کے خزانے میں ڈالی جا رہی ہیں۔

اے اللہ کے بندو! ہر ایک کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور ان گھناؤنے جرائم پر کوئی نکیر نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں روکنے کے جرأت مندانہ عملی اقدامات کرتا ہے۔ اور یہ خلیجی حکمران ہمارے سامنے اللہ کی شریعت میں تبدیلی، کافروں کے ساتھ وفاداری، ہر اُس چیز سے دشمنی جو محض نام کی یا رسمی طور پر ہی اسلامی ہو، علماء، مصلحین اور مجاہدین کو قید کرنا، سیکولرز، لبرلز اور دینِ اسلام کے ہر دشمن کو سہولیات فراہم کرنا اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ اور سلف صالحین اور بعد والے نیک لوگوں پر طعن کرنے کے لیے وسائل اور طریقے فراہم کرنے جیسے شرمناک افعال سرانجام دے رہے ہیں۔

پس ان حکمرانوں کو معزول کرنا اور ان کے خلاف خروج کرنا اور ان کے ان اقدامات سے اظہارِ براءت کرنا واجب ہے، اور اس کے واجب ہونے پر علماء کا اجماع ہے، کیونکہ یہ حکمران کفر بواح (واضح کفر) کے مرتکب ہوئے ہیں جو ان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”علماء اس بات پر متفق ہیں کہ کسی کافر کے لیے امامت منعقد نہیں ہو سکتی اور اگر کسی امام پر کفر ثابت ہو جائے تو اسے معزول کر دیا جائے گا“۔ آگے فرمایا۔ ”اگر وہ کفر کا یا شریعت میں تبدیلی کا ارتکاب کرے تو وہ ریاست کی

حکمرانی کا اہل نہیں رہے گا اور اس کی اطاعت ختم ہو جائے گی۔ اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس کے خلاف اقدام کریں اور اسے معزول کریں اور اگر ممکن ہو تو ایک امام عادل مقرر کریں اور اگر ایسا صرف ایک فرقے کے ساتھ ہوتا ہے تو انہیں بھی کافر کو معزول کرنے کے لیے اقدام کرنا ہو گا۔"

تمام دنیا میں بسنے والے مسلمانوں پر بالعموم اور جزیرۂ عرب کے مسلمانوں پر بالخصوص اس لازمی فریضے کی ادائیگی واجب ہے اور علماء، طلباء، مبلغین اور مصلحین کے لیے ضروری ہے کہ وہ حکمرانوں کے ان جرائم پر خاموش نہ رہیں اور عام مسلمانوں کے سامنے ان کی اصلیت بیان کریں اور مسلمانوں کو ان حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے کی تحریض دلائیں اور ان کی اطاعت نہ کرنے اور ان سے اور ان کی فوجوں اور سکیورٹی فورسز سے تعاون نہ کرنے پر ابھاریں۔

سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان برائیوں پر خاموشی اور ان پر نکیر نہ کرنا، ان حکمرانوں کو معزول کرنے اور ان کے خلاف خروج سے کہیں زیادہ بُرا اور نقصان دہ ہے جس کا گمراہ لوگ خیالی تصور کرتے ہیں......

پس اے مُوَحّد مسلمانو! اے خالدؓ، مصعبؓ اور مثنیؓ کے جانشینو!، آج تم ان عظیم برائیوں کو بدلنے کے لیے ایک بڑی جنگ کا سامنا کر رہے ہو، تم میں سے کوئی بھی اس جنگ سے دستبردار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس سے منہ موڑ سکتا ہے۔

یہ ایک ایسی جنگ ہے جس کی طرف سب سے بڑھ کر آپ کا دین آپ کو بُلاتا ہے، ایک ایسی جنگ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ آپ نے اس میں کیا کردار ادا کیا اور کیا کارنامہ انجام دیا۔ لہٰذا اس میں تاخیر نہ کیجیے۔ درحقیقت اس امت پر اس وقت ذلت کو مسلط کیا گیا جب اس کے لوگ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کو پورا کرنے میں ناکام ہو گئے اور ان میں سب سے بڑا فریضہ جہاد (فی سبیل اللہ) ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو یہ جنگ لڑنے کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑے گی اور اس کے بہت بھاری نتائج برآمد ہوں گے۔ لیکن آپ کے پاس یہ جنگ لڑنے کے سواء اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ بلاشبہ آج آپ کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ یا تو آپ یہ لازمی فریضہ ادا کرنے کے نتائج اور تکالیف پر صبر کریں گے یا خود کو مزید اس گمراہی، فساد، فحاشی، عریانی اور لادینیت پھیلانے پر راضی رکھیں گے جو جزیرۂ عرب کے حکمران خصوصاً بن سلمان، بن زاید اور بن مکتوم اپنے پاگل پن سے پھیلا رہے ہیں، ان کا مقصد آپ کی مسلمان بیٹیوں اور نوجوانوں کو دین سے محروم کرنا ہے۔ اور مؤخر الذکر راستے پر چل کر آپ خود کو مزید خوف، ذلت، بے عزتی اور مصیبت پر راضی رکھیں گے جس کے بدلے یہ حکمران عیاشیاں کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اللہ کے عذاب، انتقام اور غضب کا انتظار کریں گے۔ اور آپ کے ارد گرد جو آفات، تباہیاں اور سانحات ہو رہے ہیں انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ سے اور اس خوشحال شخص سے، جو دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے، زیادہ دور نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (سورۃ آل عمران: ۱۳۷)

"تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں۔ تو تم زمین میں سیر کرکے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔"

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (٧٨) كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (سورۃ المائدۃ: ۷۸-۷۹)

"جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داوٗدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کیے جاتے تھے۔ اور برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلاشبہ وہ بُرا کرتے تھے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (سورۃ الانفال: ۲۵)

"اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں گناہگار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْ قَالَ: الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ عَمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ» رواه ابنُ ماجة وصححهُ الألباني

"لوگ جب ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں اور اسے نہ روکیں" یا فرمایا کہ "منکر کو دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ کی طرف سے ان سب پر عذاب نازل ہو جائے۔"

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ» رواه مسلم

"تم میں سے جو شخص کسی خلافِ شرع امر کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھوں سے روکے اور اگر وہ اتنی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان کے ذریعہ سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ، وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ» رواه مسلمٌ في صحيحه

"مجھ سے پہلے اللہ نے جتنے نبی بھیجے، ان کی امت میں سے ان کے حواری اور ساتھی ہوتے تھے، جو ان کی سنت پر عمل اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے، جو ایسی باتیں کہتے، جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔"

اے ملت اسلامیہ اور جزیرۂ عرب کے مسلمانو! ہم مکرر یہ عرض کرتے ہیں کہ جزیرۂ عرب اسلام کا مرکز ہے جس میں مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات یعنی حرمین شریفین ہیں۔ یہ مجرم حکمران اس خطے میں فساد برپا کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں سے اس خطے کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ کے دشمنوں کو یہاں کے اجازت نامے جاری کر رہے ہیں۔ اس سب صورتِ حال میں ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم خاموش اور ساکن رہیں گے اور ان بڑی برائیوں کے باوجود زندگی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے یا ہم پختہ عزم و ارادہ کر کے ان کا انکار کرنے میں پہل کریں گے اور ان مرتد حکمرانوں اور ان کے کافر سرپرستوں کے پلڑے اٹھائیں گے۔ اور اسلام کے مرکز جزیرۂ عرب کو ان کی نجاست اور پلیدگی سے پاک کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو پورا کریں گے: "مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو"۔

اے میرے مسلمان بھائیو! اپنے دین، اپنے مقدسات اور دنیا بھر کے مسلمان بھائیوں کے تئیں جو لازمی فریضہ ہم پر عائد ہوتا ہے اس کی انجام دہی میں ہم بہت بے عملی اور کاہلی کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ اب ہمیں ایک دوسرے کے بازوؤں کو مضبوط کرنا ہے، اپنی آستینیں چڑھانی ہیں اور فرض کی ادائیگی کے لیے اپنا سامان تیار کرنا ہے، دین کی نصرت میں تعاون کرنا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ تاکہ ہمیں اور ہماری مسلم امت کو ان بھول بھلیوں سے نجات مل سکے۔ اور اللہ کی قسم! اگر ہم اس کے لیے کھڑے ہو جائیں تو اللہ ہمارے ساتھ ہو گا اور وہ ہمیں کافی ہو گا اور دشمنوں کے خلاف ہمارا مددگار ہو گا۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ (آل عمران: ۱۶۰)

"اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے اس کے بعد تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو تو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔"

اور فرمایا:

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (الحج: ۴۰)

"اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ توانا ہے غالب ہے۔"

اور فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ (محمد: ۷)

"اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔"

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ جب مسلمان اقامتِ دین، دعوتِ دین اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کے لیے اللہ کی مدد کریں گے اور ان کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور ان کو ثابت قدم رکھے گا۔

(باقی صفحہ نمبر 31 پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

PR_113_AQS

تاریخ:14 رمضان المبارک ۱۴۴4ھ بمطابق 5اپریل 2023ء

القدس تا ہندوستان...... ایک امت...... ایک دشمن...... ایک جنگ

مسجدِ اقصیٰ اور ہندوستان کی مساجد و مدارس پر ہونے والے حالیہ حملوں کے تناظر میں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

ایسے وقت میں کہ جب امتِ مسلمہ رمضانِ کریم کی بابرکت ساعتوں سے مستفیض ہورہی تھی، تو ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی نظر میں مبغوض و مغضوب ترین قومِ یہود سے تعلق رکھنے والے اسرائیلی فوجی، قبلۂ اول اور سیّد الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ اسریٰ و معراج، مسجدِ اقصیٰ پر حملہ آور ہوگئے۔ مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی کی گئی، قرآنِ کریم کے نسخوں کو زمین پر پھینکا گیا، انبیاء کے مصلّے کے قالینوں کو جلایا گیا، نمازیوں کو الٹا لٹا کر ان کے ہاتھ اور پیر باندھے گئے، نمازیوں پر تشدد کیا گیا جس کے نتیجے میں ایک درجن سے زائد اہلِ ایمان زخمی ہوئے اور باحجاب مسلمان خواتین کو مارا پیٹا گیا، مسجدِ اقصیٰ کے صحن میں ان عفت مآب بہنوں کو گھسیٹا گیا اور ان کے حجاب لہو سے تربتر کیے گئے۔ شریعتِ الٰہی اور کتاب اللہ 'قرآنِ کریم' کی منکر اور انبیاء اللہ کی قاتل قومِ یہود کا مسجدِ اقصیٰ پر یہ حملہ تادمِ تحریر تین روز سے جاری ہے۔ یہودی ربیوں کے ایک گروہ نے چند دن قبل یہ اعلان کیا تھا کہ جو لوگ امسال یہودِ نامسعود کے ایامِ پیساح (اس سال ۵ اپریل تا ۱۳ اپریل) میں مسجدِ اقصیٰ کے دالان میں دنبہ ذبح کریں گے تو ایسے افراد کو چند سو سے چند ہزار ڈالر تک کے انعامات دیے جائیں گے۔ اس یہودیوں کے گروہ نے امریکی پشت پناہی میں کام کرتی اسرائیلی حکومت کی آشیر باد سے یہودیوں کو مسجدِ اقصیٰ پر حملہ کرنے کی بھی تحریض دلائی۔

دوسری طرف اہالیانِ توحید کی سرزمینِ ہندوستان کے مختلف مقامات پر مشرک ہنودِ نامسعود نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کے اواخر اور دوسرے عشرے کے اوائل میں کئی مساجد و مدارس پر حملے کیے۔ جشنِ رام نوامی کے دوران راجستھان میں ایک مسجد پر بھگوا جھنڈا لہرایا گیا، بہار میں مدرسۂ عزیزیہ پر حملہ کر کے آگ لگا دی گئی اور قرآنِ عظیم الشان کے نسخوں کے علاوہ ساڑھے چار ہزار کتابوں کو آگ لگا دی گئی، اترکھنڈ میں نمازِ تراویح پڑھتے مسلمانوں پر بجرنگ دَل کے دہشت گردوں نے حملہ کر دیا اور گجرات میں مساجد پر پتھراؤ کیا گیا۔ بجرنگ دَل کے بھگوا دہشت گردوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بے ادبی سے لیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ جاری رکھنے کا اعلان کیا اور بیت اللہ کو گرا کر اور مکہ معظمہ کو تہہ تیغ کر کے وہاں 'مکہ دیشور' مندر بنانے کی ہذیان بکی۔

القدس میں مسجدِ اقصیٰ پر حملے سے تمام اہلِ ایمان کے دل چھلنی ہیں اور یہی حال بہار تا راجستھان کے مدارس و مساجد کی بے حرمتی کے نتیجے میں بھی تمام عالَمِ اسلام میں بستے اہلِ ایمان کا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ القدس سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہاد فی سبیل اللہ سے فتح ہوا اور بعد اَز قبضۂ اہلِ صلیب بھی صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں جہاد فی سبیل اللہ ہی سے ختم ہوا۔ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے قوتِ جہاد فی سبیل اللہ ہی سے سندھ کا علاقہ فتح کر کے سرحداتِ ہند میں قدم رکھا اور محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں مثلِ ہبل سومنات کا بت توڑا اور سالوں پر محیط سترہ جہادی مہمات سر کر کے ہندوستان کو اسلام کا گہوارا بنایا۔

بیت المقدس میں قبلۂ اول مسجدِ اقصیٰ کی آزادی سے ایودھیا کی بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر تک کا طریق جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ القدس تا ہندوستان ایک ہی توحید و رسالت پر ایمان رکھتی امتِ مسلمہ بستی ہے، اس امت اور اس کے دین، دینِ اسلام کا دشمن ایک دشمن ہے جو کہیں اہلِ شرک کی صورت میں ہے اور کہیں یہود کی صورت۔ اسلام کے خلاف عالمی جنگ میں سبھی دشمنانِ اسلام کا عالمی پشت پناہ طاغوتِ اکبر امریکہ ہے جو اسرائیل کا سب سے بڑا حامی اور مددگار بھی ہے۔ اس امت کا جہاد بھی ایک جہاد ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر ایمان کے بعد اس امت کے لیے سب سے بڑا پشت پناہ اور فوز و فلاحِ دنیوی و اخروی کا ضامن عمل، عملِ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ پس بھگوا ہنودِ نامسعود ہوں یا امریکی پشت پناہی میں لڑتے یہودِ نامسعود کے مظالم، ان کا جواب جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ان قبیح افعال کی مذمت کی راہ بھی درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے!

امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الفتن' میں حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے جو غزوۂ ہند اور بیت المقدس کے تعلق کو بھی واضح کرتا ہے:

> ''بیت المقدس کا ایک بادشاہ ہندوستان کی طرف ایک لشکر روانہ کرے گا۔ مجاہدین سر زمین ہند کو پامال کر ڈالیں گے، اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیں گے، پھر بادشاہ ان خزانوں کو بیت المقدس کی تزئین و آرائش کے لیے استعمال کرے گا۔ وہ لشکر ہندوستان کے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر اس بادشاہ کے روبرو پیش کرے گا۔ اس کے مجاہدین بادشاہ کے حکم سے مشرق و مغرب کے درمیان کا سارا علاقہ فتح کر لیں گے۔ اور دجال کے خروج تک ہندوستان میں قیام کریں گے۔''

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على نبينا الأمين، آمين!

وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں!

کمانڈر سعد بن عاطف العولقی (القاعدہ یمن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان إلا على الظالمين، والصلاة والسلام على إمام المرسلين، وقائد الغر المحجلين، وعلى آله الطيبين الطاهرين، وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بهدى وتقى إلى يوم الدين. أما بعد.

سربلند سرزمین ابین اور ثابت قدم شبوہ میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو! اس بیان میں میں آپ سے ایک محبت بھری اور نصیحت آموز بات کرنا چاہتا ہوں۔

چونکہ آپ میرے ہی لوگ ہیں، میں آپ ہی کے درمیان پلا بڑھا ہوں، میں آپ ہی کی قوم سے ہوں اور میں آپ پر فخر کرتا ہوں اور یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ میں آپ کی خوشیوں پر خوش اور آپ کے دکھوں پر غمگین ہوتا ہوں۔

ہمارے ملک (یمن) اور خاص طور پر ابین اور شبوہ کے علاقوں میں جو حالات و واقعات پیش آ رہے ہیں، یہ میرا فرض ہے کہ میں ایک لمحے کے لیے رک کر اس صورت حال کو بیان کروں جس کا ہم سامنا کر رہے ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں، جیسے ایک بیٹا اپنے گھر، خاندان اور قوم کے لوگوں کو کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس پاک سرزمین پر متحدہ عرب امارات اور اس کے غلاموں کے شر کا مقابلہ کرنے والے اپنے باوفا بیٹوں کے قابلِ فخر مواقف کی تعریف کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ابین اور شبوہ کے معزز اہلِ سنت قبائل کے میرے مسلمان بھائیو! ہم سب نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے اور اب بھی دیکھ رہے ہیں کہ متحدہ عرب امارات اور اس کے غلام نہ صرف ابین اور شبوہ میں بلکہ پورے یمن میں ہمارے اوپر اور ہمارے نوجوانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہیں اور ہمیں ذلیل و خوار کر رہے ہیں۔

وہ ہم وطن قبائل اور ایک ہی علاقے کے باشندوں کے درمیان جنگ اور دشمنی کی آگ بھڑکا رہے ہیں اور متحدہ عرب امارات کے مقرر کردہ اہداف کو عملی جامہ پہنانے اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے ہمارے ہی کچھ کمزور ایمان والے نوجوانوں کو معمولی رقم کے عوض خرید رہے ہیں۔ ان اہداف میں شامل ہیں:

- ہمارے ملک پر اپنا قبضہ مضبوط کرنا،
- اس میں یہود و نصاریٰ کے منصوبوں پر عمل درآمد کرنا،
- لوگوں کو اپنے دین، اخلاق اور حقیقی عرب بھائی چارے سے محروم کرنا،
- ملک کی دولت اور خزانوں کو لوٹنا،
- اپنے اور اسلام دشمنوں کے مفاد کے لیے ملک کے تجارتی اور معاشی وسائل میں خلل ڈالنا،
- اور ہمیں ہر چیز میں متحدہ عرب امارات پر انحصار پر مجبور کرنا۔

اور وہ ہمارے ان نوجوانوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں جو ان کی تابعداری کرتے ہیں اور انہیں یہ باور کرا رہے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں اور وہ ملک اور اس کے عوام کی سلامتی اور استحکام حاصل کر سکتے ہیں۔ ان تمام اہداف کے حصول کے لیے وہ ایسے کام کر رہے ہیں جو ہمارے دینِ حنیف کی تعلیمات اور ہمارے عرب اخلاقیات اور رسم و رواج کے خلاف ہیں۔ وہ تعلیمات جو اللہ اور اس کی شریعتِ مطہرہ کے سوا کسی اور کی غلامی اور تابعداری کو مسترد کرتی ہیں۔

لیکن ان لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں ہے کہ خطے میں امریکہ اور یہودیوں کی اس کٹھ پتلی خیالی ریاست (متحدہ عرب امارات) کی تابعداری کر کے وہ اپنا دین، اپنی دنیا اور آخرت سب کچھ کھو دیں گے، اگر وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے اور اپنے رب سے توبہ نہیں کرتے۔

لہٰذا ان کے دین و مذہب کا زیاں اس خیالی ریاست کی تابعداری کا نتیجہ ہو گا کیونکہ اس حقیقت سے سب واقف ہیں اور کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ یہ ریاست یہود و نصاریٰ کی مخلص ترین تابعدار ریاستوں میں سے ایک ہے۔ اور ان نوجوانوں کی متحدہ عرب امارات سے تابعداری ان کے اپنے خاندانوں، قبیلوں اور ہم وطنوں کے خلاف ناانصافی اور مجرمانہ طرزِ عمل بھی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے (ترجمہ):

> ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں شمار ہو گا۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ (سورۃ المائدۃ: ۵۱)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ):

> ”اور (مسلمانو!) جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی دوست نہیں ہوں گے پھر تمہیں کوئی مدد بھی نہ ملے گی۔“ (سورۃ ہود: ۱۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

”نیک کاموں میں جلدی کیا کرو کیونکہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے۔ حتیٰ کہ صبح کے وقت ایک شخص مومن ہو گا تو شام کو کافر اور اگر شام کو مومن ہو گا تو صبح کے وقت کافر، اور وہ اپنے دین کو دنیا کی معمولی چیز کے بدلے بیچ دے گا۔“(مسلم)

جہاں تک ان نوجوانوں کے دنیاوی نقصان کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ متحدہ عرب امارات کے منصوبوں میں شرکت کر کے ملک کی دولت اور وسائل کی چوری اور استحصال کے کاموں میں معاون بنتے ہیں اور ان کی مدد کے بدلے چند ٹکڑوں اور معمولی پیشکش سے مطمئن ہو جاتے ہیں جبکہ دراصل وہ ان کے سامنے خود کو ذلیل کرتے ہیں اور اپنی اس حالت یا انجام کی کوئی پروا نہیں کرتے۔

اور جہاں تک ان کی آخرت کے خسارے کا تعلق ہے تو اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور دینی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہدایت کے رستے پر واپس نہ آئے اور اسی حالت میں موت آنے سے پہلے اپنی قوم کو گلے نہ لگایا تو اس حالت میں رہنے کا نتیجہ آخرت کا خسارہ ہو گا۔

میرے مسلمان بھائیو! ابین کو ہمارے دین میں ایک مکرم مقام حاصل ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے کیا ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابین سے ایک لشکر نکلے گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرے گا۔ چنانچہ فرمایا:

”بارہ ہزار آدمیوں کا ایک لشکر عدن-ابین سے نکلے گا جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرے گا۔ وہ میرے اور اپنے درمیان سب سے بہتر ہیں۔“ (مسند احمد)

اور ہم شبوہ میں اس بابرکت مقام کے قریب ترین لوگوں میں سے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے آمادہ اور تیار رہیں اور ان کو اللہ کے اذن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وعدے کو پورا کرنے کے لیے ہر وہ چیز فراہم کریں جو انہیں درکار ہے۔

ہم اور ابین میں ہمارے بھائی اور تمام مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپاہی بننا چاہتے ہیں، انہیں ان تمام لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا ہو گا جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

جان لیجیے کہ اس عظیم مشن کو انجام دینا اکیلے تنظیم القاعدہ کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ کے فضل سے تنظیم القاعدہ میں شیخ خالد باطرفی حفظہ اللہ کی قیادت میں ہمارے قائدین اور ساتھی مجاہدین اس معاملے کو بہت اہمیت اور ترجیح دیتے ہیں۔

اور ہم متحدہ عرب امارات کے اس منصوبے کا مقابلہ کرتے ہیں جو دین و دنیا، اخلاق اور روحانیت کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔

ہم خود کو اور بالعموم یمن میں اہلِ سنت کے قبائل اور خاص طور پر ابین اور شبوہ سے تعلق رکھنے والے اپنے بھائیوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ ان تمام لوگوں کے خلاف جہاد میں تعاون کریں جو ہمارے دین اور ہماری دنیا پر حملہ آور ہیں، چاہے وہ ہمارے ملک میں امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کی کٹھ پتلی غلام ہوں یا ایران اور اس کے حواری۔

اے اہلِ سنت! اللہ کے لیے...... اپنے دین، اپنے نبی کی سنت اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد و نصرت کو ہرگز مت چھوڑیے۔

آیئے! ہم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی مخالفت کرنے والے تمام منصوبوں اور سلسلوں کو مسترد کر دیں اور اپنے جہاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کو پورا کریں:

”وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔“

پس ہم نہ تو جنوبی دھڑوں کی حمایت کرتے ہیں اور نہ ہی شمالی دھڑوں کی۔ اور نہ ہی ہم کسی ایک قبیلے یا صوبے کی حمایت کرتے ہیں اور ہم کسی ایک پارٹی یا کسی خاص فرقے کی حمایت بھی نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص کسی اندھے جھنڈے تلے لڑا (یعنی جس جنگ کا کوئی شرعی مقصد معلوم نہ ہو)، اور جو شخص قومی تعصب کی وجہ سے غصہ میں آیا یا تعصب کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے یا قومی تعصب کی وجہ سے کسی کی مدد کرتا ہے اور (اس دوران وہ) قتل ہو گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“(مسلم)

ہم تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و مدد کرتے ہیں تاکہ ہم اجرِ عظیم حاصل کر سکیں۔ فرمایا:

”وہ میرے اور اپنے درمیان سب سے بہتر ہیں۔“

جنوبی یمن میں اپنے بھائیوں کو عمومی طور پر میری یہ نصیحت ہے کہ وہ دین و دنیا اور اخلاقِ حسنہ کو تباہ کرنے کے منصوبے میں متحدہ عرب امارات اور اس کے ایجنٹوں کی پکار پر کان نہ دھریں، اور وہ نفرت انگیز نسل پرستی اور بدبودار جاہلانہ دعوت میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنیں:

’’لوگوں کو کیا ہوا ہے (کہ وہ اس طرح کی دعوت دے رہے ہیں) یہ تو جاہلیت کی سی دعوت ہے...... اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے۔‘‘ (متفق علیہ)

آخر میں، میں ابین اور شبوہ میں اپنے مہاجرین و انصار، نڈر مجاہدین بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے دین، سنتِ رسول ﷺ اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کی خاطر اپنا سب کچھ لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی مدد کرے اور ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائے۔ میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ثابت قدم رہیں اور ظالموں کی جارحیت کو روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں یہاں تک کہ فتح حاصل ہو جائے یا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت کے جھنڈے تلے اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں۔

میں ابین اور شبوہ میں اپنے قابلِ فخر قبائل کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو متحدہ عرب امارات کی کرائے کی فوج کا مقابلہ کرنے میں اپنے مجاہد بیٹوں کی مدد کرتے ہیں۔

میں اس پر بھی ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے وسائل و عطیات مجاہدین پر نچھاور کیے اور دشمنوں کی جانب سے اپنے مجاہد بیٹوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا حصہ بننے سے انکار کیا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ انہیں ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمیں اور انہیں اپنے دین کی حمایت میں ثابت قدم رکھے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملیں کہ وہ ہم سے راضی ہو، ناراض نہ ہو۔ اے اللہ! اسلام کو تقویت عطا فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما، اپنی جناب سے اپنے مجاہد بندوں کی نصرت فرما، اے قادرِ مطلق، اے طاقتور رب! اور دینِ اسلام کے ہر دشمن کو شکست دے۔ اے اللہ! امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کو شکست دے اور ایران اور اس کے حمایتیوں کو ناکام فرما۔ اے اللہ! ہمارے ملک اور تمام مسلم ممالک میں ان کے ایجنٹوں اور ان کے حمایتیوں کو ہزیمت دے۔ اے اللہ! کتاب کے نازل فرمانے والے! اور اے بادلوں کے چلانے والے! اے جلد محاسبہ کرنے والے! اے دشمن کے دھڑوں کو شکست دینے والے! ہمارے سب دشمنوں کو شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما...... اے قادرِ مطلق! اے زبردست رب!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

☆☆☆☆☆

پاکستان کے حکمران امامِ عادل نہیں!

’’ہمارے نزدیک پاکستان کے حکمرانوں کو امام عادل کی حیثیت دینا قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عالم اسلام اور کفر کے درمیان جاری جنگ میں دہشت گردی کے نام پر عالمی دہشت گردوں، امریکہ اور نیٹو کا ساتھ دیا۔ افغان ملت اور عراقی عوام کے خلاف امریکی بربریت کا ساتھ دیا، امیر المومنین ملا اختر منصور رحمہ اللہ کو امریکی مفادات کے لیے شہید کروایا، سفارتی اور اسلامی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے طالبان سفیر ملا عبد السلام ضعیف صاحب کو بڑی بے عزتی کے ساتھ امریکہ کے حوالے کیا۔ امریکی خوشنودی کے لیے سابق طالبان وزیر دفاع ملا عبید اللہ اخوند صاحب کو گرفتار کرکے شہید کیا۔ ہر دل عزیز شخصیت، افغان جہادی رہنما استاد یاسر صاحب کو گرفتار کرکے سالہا سال سے لاپتہ کیا، افغان طالبان کے خلاف امریکہ کو فضائی، زمینی اور بحری راستے اور اڈے دیے اور انہیں لاجسٹک سپورٹ مہیا کی۔ پاکستان کی سرزمین سے افغان مسلمانوں پر ستاون ہزار حملوں کی سہولت کاری کی، جس کے نتیجے میں اس وقت کی واحد اسلامی حکومت سقوط سے دوچار ہوئی اور لاکھوں مسلمان شہید ہوئے۔ چھ سو سے زائد عرب مجاہدین و مہاجرین کو ڈالروں کے بدلے امریکہ کے سپرد کیا۔ قوم کی بیٹی، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا۔ دونوں اطراف سے مجاہدین کا راستہ روکنے کے لیے امریکہ کے کہنے پر اپنی مشرقی سرحد سے مغرب کی سرحد پر ڈیڑھ لاکھ فوج کو لا کھڑا کیا۔ امریکی حکم پر اپنے مسلمان عوام کے خلاف المیزان آپریشن سے لے کر رد الفساد تک بے شمار آپریشن کیے۔ پاکستان کی ظالمانہ پالیسیوں کی مخالفت کرنے والے جامعہ فریدیہ کے مہتمم و خطیب لال مسجد مولانا عبد اللہ صاحب، مفتی نظام الدین شامزئی صاحب، شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی صاحب، شیخ ولی اللہ کابلگرامی صاحب، غازی عبد الرشید صاحب، شیخ نصیب خان صاحب، مولانا سمیع الحق صاحب اور ڈاکٹر عادل خان صاحب رحمہم اللہ جیسے دسیوں علمائے حق کو شہید کروایا، اپنی قوم کی باحیا طالباتِ جامعہ حفصہ کو فاسفورس بموں سے بھون ڈالا، قبائل میں سیکڑوں مدارس و مساجد کو مسمار کیا، لاکھوں قبائلی مسلمانوں کو اپنے گھروں سے بے گھر کرکے آئی ڈی پیز بننے پر مجبور کیا۔ حدود آرڈیننس جیسے قوانین کو منسوخ کرکے ان کی جگہ ایسے قوانین کا اجرا کیا جن سے وطن عزیز میں فحاشی و عریانی کو فروغ ملے، چنانچہ ٹرانس جینڈر بل، میرا تھن ریس اور زنا بالرضا کی حوصلہ افزائی جیسے امور اس کی واضح مثالیں ہیں۔‘‘

[مفتی نور ولی محسود (حفظہ اللہ) امیر تحریکِ طالبان پاکستان]

مسلمان افغان عوام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے نام پیغام

امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ (نصرہُ اللہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب إليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أما بعد:

فقد قال الله تعالي: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ○ (سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کر دیا گیا ہے جس طرح کہ ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم تقویٰ دار بنو۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . [متفق عليه]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ سمجھتے ہوئے اور رمضان کی فرضیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے) اور ثواب کی طلب کی خاطر (یعنی ریا کاری کے لیے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے) روزہ رکھا تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کیے ہوتے ہیں۔

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه قال: في آخر رمضان أخرجوا صدقة صومكم فرض رسول الله ﷺ هذه الصدقة صاعاً من تمر او شعير او نصف صاع من قمح على كل حرٍ او مملوكٍ ذكرٍ او أنثى، صغيرٍ او كبيرٍ. [رواه ابوداؤد]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رمضان کے آخری دنوں میں لوگوں سے کہا: تم اپنے روزوں کی زکوۃ ادا کرو (یعنی صدقۂ فطر ادا کرو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ہر مسلمان آزاد، غلام، باندی، مرد، عورت اور بچے پر کھجور اور جو میں ایک صاع اور گندم میں آدھا صاع فرض (واجب) قرار دیا ہے۔

و عنه قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طُهرةً للصائم من اللغو والرفث، وطعمةً للمساكين. [رواه ابوداؤد]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی بیہودہ باتوں اور لغو کلام سے پاک کرنے اور غریبوں کے ایک لقمہ کے طور پر صدقہ فطر لازم قرار دیا ہے۔

و قال الله تعالى: وَٱذۡكُرُوٓاْ إِذۡ أَنتُمۡ قَلِيلٞ مُّسۡتَضۡعَفُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ فَـَٔاوَىٰكُمۡ وَأَيَّدَكُم بِنَصۡرِهِۦ وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ○ (سورۃ الانفال:۲۶)

ترجمہ: اور (اے مومنو!) تم وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے (اور) زمین پر کمزور تھے۔ (اور) تمہیں خوف تھا کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں پناہ کی جگہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری مدد کی (قوت عطا کی) اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا (تمہارے لیے مال غنیمت حلال کر دیا) تاکہ تم لوگ (مذکورہ نعمتوں پر) شکر ادا کرو (اور شریعت کو ماننے میں سستی نہ کرو)۔

افغانستان کے مجاہد اور مومن عوام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عید سعید عید الفطر کے موقع پر آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ سب کے روزے، تراویح، صدقۂ فطر، جہادی خدمات، عبادتیں اور دعائیں اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمائے۔

قابل احترام بھائیو! ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ بہت سی تکالیف کے بعد امن اور اسلامی و شرعی نظام سے ہم بہرہ ور ہوئے ہیں اور روزے جیسے عظیم فرض کی ادائیگی کے بعد ایسے حالات میں عید منا رہے ہیں کہ جب پورے ملک میں امن اور سکون کی فضا قائم ہے۔ الحمد للہ والمنۃ!

۱۔ تمام صاحب حیثیت بھائی اپنے غریب ہم وطنوں، یتیموں، بیواؤں اور شہداء کے خاندانوں سے ہر طرح کا تعاون کریں اور ان کی مدد کریں۔ اپنے فرض اور نفل صدقات اور خیرات ان مبارک دنوں میں مستحقین کو دیں تاکہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کریں اور عید کی خوشی اچھی طرح منا سکیں اور صاحب حیثیت لوگوں کے روزوں کی کوتاہیوں کا مداوا ہو سکے۔

۲۔ امارت اسلامیہ کے ذمہ داران اور مجاہدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے عوام کی خدمت کے لیے مزید اخلاص اور ہمت کے ساتھ کام کریں، کیوں کہ لوگوں کی خدمت عبادت ہے، یہ اچھی طرح سے ہو اور ان کے شرعی حقوق اور ان کی خوشی مد نظر رکھی جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان اپنے آپ کو عوام کی خوشحالی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار سمجھتی ہے اور یہ اللہ کی رضا اور اپنی شرعی ذمہ داری سمجھ کر کرتی ہے۔ اس لیے سب لوگ مطمئن رہیں کہ سب کے شرعی حقوق احسن طریقے سے ادا کیے جا رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی عدالتیں اسی مقصد کے لیے ولایتی مراکز، صوبوں اور اضلاع میں قائم ہیں کہ مظلوموں کی مدد کریں اور مظالم کا راستہ روکیں، تاکہ انصاف قائم ہو۔ تمام شہری عدالتوں کے ساتھ انصاف کے قیام میں تعاون کریں، سفارش اور جعلی دھوکہ بازی پر مبنی دعووں سے سختی سے احتراز کریں۔

۳۔ جس طرح ہمارے جہاد اور مزاحمت کا اہم مقصد اعلائے کلمۃ اللہ، اسلامی شریعت کا نفاذ، عوام کی خوشحالی اور معاشرے کی دینی و اخلاقی اصلاح تھی، للہ الحمد اس حوالے سے بھی قابل ذکر اقدامات کیے جا چکے ہیں۔ سب سے اہم فریضہ جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہے عملی طور پر جاری ہے۔ حکومتی ذمہ داران ہوں یا عام شہری سب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شعبۂ شکایات کے اہلکاروں سے معروف کے قیام اور منکرات کی روک تھام میں بھرپور تعاون کریں۔

ثقافت، تعلیم و تربیت، معیشت، میڈیا اور دیگر شعبوں میں قابل ذکر اصلاحی اقدامات ہو چکے ہیں اور بیس سالہ جارحیت کے غلط فکری اور اخلاقی اثرات ختم ہونے لگے ہیں۔ ہمارے مومن عوام اسی اصلاح کو سب سے اہم اور بڑی کامیابی سمجھیں، کیوں کہ دینی اصول اور شریعت کی روشنی میں زندگی ہماری دنیاوی اور اخروی سعادت کی ضامن ہے اور معاشرے کی دائمی سعادت، کامیابی اور نجات کا باعث ہے۔

علمائے دین بھی اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں پر توجہ دیں، پورے ملک میں لوگوں کو دین سے آگاہ کرنے، انہیں دین سمجھانے اور لوگوں کے اعمال کی اصلاح کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر، تعلیم، اعلی تعلیم اور اطلاعات و ثقافت کی وزارتوں کے تعاون سے کام کریں۔ کوئی بھی قوم و ملک اس وقت عزت اور حقیقی امن و خوشحالی کا ذائقہ چکھ سکتی ہے جب اس میں اللہ تعالی سے بغاوت اور سرکشی نہ ہو۔ اس لیے لوگوں کی اصلاح اور دین سے آگاہی کی ذمہ داری علمائے کرام کے حوالے کر دی گئی ہے۔ انہیں چاہیے کہ اس حوالے سے اپنی ذمہ داری اور بھی اچھے طریقے سے ادا کریں اور ان کے لیے نیکی کی ہدایت کا وسیلہ بنیں۔ اسی طرح آپس میں اور بھی ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا قائم کریں۔ اپنے آپس کے اختلافات سے احتراز کریں اور عوام کی اعلیٰ مصلحتیں نظر میں رکھیں۔

۴۔ ہمارا ملک حال ہی میں جنگوں اور مصائب سے نکلا ہے۔ یہاں تعمیر و ترقی کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے وہ حکمران ہوں یا عوام تمام افغانوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ملک کو خوشحال بنا کر اپنے پاؤں پر کھڑا کریں۔ افغانستان کی تعمیر افغان عوام کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اس لیے دوسروں سے توقعات نہ رکھیں بلکہ اپنی ہمت اور اپنی کوشش سے اس ملک کو آباد کریں اور عوام کو زندگی کی ممکنہ سہولیات فراہم کریں۔

اس حوالے سے قومی تاجروں اور صاحب حیثیت لوگوں کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ہے۔ امارت اسلامیہ ان سے پوری طرح تعاون کرے گی، انہیں سہولیات فراہم کرے گی، ان کی مدد کرے گی اور انہیں بہتر و معیاری خدمت کے لیے ساز گار ماحول فراہم کرے گی، ان شاء اللہ تعالی۔

۵۔ امن و امان اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آیئے اپنے ملک کے استحکام اور تحفظ کے لیے اور بھی مضبوطی سے اپنے نظام کے ساتھ کھڑے ہوں۔ تاکہ مزید ہماری قوم اور ہمارے عام شہری نقصان نہ اٹھائیں اور بدامنی کا شکار نہ ہوں۔ اگرچہ اس حوالے سے کچھ دشمن حلقے اپنی مکروہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارے ملک کو غیر محفوظ اور امارت اسلامیہ کے سکیورٹی اداروں کو کمزور ظاہر کریں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ اگر اللہ تعالی جل جلالہ کی نصرت اور اپنی قوم کی حمایت ہمیں حاصل رہی تو امن و امان اور مضبوط ہو گا اور ہمارے عوام اور بھی سکھ کا سانس لیں گے، ان شاء اللہ۔

۶۔ افغانستان تمام ہمسایہ ممالک، اسلامی ممالک اور پوری دنیا سے اسلامی اصولوں کے دائرے میں اچھے اور دوطرفہ تعامل پر مبنی تعلقات چاہتا ہے۔ جس طرح افغانستان کسی بھی بیرونی ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا، اسی طرح یہ اصرار کرتا ہے کہ دیگر ممالک بھی ہمارے داخلی امور میں مداخلت نہ کریں۔ کہ یہ سب پوری دنیا کے بھی مفاد میں ہے اور افغانستان کے بھی مفاد میں ہے۔

۷۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے اپنی اسلامی اور شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ملک میں منشیات کی کاشت پر پابندی اور اپنے ہم وطنوں کی جانب سے اس حوالے سے امارت اسلامیہ کے فرمان پر بہتر طریقے سے عمل درآمد بہت بڑی کامیابی ہے۔ امارت اسلامیہ کے عزم اور اعلان کے ساتھ اتنے بڑے کام کا ہو جانا عوام کی جانب سے امارت اسلامیہ کی مضبوط حمایت اور تعاون کا مظہر ہے، اور یہ واضح کرتا ہے کہ افغانستان اب منشیات سے پاک ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ کابل اور دیگر صوبوں میں منشیات کے عادی افراد کو جمع کرنا اور انہیں علاج کے بعد صحیح صحت مند حالت میں اہل خانہ کے حوالے کرنا دوسری وہ شرعی ذمہ داری ہے جو امارت اسلامیہ پوری کر رہی ہے۔ یہ اپنے عوام کے ایک بڑے حصے کے مسائل اور پریشانیوں کے حل کی جانب بڑا اقدم ہے جس کی مثال گزشتہ بیس سالوں میں نہیں ملتی۔

۸۔ ملک کے مرکز اور صوبوں میں گداگروں کو جمع کرنا، ان سے تعاون اور ان کے مسائل کا حل امارت اسلامیہ کا ایک اور رحم و شفقت پر مبنی اقدام ہے۔ اس منصوبے پر بھی مکمل عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ اس طرح پیشہ ور گداگر اور حقیقی محتاج افراد الگ ہو گئے اور محتاج

اور ضرورت مند لوگوں سے تعاون کی راہ ہموار ہو گئی۔ سرکاری بجٹ سے ان کے لیے متعین مقدار میں خرچہ مقرر ہو چکا ہے۔ پیشہ ور گداگروں کو سمجھا کر نصیحت کی گئی۔ یہ افغانستان کی تاریخ میں بہت بڑا کام اور اپنے عوام سے امارت اسلامیہ کی بے انتہا محبت و ہمدردی کا اظہار ہے۔

۹۔ معیشت کی ترقی اور مضبوطی کے لیے امارت اسلامیہ کے متعلقہ ادارے اپنی تمام تر کوششیں کر رہے ہیں، اب تک اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل سے بے انتہا مشکلات اور عالمی رکاوٹوں کے باوجود ملکی معیشت اچھی طرح سنبھال رکھی ہے۔ گزشتہ سال کا بجٹ اپنی قومی آمدنی سے مرتب ہوا اور پھر صحیح طریقے سے اسے صرف کرنا اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔ اسی طرح رواں مالی سال میں بجٹ کے حوالے سے بہتر اقدامات کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا اور مدد کا طلب گار ہوں۔

۱۰۔ تعلیمی شعبے میں تعلیم وتربیت کا سلسلہ پورے ملک میں پھیلانا اور تمام بچوں کی صحیح طریقے سے تربیت امارت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے جس کی مزید ترقی اور بہتری کے لیے مؤثر منصوبوں پر کام جاری ہے۔

۱۱۔ صوبائی حکام کے کام اور حالات کی نگرانی، دینی اور مذہبی امور میں صوبائی انتظامیہ کو تحریری اور زبانی رائے اور مشورہ دینا، امارت اسلامیہ کے ذمہ داران کے رویے پر توجہ اور ان کی کوتاہیاں احسن طریقے سے انہیں سمجھانا، امارت اسلامیہ کے حکام اور عوام کے درمیان اعتماد اور اچھے تعلق کی فضا قائم کرنا اور اس حوالے سے پورے ملک میں علمائے کرام اور عمائدین کے مشترکہ صوبائی کمیٹیوں کا قیام اور ان کمیٹیوں کے لیے بہترین لائحہ اور کام کا فریم ورک بنا کر دینا یہ اہم اقدامات تھے جو مکمل ہو چکے ہیں۔ ہمیں امید ہے ہمارے حکام کے بہت سے مسائل اس طریقے سے بہت اچھے طریقے سے امانت داری اور باریک بینی سے حل ہوں گے۔ اس سے امن اور اعتماد کی فضا اور مضبوط ہو گی اور حکام کو ان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تعاون ملے گا۔ ان شاءاللہ۔

۱۲۔ امارت اسلامیہ کی عدالتیں تمام اداروں میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ اسلامی نظام کے دائرۂ کار میں یہ وہ شعبہ ہے جس کی اہمیت تمام شعبوں سے بڑھ کر ہے۔ کیوں کہ اسلامی نظام کے اہم اہداف اور مقاصد اللہ تعالیٰ کے بندوں کے جان، مال، عقل، حیثیت اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ تمام حقوق کا تحفظ ہے۔ اسی لیے عدالتوں کے تمام قاضیوں اور ذمہ داران کو ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنی بھاری ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کے حقیقی حقوق کے حصول اور تنازعات کے حل کے حوالے سے پہلے سے بڑھ کر مستعد رہیں اور فیصلوں میں طاقت ور اور کمزور کے درمیان کوئی فرق نہ کریں۔ سب کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی حدود کے نفاذ میں مجرم کی شخصیت کو نہ دیکھیں۔ مجرم کی جگہ جرم کو دیکھیں۔ مظلوم کا دفاع کریں، ظالم کا راستہ روکیں اور لوگوں کے مسائل کے حل میں تاخیر اور رکاوٹیں ڈالے بغیر خدمت کریں۔

۱۳۔ وزارت صحت کے ذمہ داران کو ہدایت کی جاتی ہے کہ صحت کے شعبے میں اپنے عوام کی خدمت کے لیے دن رات ایک کر دیں۔ صحت کے مراکز مضبوط اور مؤثر بنائیں۔ بیماریوں اور حادثات کے حوالے سے اپنی قوم کے مسائل حل کریں اور صحت کے حوالے سے اپنے ملک کو خودکفیل بنانے کی جانب قدم اٹھائیں۔

۱۴۔ امارت اسلامیہ کی تمام سکیورٹی اور دفاعی فورسز بڑی آزمائشوں میں کامیاب ہو جانے کے لیے ذیل کے نکات پر مضبوطی سے عمل کریں:

أ. نیتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دیں!
ب. بڑے اور چھوٹے سب خود کو تقویٰ کی زینت سے مزین کریں!
ج. اللہ تعالیٰ کا حمد اور شکر ادا کریں کہ مقدس جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نتیجے میں یہ فتح ملی۔
د. انصاف، احسان، تواضع اور عاجزی سے کام لیں، تکبر، غرور، خود پسندی، ظلم، خیانت اور بے جا مصارف سے خود کو بچائیں!
ہ. قوم پرستی، علاقائی تعصب، لسانیت اور اقرباء پروری سے پرہیز کریں!
و. امارت اسلامیہ میں عزت اور اہمیت کا معیار صرف تقویٰ اور امانت داری ہو۔
ز. ذاتی تعلقات، رشتہ داری اور تعلقات کی بنیاد پر کسی کا تقرر نہ کریں! مناصب اور ملازمتوں پر تقرر صرف اہلیت (تقویٰ، امانت داری اور صلاحیت) کی بنیاد پر ہو۔
ح. آپس میں اعتماد اور بھائی چارے کی فضا قائم کریں۔ حسد، شکایات اور ایک دوسرے کی غیبت اور اسی طرح ایسی حرکتوں سے خود کو بچائیں جس سے آپس میں بداعتمادی پیدا ہو۔
ط. تمام مجاہدین آپس میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ نہ چھوڑیں، اپنے دفاتر، اداروں اور کیمپوں میں تعلیم و تعلم خصوصاً نمازوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں، نمازوں کا بہت اہتمام کریں اور نمازیں جماعت سے ادا کریں!
ي. شہداء کے خاندانوں کی بہترین کفالت کریں! وہ مجاہدین جنہوں نے بیس سالہ جہاد کے دور میں جہاد کیا، تکالیف اٹھائیں، ان کی قدر کریں اور ان کے جہاد کی قدر کریں۔ انہیں امارت اسلامیہ کی عسکری تشکیل میں صفوں سے باہر نہ چھوڑیں۔
ک. عسکری صفوں کے لیے قائم کیے گئے تفتیشی کمیشن کے ساتھ تعاون کریں۔ تاکہ یہ صف نااہل اور مفسد حکام سے پاک ہو۔
ل. اپنے امراء کی اطاعت کریں اور امارت اسلامیہ کے فرامین پر مضبوطی سے عمل کریں اور ان کا دفاع کریں۔

م. اگر کوئی اپنے کسی بڑے کو نصیحت کرنا چاہے تو مخفی طور پر کرے کیوں کہ مخفی طریقے سے نصیحت مؤثر ہوتی ہے۔ اعلانیہ نصیحت نہ کریں کیوں کہ یہ مثبت کی بجائے منفی تاثیر پیدا کرتی ہے۔

ن. اپنے مصارف کی حساب دہی کی ہمت پیدا کریں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مالی امور کے ذمہ داران جن کے ہاتھوں بیت المال جمع ہوتا تھا، ان کا باریکی سے حساب کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اپنے مالی ذمہ داران کا محاسبہ کرتے تھے۔ اس لیے مالی محاسبہ ضروری ہے۔ آپ کوشش کریں کہ اپنے بالائی حکام اور محاسبے کے لیے متعین ذمہ داران کو صحیح حساب دیں۔

س. اپنے دین اور وطن دشمنوں، امن دشمن عناصر، چوروں اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف مستعد رہیں مگر عام لوگوں کے ساتھ نرم، محتاط اور ترحم پر مبنی رویہ رکھیں۔ بے جا الزامات اور غلط معلومات کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ کسی کی حیثیت اور عزت پامال نہ ہو۔ کسی کی جان ومال کو ناحق نقصان نہ پہنچے۔ اس قوم کو ترحم اور شفقت کی ضرورت ہے۔ ہم ان کے خادم ہیں۔ ان کا تحفظ ہماری دینی اور ملکی ذمہ داری ہے۔ مگر خیال رہے کہ امن اور دفاع کے نام پر اپنے لوگوں کی بے قدری ہم سے نہ ہو اور کوئی ہمارے اعمال کی شکایت اللہ تعالی سے نہ کرے۔

آخر میں ایک بار پھر ذکر کر دوں کہ عید کے مبارک ایام میں شہداء کے خاندانوں، یتیموں، بیواؤں اور رشتہ داروں کا خاص خیال رکھیں۔ بے سہارا لوگوں سے اپنی ہمدردی اور تعاون کم نہ ہونے دیں۔

والسلام

امیر المؤمنین شیخ القرآن والحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ ق - ۲۸/۱/۱۴۰۲ھ ش | ۱۸/۴/۲۰۲۳ء

☆☆☆☆☆

بقیہ: ایسا ہوتا ہے اسلام کا حکمراں!

اگرچہ لوگوں نے آپ کو مایوس کرنے کی بھرپور کوشش کی، کئی لوگوں نے مکارانہ نصیحتیں کیں کہ یہ کام کرنے کے قابل نہیں، لیکن آپؒ کا جہاد فی سبیل اللہ پر بھروسہ تھا اور اسی بھروسے کا نتیجہ اسلامی نظام کا قیام ہے۔

اگلا اور آخری نقطہ یہ ہے کہ آیئے! اس عظیم شخصیت کی فکر، عقیدے، موقف، نظریات اور ان کے فکر و آثار پر تخلیق و تدوین کے لیے ایک تحقیقاتی مرکز بنائیں، ایک ایسا تحقیقاتی مرکز جو ان کی فکر پر مرتب شدہ آثار خواہ وہ عسکریت میں ہوں یا فکر و فرہنگ میں، تعلیم و اعتقاد میں ہوں یا سیاست وڈپلومیسی میں، ان سب آثار کی علم کی روشنی میں تخلیق و تدوین کریں، اور ان کو ایک مثالی شخصیت کے طور پر آنے والی نسلوں کے لیے رکھیں۔ اگر ہم خوشحال خان کے بارے میں کتابیں لکھ سکتے ہیں، اور اس کو اپنی ذاتی لڑائی لڑنے پر قومی رہبر بنا سکتے ہیں، اکیڈمیز قائم کی جاتی ہیں، ایک شاعر کے اوپر جو صرف چند الفاظ کو خوبصورتی دیتا ہے، اس کے بارے میں تالیفات ہوتی ہیں، تو کیوں نہ ایک ایسی عظیم شخصیت کی فکر کی تخلیق و تدوین کے بارے میں ان کا اپنا نظام ایک مرکز نہ بنائیں، جنہوں نے پوری دنیا کا مقابلہ کیا، جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا باعث بنے، امت کو پرایوں کے اثر سے بچایا۔ تو لہٰذا یہ وہ کام ہے جسے ہمارا نظام، ہماری وزارتیں اور ہماری سیاسی قیادت اس کی طرف متوجہ ہو جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ عظیم شخصیت غفلت کے بادلوں میں چھپ جائے، اور یہ عظیم آثار جو ایک عالمی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو لوگ بھلا بیٹھیں۔ پھر برے لوگ آ جائیں اور ان کو بری حیثیت، برے اوصاف اور برے ناموں سے آنے والی نسلوں کے سامنے متعارف کروائیں۔ آیئے! ان آثار کی مختلف زبانوں میں تدوین کریں اور پھر پوری دنیا کے سامنے ان کو علمی و سیاسی انداز میں پیش کریں تاکہ امت کا اپنے رجالِ کار پر اعتماد پیدا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے کہ آپ سب نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆☆☆☆☆

پالیٹکس!

"سارے قرآن میں 'پالیٹکس' کے مفہوم میں سیاست کا لفظ نہیں۔ ہاں، میں جانتا ہوں! اس کے معنیٰ 'مکر' کے ہیں۔ انبیا علیہم الصلاۃ والتسلیمات کی سیاست احکام الٰہی کے نفاذ کی تدبیر ہے اور 'پالیٹکس' فرنگی مقامروں کی ایجاد ہے۔ جس کا مطلب ہی فریب دہی ہے۔ پالیٹیشنز کے وعدے پورے کرنے کے لیے نہیں بلکہ ٹالنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ان بدبختوں کے دِل پر خدا کے سوا ہر شئے کا خوف غالب ہے۔ میں نے 'پالیٹکس' سے زیادہ شریر لفظ نہیں دیکھا۔ یہ خدع و فریب کے ایک ایسے اجتماعی کاروبار کا نام ہے، جس سے بابو لوگ اغراض کی دکان چمکاتے ہیں۔ اِس دور میں 'پالیٹکس' کا مطلب فتنہ خیزی، فتنہ پروری اور فتنہ انگیزی ہے۔"

(امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ)

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ...... سچوں کا ساتھ دو!

استاد اسامہ محمود

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على حبيبنا وحبيب ربنا محمد وآله وصحبه ومن والاه، أما بعد

برصغیر اور پوری دنیا کے میرے اہل ایمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو رہا ہے اور عید الفطر کی آمد آمد ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اس عید کو آپ کے لیے، ہم سب اور پوری امت مسلمہ کے لیے مبارک ثابت فرمائیں اور اسے ہماری ہدایت اور نصرت کا دروازہ بنائیں۔

محترم اہل ایمان بھائیو!

بحیثیت مجموعی پوری امت مسلمہ کی صورتِ حال آج انتہائی قابل رحم ہے، بیت المقدس میں رمضان المبارک کے دوران اسرائیلی فوجیوں نے جس طرح مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی اور نمازیوں، بشمول خواتین پر تشدد کیا، پھر آئے دن فلسطینی مسلمانوں پر جس طرح زمین تنگ ہو رہی ہے، اور یہ سب جرائم ایسے وقت میں ہو رہے ہیں جب عرب حکمران اسرائیل کی تائید اور اس کے ساتھ قربت کا علی الاعلان اظہار کر رہے ہیں، جبکہ ساتھ ہی امریکہ و اسرائیل کی اس جنگ کو ان سے بڑھ کر براہ راست لڑ رہے ہیں، یہ سب بتا رہا ہے کہ اسلام کے خلاف یہ جنگ کس انتہا تک پہنچ چکی ہے، اس کی شدت و سنگینی آج کیسے ہر حد کو پار کر رہی ہے اور یہ امت مسلمہ پر کیسے آزمائشوں کے دروازے ایک کے بعد دوسرا کھول رہی ہے۔ برصغیر میں بھی یہ جنگ جاری ہے، محاذ اور کردار ضرور مختلف ہیں، مگر مقاصد ایک ہیں اور طریق کار بھی ایک ہے، ہدف ونشانہ اسلام و اہل اسلام ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج برصغیر میں اہل ایمان کی حالت انتہائی خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے ...... اسی تناظر میں آج میں اپنی اس گفتگو میں مسلمانانِ برصغیر کی اس حالت کا جو قابل توجہ پہلو ہے، اسے ان شاء اللہ آپ کے سامنے بطورِ تذکیر رکھ رہا ہوں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ بس خیر کی بات کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم بھائیو!

یہ حقیقت آج کسی سے بھی مخفی نہیں ہے کہ برصغیر میں ہم مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر، بلکہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے۔ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش ہر جگہ صورتِ حال آخری حد تک خرابی کی طرف جا رہی ہے، یہاں پہلے بھی ہمیں آزادی و تحفظ اور چین و سکون نصیب نہیں تھا، مگر اس تنزل، عدم تحفظ اور دشمن کی طرف سے گھیرا تنگ ہونے کے عمل میں آج جو تیزی آئی ہے، یہ پہلے کی نسبت غیر معمولی ہے۔ حالات کچھ ایسی کروٹ لینے لگے ہیں کہ اب واضح طور پر نظر آ رہا ہے اور اپنے پرائے سب کہہ بھی رہے ہیں کہ جلد یا بدیر بہت برا ہونے والا ہے، مسلمانانِ برصغیر ایسے حادثے کی طرف بڑھ رہے ہیں کہ جو اپنی نوعیت میں انتہائی خطرناک ہوگا، اور قابل غور بات اس میں یہ ہے کہ اس انجام تک لے جانے کی محض کفریہ طاقتیں ذمہ دار نہیں، ذمہ دار کفریہ طاقتیں اور مسلمانوں کے سروں پر مسلط ان کے زر خرید غلام بھی ہیں، مگر خود ہم مسلمانوں پر بھی اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس لیے کہ ہماری ہی غفلت و کوتاہی کو ہمارے دشمنوں نے استعمال کیا ہے، اسی تمہید کی ذرا وضاحت کی کوشش کرتا ہوں۔

صورتِ حال یہ ہے کہ ہندوستان میں ہمارا وجود مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے ہمارا دشمن اپنی تاریخی صف بندی کر رہا ہے، یہ دشمن ہمیں مارنے اور ہمارے دیس سے ہمیں نکالنے کے لیے علی الاعلان تلواریں تیز کر رہا ہے، جبکہ مقابل میں ہم کروڑوں کی تعداد میں بے بس، منتشر اور دفاع کے کسی پروگرام کے بغیر بس آسمانی معجزے کا انتظار کر رہے ہیں، بنگلہ دیش بھی اس زعفرانی آندھی سے محفوظ نہیں ہے، یہاں سیاسی طور پر مشرکین ہند کا تسلط پہلے سے کہیں زیادہ قوی ہو گیا ہے اور اب معاشرتی سطح پر ہم سے ہمارا دین وایمان چھیننے کی باقاعدہ جنگ لڑی جا رہی ہے۔ پاکستان کی حالت ان دونوں سے بدتر اس لیے ہے کہ یہاں اللہ نے ہمیں بہت کچھ دیا تھا، مگر آج ان میں سے کچھ بھی ہمارا نہیں رہا، ترقی کے نام پر دین وناموس اور آزادی واختیار کی قربانی بہت پہلے دی جا چکی ہے، جبکہ ترقی کی آج یہ حالت ہے کہ ملک دیوالیہ ہے، افتراق و انتشار ہے اور عوام کے لیے زندگی کی سانسیں تک لینا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

صورت حال کی خرابی کا یہ احساس ہونے کو تو سب کو ہے، مگر ان حالات کا اہم اور قابل افسوس پہلو یہ ہے کہ اس بدحالی اور تنزلی کے جو اصل اسباب ہیں، ان سے مکمل طور پر صرفِ نظر کیا جا رہا ہے اور اُس طرز عمل پر اصرار ہو رہا ہے جو ہمیں تباہی سے بچائے گا نہیں، بلکہ تباہی کی طرف ہمارا یہ مہلک سفر مزید مختصر کرے گا۔ ایسے میں یہ موقع ہے کہ دردِ دل رکھنے والے اہل ایمان ان حالات کو خود بھی، اللہ کو مطلوب اصل اور حقیقی زاویے سے دیکھیں اور قوم کو بھی اس کے اصل اسباب بتائیں، ان کا علاج سمجھائیں، اور عوام کے دلوں پر پھر دستک دے کر انہیں جھنجوڑیں اور اُس طوفان کے آگے بند باندھنے کے لیے ساتھ کھڑا کریں جس کے لیے اٹھ کھڑا ہونا آج ہمارے اوپر فرض عین ہو گیا ہے۔

محترم بھائیو!

اللہ کی کتاب کہتی ہے کہ ہماری عسرت و تنزلی اور ذلت و رسوائی کا بڑا سبب اپنے رب کی ناقدری اور کتاب اللہ سے منہ موڑنا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾ (سورۃ طہ: ۱۲۴)

”اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔“

اللہ کی کتاب کا تقاضہ ہے کہ ہم خود بھی اپنے رب کے سامنے جھک جائیں، اس کے دین پر خود عمل کرنے والے بنیں مگر ساتھ ہی اللہ کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ اس دین کو غالب کرنے کے لیے میدانِ عمل میں ہم اتریں اور شیطان کے مقابل رحمان، باطل کے خلاف حق اور ظلم کے سامنے عدل کے علم بردار بن کر اللہ کے سپاہی بن جائیں۔ اللہ پر ایمان کا اقرار مگر اس کی اطاعت کے لیے تیار نہ ہونا، دین پر عمل کا دعوی مگر اس دین کی خاطر نہ اٹھنا اور اللہ کی پکار پر کان بند کر لینا یہ وہ بڑا سبب ہے کہ جس کی وجہ سے ہم برصغیر میں ذلت و رسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی شخصی اور قومی حفاظت و ترقی کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا ہے جبکہ اللہ کے دین کی حفاظت و سربلندی کے مقصد کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے، نتیجے میں اللہ کا دین بھی مغلوب ہے اور ہم بھی مغلوب، محکوم اور مقہور۔ قوم مسلم کی حفاظت، عزت اور غلبے کا راز اللہ رب العزت نے دین اسلام ہی کی حفاظت، عزت اور غلبے میں رکھا ہے۔ اگر اہل ایمان نصرتِ دین کے لیے اٹھیں گے، اسے غالب کرنے کے لیے حیّ علی الجہاد پکاریں گے تو اللہ انہیں بھی ذلت و رسوائی سے بچائے گا، قوت و اختیار کی نعمت سے انہیں نوازے گا لیکن اگر دین و شریعت کی پاسداری کی جگہ شخصی اور قومی مفادات کا تحفظ ہی نصب العین بن جائے تو نہ مسلمان کی جان اور عزت محفوظ ہوگی اور نہ ہی اس کے قومی مفاد۔ شرعی احکامات کو چھوڑ کر، ان پر مداہنت دکھا کر کسی اور چیز سے اگر ہم دنیا میں عزت و وقار حاصل کرنا چاہیں گے تو جواب میں غلامی، رسوائی اور بے چینی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہی اچھی بات فرمائی کہ نحن قوم أعزنا الله بالإسلام ”ہم ایسی قوم ہیں کہ اسلام کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت دی“، فإذا ابتغينا العزة بغير ما أعزنا الله أذلنا الله ”اگر ہم نے اس اسلام سے ہٹ کر کسی اور چیز میں عزت ڈھونڈی تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا“۔ پس برصغیر میں جس تنزل کا ہم سامنا کر رہے ہیں، اس کا بڑا اور اہم سبب قومی مصلحت و مفاد نامی بت کے سامنے دین اسلام کے تقاضوں کی قربانی ہے، نتیجے میں آج نہ ہم محفوظ ہیں اور نہ ہی ہمارا قومی وقار اور مفاد محفوظ ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ علیمٌ بذات الصدور ہے، وہ انسانوں کا ظاہر بھی جانتا ہے اور باطن بھی، اور اس ظاہر و باطن میں مطابقت دیکھ کر ہی وہ اقوام کی ذلت و عظمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اُس رب کریم کو آئین و دستور نامی کتابچے میں چند اسلامی سطور لکھوا کر دھوکہ نہیں دیا جاسکتا، وہ دیکھتا ہے کہ کون اللہ کے ساتھ اپنے وعدوں کو بالفعل پورا کرتا ہے اور کون ان وعدوں اور دعوؤں کو شریعت اسلامی ہی سے فرار کا ذریعہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے دین متین کے خلاف بغاوت و فساد کا وسیلہ بناتا ہے۔ وہ ربِّ عظیم ہم جیسوں کو ہی خبردار کرتا ہے کہ اگر اُس ذات عظیم اور اس کی کتاب پر ایمان کا دعویٰ ہے تو پھر کتاب اللہ کے سارے احکامات اور اللہ کے پورے کے پورے دین پر عمل کا ارادہ کر کے دکھاؤ، دکھاؤ کہ تم اللہ کے ہر ہر امر کو اپنے عمل میں لانے کے لیے پر عزم ہو، اللہ کی محبت اور اس کی اطاعت کو ہر دوسری محبت واطاعت پر ترجیح دیتے ہو اور اپنے کردار سے ثابت کرو کہ تم نہ اپنی خواہش کے بندے ہو اور نہ ہی اپنے جیسے بندوں کے بندے، بلکہ تم اللہ کے بندے اور صرف اللہ ہی کے غلام ہو، لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اہل دین اور علمائے عظام کو دبانے کے لیے تو تم 'پیغام پاکستان' کا سہارا لو گے، اللہ کے ہاں اس قسم کا کوئی حربہ کام نہیں آتا، اللہ کے ہاں ایمان، کردار، بے لوثی اور اخلاص چلتا ہے، اور یہ وہ پیمانہ ہے کہ جس کے مطابق ہمارے حکمران طبقے کی پچھتّر سالہ تاریخ گواہ ہے کہ اس دین سے محبت اور اس کی قدردانی میں یہ کس قدر جھوٹے، کھوٹے اور خائن ہیں! یہ ”قرآن وحدیث کے خلاف کسی قسم کی قانون سازی نہیں ہوگی“ کا وعدہ اور اعلان بھی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اس آئین میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ (سود) کو عین حلال ثابت کرتے ہیں، حدود آرڈیننس نامی بے اثر دستاویز کو دستور کا حصہ بھی بناتے ہیں، مگر ساتھ ہی ایسی قانون سازی بھی کرواتے ہیں کہ پچھتّر سال میں کبھی ایک دفعہ بھی ان احکامات پر صحیح طرح عمل نہیں ہو سکا، بلکہ یہی قوانین اللہ کی شریعت کے مذاق بننے کا ذریعہ بن گئے، پھر یہی 'اسلامی دستور' ہے کہ جس کے تحت 'حقوقِ نسواں' بل بھی پاس کیا گیا اور 'ٹرانس جینڈر ایکٹ' بھی ایوان میں پاس کیا گیا، وہ بل کہ جن سے متعلق ان علمائے کرام کے بیانات بھی ریکارڈ پر ہیں جن سے 'پیغام پاکستان' پر دستخط لیے گئے ہیں کہ ان بلوں کے بعد ریاست پاکستان میں زنا بالرضا اور لواطت قانوناً جائز قرار دے دیے گئے ہیں، قانون ان کے مرتکبین کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ پھر اس 'اسلامی دستور' کی مزید حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس میں ایک طرف اللہ کی حاکمیت کا اعلان کر کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا، مگر ساتھ ہی پھر دوسری طرف اس میں قرآن وسنت کے نفاذ کی طرف ہر عملی قدم عوامی نمائندگان کی اکثریت (اغلبیت) کی رضامندی کے ساتھ جوڑ دیا۔ گویا اللہ کے احکامات قابل اطاعت ہیں مگر بس تب جب وہ عوامی نمائندوں کی خواہش کے مطابق ہوں اور وہ اجازت دیں کہ ہاں اللہ کے ان احکامات پر عمل بھی ہو! ظاہر ہے اللہ کی حاکمیت کے مقابل اس سے بڑی جرأت کیا ہو سکتی ہے؟ اور یہ ہمارے اس آئین کے اسلامی ہونے کی حقیقت ہے جس کی آڑ لے کر ہم پر مسلط مغرب نواز اور نفس پرست طبقہ حکومت بھی کر رہا ہے اور پاکستان سے اسلام کا جنازہ بھی نکال رہا ہے۔ اس دورخے

پن، دورنگیت اور منافقت کے ذریعے بعض اہل دین کو تو دھوکہ دیا جاسکتا ہے مگر کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بھی کوئی فریب دے سکتا ہے؟ اللہ اس ریاست کے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہے؟ کیا اس رب کریم کی نگاہ میں بھی 'یہ ریاست اسلامی ہے یا غیر اسلامی' جیسی بحثوں کا کسی ایک طرف لگنا پہلے ضروری ہے؟...... اللہ رب العزت عزیز و قدیر، منتقم اور ذوالجلال ہے، اس کے شرعی احکامات کی جب تحقیر و ناقدری ہوتی ہے تو اس کے تکوینی احکامات کو عمل میں لانے سے پھر کوئی نہیں روک سکتا، اور یہی وہ احکامات ہیں کہ جو ہماری قوم پر پچھلے ستر اسی سالوں سے عامل نظر آرہے ہیں اور جن کے باعث باوجود اس کے کہ ہم نے امریکہ کی بھی غلامی کی اور چین کے در پر بھی سجدہ کیا، مگر ہماری غربت اور رسوائی ختم نہیں ہوئی، بلکہ آئے دن اس میں اضافہ ہوتا گیا اور اس کا سبب اس کے علاوہ کیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہماری یہ گندم نمائی و جو فروشی چھپائے نہیں چھپتی۔

اللہ رب کریم نے اعلان کیا ہے، اس کا فیصلہ ہے کہ اس ذات عظیم کے ساتھ جو بھی دھوکہ و فریب کرے گا، اس کے بعض احکامات پر عمل کرے گا اور بعض کا عملاً انکار کرے گا تو اس کی سزا اس دنیا میں ذلت و رسوائی ہوگی، وہ لاکھ اپنی دنیا بنائے یہ اس سے بن نہیں پائے گی، جبکہ آخرت میں اس کے لیے بدترین عذاب ہوگا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟'' فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ''پھر جو تم میں سے ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو'' وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ''اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جاؤ'' وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ''اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس سے جو تم کر رہے ہو''۔ (سورۃ البقرۃ: ۸۵)

سبحان اللہ! آیت کا اختتام دیکھیے؛ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ، یہ نہیں سمجھنا کہ قوم کو دھوکہ دیا، علما و اہل دین کو دھوکہ دو گے تو (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی دھوکہ دے دو گے، نہیں! فرمایا: ''جو تم کرتے ہو، اللہ اس سے غافل نہیں!!'' پھر اگلی آیت میں اللہ فرماتے ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی زندگی اختیار کرلی ہے آخرت کو چھوڑ کر سو اب نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی''۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آپ ﷺ مختلف گناہوں کے وبال بیان کرتے ہیں، فحاشی، ناپ تول میں کمی، زکوٰۃ نہ دینے جیسے گناہوں کے رائج ہونے اور دنیا میں ان کے وبال کے بعد فرماتے ہیں: "وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ. وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ، إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ"، ''اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ غیروں کو ان پر مسلط فرما دیتا ہے جو اس قوم سے عداوت رکھتے ہیں، پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں اور جب مسلمان حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نظام میں (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کر لیتے ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو خانہ جنگی اور) باہمی اختلافات میں مبتلا فرما دیتے ہیں''۔

یہ حدیث مبارک ہمیں بتاتی ہے کہ آج ہم کیوں آئی ایم ایف اور دیگر عالمی اداروں کے غلام بن گئے اور کیوں ہمارے وسائل یہ یہودی ادارے لوٹتے ہیں، یہ ہمیں بتاتی ہے کہ آج بطورِ قوم بے مقصدیت و نااتفاقی کا ناسور ہمیں کیوں کھا رہا ہے اور کیوں ہم دشمنوں کے سامنے اس قدر بے بس اور لاچار ہیں؟ یہ ہمیں یہ بھی سمجھاتی ہے کہ نااتفاقی، انتشار اور کمزوری و ضعف ہی ہماری اس رسوائی کے اسباب نہیں ہیں، بلکہ یہ وبائیں اور امراض تو بذاتِ خود نتائج ہیں، جبکہ ان کے حقیقی اسباب اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ غداری اور اس کو عملاً اپنا حاکم تسلیم نہ کرنا ہے۔ غرض آج کی آپس کی عداوت و اختلاف ہو یا ماضی میں مسلمانانِ بنگال کو اپنے سے ناراض کرنے اور انہیں بنگلہ دیش بنانے کی طرف دھکیلنا ہو، اس سب کا باعث خود اپنے یہ جرائم تھے کہ ہم نے اللہ کو اپنا حاکم و مالک تسلیم نہیں کیا، اس کے ساتھ اپنے وعدے وفا نہیں کیے اور اس کی شریعت کو اپنے اوپر نافذ نہیں ہونے دیا۔

برصغیر کے میرے عزیز بھائیو!

یاد رکھیے کہ برصغیر میں اہل ایمان کو اللہ رب العزت ایک عظیم مقصد اور خصوصی مہم کے لیے تیار کر رہا ہے، اس مقصد کے لیے جس قدر جلدی ہم کھڑے ہوئے، تباہی اور رسوائی کی طرف گرنے سے اتنا ہی جلدی بچ جائیں گے، ورنہ دشمن کی طرف سے جو تھپیڑ بطورِ قوم رسید کیا جا رہا ہے، اس آزمائش کا شاید مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری پہچانیں، فرض نبھائیں اور 'حزب اللہ' اور 'جند اللہ' بن کر اللہ کی نصرت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ ہمیں جاننا چاہیے کہ اس خطے میں مسلمانوں کی عزت و عظمت اور ترقی و بقا کا انحصار فقط اور فقط ایک حقیقت پر ہے، وہ حقیقت یہ کہ ہم اللہ کا محبوب بننے والے راستے پر قدم رکھیں۔ یہ اللہ کا محبوب بننے والا راستہ کیا ہے اور اس کی کیا صفات ہیں؟ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا ہے:

> ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ المائدۃ: ۵۴)
>
> ''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے سو عنقریب اللہ ایسی قوم کو پیدا فرما دے گا جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ سے

محبت کرنے والے ہوں گے، وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔"

گویا برصغیر میں اسلام و اہل اسلام کی بقا، دفاع اور عزت و عظمت کا انحصار کسی خاص پاک یانا پاک فوج پر نہیں ہے، بلکہ یہ ایسی اسلامی تحریک کے مرہون منت ہے جس کے افراد (۱) اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہوں اور اللہ ان کے ساتھ محبت کرتا ہو، (۲) جو مومنین پر نرم ہوں، (۳) کفار کے لیے سخت و زبردست ہوں، (۴) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں اور (۵) جو (ان فرائض کی بجا آوری میں) ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہوں۔ یہ وہ صفات ہیں کہ اگر یہ ہم مسلمانوں نے اپنالیں تو اللہ ہمیں اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت میں شاید استعمال کرلیں، لیکن ان صفات سے اگر خدانخواستہ ہم محروم رہے تو اللہ ہمیں ہٹا کر دوسروں کو لائے گا، اس لیے کہ اُس رب کریم کو اپنے دین کا غلبہ مقصود ہے اور اس کے لیے صرف وہی افراد اور وہی جماعتیں قابل قبول ہیں جن میں ذکر کردہ صفات موجود ہوں۔ پھر یاد رکھیے کہ اللہ کے دین کا غلبہ کسی ایسی تحریک کے ذریعے نہیں ہو سکتا، نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا جو نظام باطل ہی کے اندر اس کی کھینچی گئی لکیروں پر چلنے کی اسیر ہو اور طواغیت کی اطاعت و وفاداری کو جو اپنا 'آئینی' و 'دستوری' فریضہ سمجھتی ہو، اسلام غالب کرنے کی حقیقی تحریک کفر و ظلم کے مقابل ہمیشہ 'پرامن' بھی کبھی نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی تحریک جو پرامن جدوجہد کے نام پر جہاد و قتال کو تقویت دینے کی جگہ کمزور کرتی ہو، غلبۂ اسلام کی جگہ غلبۂ کفر ہی میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ پس برصغیر میں اہل ایمان کے دفاع، انہیں ذلت و پستی سے نکالنے اور اسلام غالب کرنے کی سعادت اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ایسے خوش نصیبوں کو ہی دے گا، جو اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہوں، اپنے اخلاص و اصلاح کے سبب وہ اللہ کو بھی محبوب ہوں، اور جن کی محبت و نفرت کا پیمانہ نہ ذات ہو اور نہ جماعت، قبیلہ، قوم اور ملک، بلکہ وہ اللہ ہی کے لیے محبت کرتے ہوں اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کرتے ہوں، جو اللہ ہی کی خاطر کسی کی تائید کرتے ہوں اور اللہ ہی کے لیے کسی سے اختلاف کرتے ہوں، اور جو اللہ ہی کے کلمے کی سربلندی کے لیے میدان جہاد و قتال میں بھی کھڑے ہوں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم ضعفاء کو بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے اور ہمارا خون پسینہ اپنے دین کی نصرت میں قبول فرمائے، آمین۔

اللہ کا شکر ہے کہ برصغیر اللہ کی نصرت کرنے والے ایسے علمائے حق اور مجاہدین سے خالی نہیں ہے، اندھیری رات کے ان چراغوں اور مشعلوں کو بجھانے اور امت مسلمہ سے ان کا نور دور کرنے کے لیے پاکستان سے بنگلہ دیش اور ہند و کشمیر تک بندگان شیطان اپنا زور لگا رہے ہیں، اور ایسے میں اہل ایمان کا امتحان ہے کہ کون ان علمائے حق و مجاہدین کا ساتھ دیتے ہیں اور کون ان کے خلاف کھڑے ائمۂ کفر کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾، اللہ کا یہ فرمان آج ہمیں مخاطب ہے، اس میں اول حکم تقویٰ کا ہے، کہ اپنے ہر ارادے اور ہر عمل میں اللہ کو اپنا مقصود بناؤ، اس کی ناراضگی سے بچو! اور اسی میں اللہ کے دین کے انصار بننے کا امر بھی شامل ہے، مگر ساتھ ہی اس عمل کا طریق بھی بتا دیا ہے کہ "وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"، سچوں کا ساتھ دو! مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس کی پیاری تفسیر کی ہے، فرماتے ہیں: "یہاں علماء و صلحاء کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر عالم وصالح کی پہچان بھی بتلا دی ہے کہ عالم و صالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت وارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو اور عمل کا بھی سچا ہو"...... پاکستان میں، جبکہ آج ایک دفعہ پھر مجاہدین کے خلاف آپریشن کا اعلان ہوا ہے، مسلمانان پاکستان کا ایک دفعہ پھر امتحان ہے کہ وہ اس پیمانے پر تولیں اور پرکھیں کہ مجاہدین اور ان کے خلاف لڑنے والوں میں کون صادق ہیں اور کون کاذب؟ مسلمانان پاکستان کے خیر خواہ، اسلام کے سپاہی اور اللہ کی بندگی کے دعویٰ میں سچے اور کھرے یہ جرنیل ہیں جو کفارِ عالم کے پٹھو، اہل ایمان کے قاتل اور پاکستان پر مسلط نظام باطل کے محافظ ہیں یا وہ مجاہدین سچے ہیں جنھوں نے امت مسلمہ پر غیرت اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنے گھر بار اور علاقے بمبار کروائے، ہجرت و جہاد کی راہوں کا انتخاب کیا اور قربانیوں کی ایک لازوال تاریخ ثبت کی۔ آج بھی ان مجاہدین کا بس یہی جرم ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ اپنا کیا ہوا وعدہ نبھاتے ہیں اور مسلمانان پاکستان کو ظلم و ذلت کی اس سیاہ رات سے نجات کا راستہ دکھاتے ہیں، لہٰذا یہ مجاہدین مستحق ہیں کہ ان کے دست و بازو بنا جائے، ان کے ساتھ تعاون کیا جائے، ان کے مواقف کی تائید کی جائے اور ان کے خلاف نظام باطل اور مجرمین کا دفاع کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا جائے، یہ کرنا مسلمانان پاکستان کے لیے واجب ہے اور اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ ان شاء اللہ جھوٹوں کے مقابل سچوں اور امریکی غلاموں کے مقابل اسلام کے شیدائوں کا ساتھ ہو گا۔

آخر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں اُن کی محبت دے جو اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہوں اور اس کے دین کی نصرت کرتے ہوں اور اُن کی نفرت ہمارے دلوں میں بٹھادے جو اللہ کے دین و شریعت کے ساتھ عداوت کرتے ہوں۔ اللہ مجاہدین امت کی مدد و نصرت فرمائے، انہیں ہر ظاہری و باطنی شر سے محفوظ فرمائے، مسلمان عوام کی ہدایت و نصرت کا انہیں ذریعہ ثابت کرے اور اللہ ان کے واسطے امت مظلومہ کو امن، عزت اور سکون سے نوازے، آمین یارب العالمین!

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۲۰۲۳ء)

☆☆☆☆☆

عید الفطر ۱۴۴۴ھ کے پر مسرت موقع پر مبارک باد اور نصیحت کی چند باتیں

مرکزی قیادت - جماعت قاعدۃ الجہاد (القاعدہ)

اللہ رب العزت کی حمد و ثنا جس نے رمضان مبارک کی آمد سے مسلمانوں کا خوب اکرام کیا۔ اور اس ماہ میں صیام و قیام کے اتمام پر ان پر مکمل انعام کیا۔ تمام اجر و ثواب کا حصول محض اس کے فضل و احسان سے ہوا۔ ایمان و یقین کے ساتھ شبِ قدر سے نوازا۔ اور آخر میں عید الفطر کی خوشیاں بھی نصیب فرمائیں۔ اور درود و سلام دو جہانوں کے لیے مبعوث ہدایت و رحمت پر۔ ان کے آل و اصحاب پر اور پیروان سنتِ آنجناب پر۔ اور ان پر جو تا قیامت عَلم جہاد نبویؐ اٹھائے رکھے ہوئے ہیں۔

اپنی امت مسلمہ کے نام! جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مبعوث کردہ بہترین امت قرار دیا، دنیا بھر میں بسترے برادرانِ اسلام کے نام، اور تمام خطوں میں اسلام اور مسلمانوں کے محافظ اہل جہاد کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عید فطر سعید بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے خوشیوں، فتوحات اور عزت و فلاح کا باعث بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب سے صیام و قیام اور تمام اعمال صالحہ قبول فرمائے۔ اور ہم سب کو ہدایت یافتہ ہادی و راہنما بنائے۔ اور اپنے نیک بندوں میں شمار کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام عیدوں کو فرحت و مسرت سے معمور کرے۔ اور رحمتوں و برکتوں سے ڈھانپ لے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی تلاوت کریں:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (سورۃ یونس: ۵۸)

”کہو یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوا ہے، لہٰذا اسی پر تو انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ اس تمام دولت سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر کر کے رکھتے ہیں۔“

اے امتِ رشد و ہدایت!

عید کا موقع ہماری امت پر بار بار دہرایا جاتا ہے تاکہ ہم خوشیوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ نصیحتوں اور تعلیمات سے بھی فیض یاب ہوں۔ ان فیوض میں سے ایک عظیم ترین فیض یہ ہے کہ عید اقوام ملت اسلامیہ کے درمیان وحدت و اتحاد کی روح پھونکتی ہے۔ خوشیوں کے ان لمحات میں پوری امت باہمی بھائی چارے کے معاشرتی نظام کو مضبوط کرنے میں لگ جاتی ہے۔ فلاح و بہبود کے منصوبوں کے ذریعے امت کے غرباء اور امراء کے درمیان شفقت و مودت کے رشتے مضبوط ہوتے ہیں۔ امت کے ہر ہر فرد کو باہمی خبر گیری کا احساس ہوتا ہے۔ جس سے مسلم معاشرہ آپس میں مضبوطی سے جڑ جاتا ہے۔ اور اسے وہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا بھر میں اپنی بنیادی ذمہ داریاں انجام دے سکے۔ جس میں اسلامی دعوت و تہذیب کا پرچار بھی شامل ہے۔ اس میں فطرت مخالف اور فاسد عالمی رجحانات سے عقل انسانی کو آزاد کرنا بھی ہے۔ اس میں زمین کو توحید و ایمان سے معمور کرنا بھی ہے۔ اس میں آسمانی شریعت اور نبوی اخلاق کے مطابق خلق خدا کی سیاست بھی ہے۔ اور دنیا بھر میں اسلامی وجود کی حفاظت بھی شامل ہے۔

ہم اپنی محبوب امت کو (جس کا ہم حصہ بھی ہیں اور اسی کے لیے ہمارا وجود ہے) باہمی وحدت اور پشت بانی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہم اسے بھرپور نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے مخلص بیٹوں اور مردان کار کے ساتھ کھڑی ہو جائے۔ جنہوں نے اقامت دین کا غم اٹھائے رکھا ہے۔ پورے کے پورے دین کا۔ امت کو جابروں اور ظالموں سے نجات دلانے کا غم اٹھائے رکھا ہے۔ معاشرتی انصاف کی بنیادیں استوار کرنے کا غم۔ اقتصادی ترقی اور ٹیکنالوجی میں پیش رفت کرنے کا غم۔ صلیبی صہیونی بالادستی سے حقیقی آزادی کے حصول کا غم۔ تمام ممالک کے امتیوں کو عزت و افتخار دلانے کا غم۔ انسانیت بھر کو شرعی آزادی دلانے کا غم۔ حزب شیطان کے شذوذ و انحراف کی بندھنیں توڑ کر رحمان و رحیم کی پناہ میں لے جا کر۔ ایسی پناہ جو لینے والوں کو حقیقی آزادی دلاتی ہے۔ ایسی آزادی جو محبت و رحمت میں لپٹی ہوئی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہے۔

عید صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی تمام اقوام عالم کو کے لیے ایک بہترین اور قیمتی موقع ہے کہ ہم دلی نصیحت کے ذریعے انہیں اپنے قریب کریں۔ ہم انہیں دعوت دیں کہ وہ دینِ اسلام اور کلام رب الناس کو جاننے کے لیے اپنا کچھ وقت نکالیں اور اپنے آپ کو صہیونیت نواز سیاست دانوں کی چالوں سے آزاد کریں۔ تاکہ ان کی آنکھوں سے تاریک پردے ہٹیں اور وہ اسلام کی پیش کردہ روشن اور سچی حقیقت کو دیکھ سکیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (سورۃ آلِ عمران: ۶۴)

”(مسلمانو!) کہہ دو کہ: اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو، (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ

کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔‘‘

ہم تمام انسانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے سربراہان ممالک اور زعمائے عالم پر بھروسہ نہ کریں جو انہیں مسلسل دھوکے دیتے آرہے ہیں۔ اور اپنی اقوام کو ہلاکتوں میں ڈال رہے ہیں۔ اگر ان کے سیاست دانوں میں عقلِ سلیم کا کچھ حصہ ہوتا تو وہ اس امت کے بارے میں ہوش مند ہوتے جس کی تعداد اب دو ارب سے بڑھ گئی ہے۔ وہ امتِ اسلام کی بیداری سے خبردار رہتے جس کے بعد وہ کبھی شکست نہیں دیکھے گی۔ وہ امت جو دنیا کی قیادت کے لیے پوری قوت سے آنے ہی والی ہے۔ اپنے دین و اقدار، اصول و مبادی، اور تہذیب و عدالت کو ساتھ لے کر۔ اگر ان سیاستدانوں کو سمجھ داری اور سیاسی پختگی کا ادنی حصہ حاصل ہوتا تو دین اسلام سے مخلص مسلمانوں کو اپنا مشیر مقرر کرتے۔ تاکہ وہ انہیں اسلام کے بارے میں حقیقی اور غیر جانبدار فہم و شعور دیں۔ اور انہیں سمجھائیں کہ اسلام کا کردار کیا ہے اور اس کے کیا کیا تاریخی استحقاق ہیں۔ تاکہ یہ حکمران دنیا پر چھانے کے لیے تیزی سے آنے والے اسلام کی حقیقت سے روشناس ہوں۔ ہم دنیا بھر کے عوام کو نصیحت کرتے ہیں کہ یہ انتہائی بے وقوفی اور سراسر نادانی ہو گی کہ وہ اپنے لیے ایسے حکام کا منتخب کریں جو مسلمانوں کے بدترین دشمن اور نسل پرست مجرم ہیں۔ یا اپنے ممالک کی باگ دوڑ اور سیاست انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں تھما دیں۔ ’مودی‘، ’ابن کفیر‘ اور ان جیسے اسلام کے کٹر دشمن اپنی حکومتوں اور اقوام کو تباہی کے سوا کچھ نہیں دیں گے۔ اور عنقریب وہ فصل کاٹیں گے جو انہوں نے سرزمین اسلام میں بوئی۔ خون کی ہولی میں خون کے علاوہ کیا بہے گا۔ اور قریب ہے کہ حسرتیں اور ندامتیں ان کے دامن گیر ہوں گی۔ قسم ہے! ان کے بغض و عناد نے انہیں اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ فہم واقع سے قاصر ہو چکے ہیں۔ اور دنیا کے بدلتے نقشوں کی پیشین گوئیوں کو نہیں سن پا رہے جس سے انہیں معلوم ہو کہ مستقبل نے ان کے لیے کیا چھپا رکھا ہے۔ کیا انہیں ادراک نہیں کہ ان کے گرد چہار سو مسلمانوں کا بحر بے کراں ہے۔ قریب ہے کہ ان میں ایسی طغیانی برپا ہو جو صہیونی صلیبی مغرب کی آلۂ کار حکومتوں کو غرق کر دے۔ اُس دن امت اپنے جابروں کے ساتھ ابدی غضب کے ساتھ پیش آئے گی جس میں ذرہ برابر رحم نہ ہو گا۔ اور عن قریب اس قسم کے خائن حکمران، جابر مجرم، اور شکست خوردہ مفکرین صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ بے شک ان سب پر ایک انتقام والا طاقتور خدا ہے۔ جس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ جس کا معمول ہے ظالموں کو ہلاک کرنا، انہیں قصۂ پارینہ بنانا، ان کی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمان میں سچا ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ○ (سورۃ ابراہیم: ۴۲)

’’اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو کچھ یہ ظالم کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل ہے۔ وہ تو ان لوگوں کو اس دن تک کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔‘‘

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ (سورۃ ہود: ۱۰۲)

’’اور جو بستیاں ظالم ہوتی ہیں، تمہارا رب جب ان کو گرفت میں لیتا ہے تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ واقعی اس کی پکڑ بڑی دردناک، بڑی سخت ہے۔‘‘

سلسلۂ کلام وہیں سے جوڑتے ہیں جہاں سے شروع کیا تھا۔ اور اپنی امت مسلمہ کو عید الفطر کے موقع پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ امت کو اپنے رب کی منشا کی تکمیل کے لیے اتحاد و عمل کی دعوت دیتے ہیں کہ امت کی اولین ترجیح اسلام کی سربلندی ہو۔ کیونکہ اسلام کی روشنی کے بغیر نہ کوئی زندگی ہے، نہ آزادی، نہ عدالت۔ ہماری عزت دار امت یہ جان لے کہ جس ’اصلاح‘ کے عمل کی طرف بعض لوگ دعوت دے رہے ہیں وہ صہیونیت اور اس کے آلۂ کار حکومتوں کی محض ایک سازش ہے تاکہ داعیان حق کو رہٹ کے ایسے چکر میں پھنسا دیں جو نہ ختم ہونے والے ہیں۔ امتِ اسلام کے سامنے رب کی منشا کے مطابق آزادی اور عزت حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ جابر حکومتوں اور نظاموں کی حقیقی اور مکمل بیخ کنی ہے۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس امت کو آنے والی عیدوں میں اپنے دشمنوں کے خلاف زبردست فتح و نصرت سے ہم کنار کرے۔ سب کو رشد و ہدایت عطا کرے۔ اور ہم سب کو صراط مستقیم کی طرف لے جائے۔ اور ہر اس عمل کی توفیق دے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی صلاح و کامیابی ہو۔

ہم اللہ سے ہی مدد مانگتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی کی پناہ میں آتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ اِلا باللہ العلی العظیم۔

شوال ۱۴۴۴ھ

اپریل ۲۰۲۳ء

☆☆☆☆☆

عید تو آئی ہے لیکن......

القاعدہ برِّ صغیر

بسم الله الرحمن الرحيم

الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر، ولله الحمد، الله أكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة وأصيلا، وبعد!

ہم تمام اہلِ ایمان بالخصوص مسلمانانِ برِّصغیر کو ۱۴۴۴ھ کی چھوٹی عید کی مبارک باد پیش کرتے ہیں، تقبل الله منّا ومنكم صالح الأعمال! كل عام وأنتم بخير!

ہم اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ تمام اہلِ ایمان کے صیام و قیام اور اعمالِ صالحہ کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور جنت کے استحقاق، جہنم سے نجات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں ان کے طریق پر چلنے کی صورت اور آخرت میں آپ کی ہمسائیگی کی صورت معیت عطا فرمائیں اور اپنی رضا و رضوان کا پروانہ عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین!

عید اہلِ ایمان کے لیے خوشی کا تہوار ہے۔ اللہ پر ایمان رکھنے والی، نیکی کا حکم کرنے والی اور برائیوں سے روکنے والی، لوگوں کی طرف بھیجی گئی بہترین امت کا عالمی تہوار، جس دن سبھی اہلِ ایمان رنگ و نسل اور قوم و وطن کو پس پشت ڈالتے ہوئے، فقط اللہ وحدہٗ لا شریک کی شریعت کی عطا کردہ خوشی، عالمی سطح پر مناتے ہیں۔ ہم بھی اپنی امت کی خوشیوں میں پوری طرح سے شریک ہیں بلکہ امت کی خوشی ہماری خوشی اور امت کا غم ہمارا غم ہے۔ الحمد للہ یہ دوسری چھوٹی عید ہے جو ایک ایسے زمانے میں ہم اہلِ ایمان پر آئی ہے، جب ایک صدی کے بعد امتِ مسلمہ کے ایک ملک میں شریعتِ محمدی علی صاحبہا ألف صلاۃ وسلام نافذ ہے، حدود اللہ جاری ہیں، اقامتِ صلاۃ و زکاۃ کا نظام ہے اور حجابِ شرعی اصلاً و اصولاً نافذ ہے، والحمد للہ ربّ العالمین!

مگر، عید تو آئی ہے لیکن...... امتِ مسلمہ کے لاکھوں گھروں میں چراغاں نہیں اندھیرا ہے، ستاون (۵۷) میں سے چھپن (۵۶) 'اسلامی' ممالک میں شریعتِ مطہرہ و منورہ کے بجائے انسانی ساختہ جمہوری قوانین یا قوم پرست بادشاہتوں کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اس عید سے پہلے کا رمضان ہم پر یوں گزرا کہ قبلۂ اول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ اسریٰ و معراج، مسجدِ اقصیٰ پر یہودِ نامسعود نے حملہ کیا، نمازی زخمی کیے گئے اور باحجاب بہنوں کے سفید حجاب لہو سے سرخ ہوئے۔ کشمیر میں آنچلوں پر سنگینوں کے وار ویسے ہی ہوتے رہے اور کتنی کشمیری خواتین اپنے شوہروں، بیٹوں، بھائیوں اور باپوں کی گمشدگی اور قتل پر نوحہ کناں رہیں۔ اسی گزرے رمضان میں مشرقی ترکستان (سنکیانگ) میں ایغور مسلمان زبردستی خنزیر و شراب کھلائے پلائے جاتے رہے، مسلمان بیٹیوں کو ملحد چینیوں کی محافلِ رقص و سرود میں نچوایا جاتا رہا، مسلمانوں کی بیٹیاں چینی لادینوں کے نکاح میں بزور داخل کی جاتی رہیں اور ایغور مسلمان بہنوں کے سروں پر چینی ملحد پیشاب کرتے رہے، فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون! ہندوستان کی حالت بھی کچھ جدا نہ تھی، 'جے شری رام' کے نعروں میں بہار میں کتاب اللہ کے نسخے اور مدارس جلائے گئے، اتر پردیش میں مسلمان لائیو ٹی وی کیمروں کے سامنے سر پر بندوق رکھ کر شہید کیے گئے، راجستھان کی مساجد پر زعفرانی جھنڈے لہرائے گئے۔ صومالیہ میں اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے والے شبابِ اسلام پر منظم صلیبی حملہ شروع کیا گیا اور یمن تا وزیرستان و قبائل امریکی و امریکی اتحادیوں کے ڈرون طیارے بمباریاں کرتے رہے۔

یہ عید کا پُر مسرت موقع ہے، لیکن یہ خوشیوں کا موسم غموں کی آندھیوں میں آیا ہے۔ ہم اس عید پر خوش ہیں، لیکن پُر نم آنکھوں کے ساتھ کہ کعبۃ اللہ فحاشی و بر ہنگی کے گھیرے میں ہے اور صلیبی ہمارے قبلے سے چند کلو میٹر دور عسکری اڈے جمائے ہوئے ہیں۔ مدینۃ النبی (علی صاحبہا ألف صلاۃ وسلام) میں ہی نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں یہودی دندناتے پھر رہے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بیٹیاں جزیرۃ العرب میں نیلام ہو رہی ہیں اور آلِ ہاشم کے نوجوان دینُ اللہ پر عمل کی پاداش میں سعودی طاغوت کی جیلوں میں ہیں۔ طاغوت ابنِ سلمان وقت کا ابرہہ بنتے ہوئے ریاض میں تہذیبِ جدید کا کعبہ 'مکعب' تعمیر کر رہا ہے۔ پاکستانی وردی و بے وردی حکمران امریکہ کے سامنے سربسجود ہیں اور اللہ کی حاکمیت میں امریکہ کو شریک کیے ہوئے بلکہ امریکہ ہی کو اپنے عمل و فعل سے 'الٰہ' مانتے ہیں، اسی امریکہ اور اس کے دم چھلے اداروں سے قرض لیتے ہیں، پھر سود دیتے ہیں، قرض نہیں چکتے تو پوری معیشت رہن رکھوا دیتے ہیں اور اللہ کی پھٹکار کے مستحق بن کر پورے ملک کے اقتصاد کو زیر و زبر کرتے ہیں اور سودی نظام کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانِ جنگ کیے ہوئے ہیں۔ نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرتے مجاہدین و داعیان کے خلاف آپریشن آل آوٹ کا اعلان ہے۔ کل تک 'آپریشن آل آوٹ' انڈین فوج کشمیر میں کرتی تھی، آج مجاہدین کے خلاف ملک بھر میں سبھی مسلح ادارے اور خفیہ ایجنسیاں ایک اکائی کی مانند آپریشن کریں گے۔ بنگلہ دیش کے لادین حکمران ہندو بنیے کی غلامی کرتے ہوئے حاجی شریعت اللہؒ اور سیّد تیتو میرؒ کی سرزمین بنگال کو عملاً ایک غلام بھارتی ریاست بنائے ہوئے ہیں اور بنگلہ دیش میں مودی کے وائس رائے کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ڈھاکہ و چٹاگانگ کے مجاہدین، غازیانِ ناموسِ رسالت، حفاظتِ ناموسِ رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے 'جرم' میں زندانوں میں قید و اذیت کی صعوبتیں کاٹ رہے ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر 17 پر)

ایسا ہوتا ہے اسلام کا حکمراں......!

مولوی عبد الہادی مجاہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ ومن والاہ ومن تبع سنتہ إلی یوم الدین وبعد

قال اللہ تبارك وتعالى:

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ○ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا (سورۃ الکہف: ۱۳-۱۴)

”یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے، اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی۔ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ کھڑے ہوئے۔“

میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ امتِ مسلمہ کے ایک عالی قدر فرزند اور رہبر کے بارے میں گفتگو کر رہا ہوں۔ جس کے ساتھ زندگی میں ملاقات اور چند لمحات گزارنے کی سعادت مجھے بھی حاصل ہوئی ہے۔

ملا محمد عمر مجاہد معاصر عالم اسلام میں سب سے اہم شخصیت ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ان کی فکر، اقدامات، مواقف اور آثار سے جو نتائج منتج ہوئے ہیں، وہ ایک عالمی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ ایسے نتائج ہیں جن کے ساتھ دنیائے عالم کے تمام انسان معرفت رکھتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ امتِ مسلمہ کے بیٹے اس کے ساتھ آشنا ہیں بلکہ پوری دنیا، سارے ادیان، احزاب، نظریات، افکار اور نظاموں کی پیروی کرنے والے اس کے ساتھ معرفت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس شخصیت کا جو مقام ہے اسی کے مطابق اس کو دیکھا جائے، اس عظیم شخصیت کو مضبوط چٹانوں کے برابر تولا جائے۔ ان کی فکر سے جو نتائج منتج ہوئے ہیں، وہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ، اسلام کو دوبارہ موجودہ زمانے میں زندہ کرنے کا سبب بنے۔ زندگی کے تمام امور میں چاہے وہ فکری ہوں یا سیاسی، عسکری ہوں یا اجتماعی، اخلاقی ہوں یا تمدنی...... ان کے فکری آثار ایسے نمایاں اور کھلے ہیں جو کئی سال گزر جانے کے باوجود عالمِ اسلام کی اسلامی قیادت کے لیے مشعلِ راہ ہیں اور ان کو ہر گز نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ اس عظیم شخصیت کی زندگی اور امور کے بارے میں ایک دو اہم نقاط آپ سب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اس عظیم شخصیت کی زندگی کے آثار اور تدوین ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم اس شخصیت کی زندگی کے تمام امور اور ان کے افکار کے نتائج کو عملی جامہ پہنائیں، البتہ اس حوالے سے میں آخر میں تمام مسئولین کی خدمت میں چند گزارشات کروں گا۔

ایک اہم اثر جو اس شخصیت کے افکار اور اقدامات سے منتج ہوا، وہ یہ کہ انہوں نے دین اور سیاست کو دوبارہ ایک کر دیا۔ عالمِ اسلام میں تقریباً پچھلے ڈیڑھ سو سال کی زندگی میں دینی قیادت کو سیاسی اور اجتماعی قیادت سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اور سیاسی و اجتماعی قیادت ایسے افراد کے ہاتھ میں تھی یا ایسے افراد کو اس قیادت کے منصب پر بٹھایا گیا تھا جن کے افکار اسلام کے سیاسی فہم کے سرچشمے سے ناآشنا تھے۔ وہ اسلامی فکر، اسلام کے احکام اور شریعت کو سیاست و قیادت کے پیرائے سے نہیں دیکھتے تھے، جس سے منفی نتائج یہ منتج ہوئے کہ عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی سیاسی قیادت یا تو مشرقی و مغربی استعماریت کے ساتھ جڑی ہوئی تھی یا ایسے نظاموں اور خاندانوں کے ساتھ جڑی ہوئی تھی جن میں دین حاکم نہیں تھا۔ یا تو کسی شاہ کو یا مارشل لا لگانے والے کو حاکم بنایا جاتا یا اسی سے منسوب احکام کو نافذ کیا جاتا۔ لیکن ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف، جس نے دینی اور سیاسی قیادت کو ایک کر دیا، انہوں نے دوبارہ مسلمانوں کو اس مفہوم کی یاد دلائی جو صدرِ اسلام میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی تھے، مسلمانوں کے زعیم بھی تھے اور مدینہ منورہ کی مسجد کے امام بھی۔ مطلب یہ کہ دینی اور سیاسی قیادت جیسے صدرِ اسلام میں ایک تھی اسی طرح اس فہم اور تاریخ کا دوبارہ اعادہ کیا گیا، جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمانوں کی مسجد کے امام بھی تھے اور مسلمانوں کے سیاسی زعیم و عسکری سالار بھی، جنہوں نے ایک وقت میں گیارہ لشکروں کو ارتداد کے خاتمے کے لیے روانہ کیا۔ آپؓ کی مانند اس دور میں دوبارہ ایک دینی شخصیت پیدا ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہی صفات ڈالیں اور اس شخص نے دینی و سیاسی قیادت کو دوبارہ ایک کر دیا۔ اور یہ علیحدگی جو دینی و سیاسی قیادت کے مابین تھی، جو ایک مصنوعی علیحدگی تھی، جس کا ہمارے دینی معاشرے سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کو ختم کر دیا۔

دوسرا اہم اثر جو اس شخصیت کی فکر سے منتج ہوتا ہے وہ یہ کہ انہوں نے اہلِ دین اور اہلِ علم کو دوبارہ قیادت و مسئولیت کے موقف اور منصب تک لے آئے۔ استبدادی نظام، پرایوں کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑنے والی قیادتوں نے عالم، پیر، بزرگ، صالح، مصلح، مجاہد اور خیر اندیش انسان کو الگ کر دیا تھا۔ سیاست کے میدان اور معاشرے کی قیادت کرنے سے ان کو نکال دیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ فکری میدان اور خطاب کے منابر سے ان کو محروم رکھا۔ لیکن اس عظیم شخصیت کے اخلاص، دینی موقف، جرأت اور فہمِ دین نے یہ موقع فراہم کیا کہ اہلِ دین اور اہلِ علم

دوبارہ قیادت کے منصب پہ آجائیں۔ وہ لوگ دوبارہ اس منصب پہ آجائیں جو اللہ سے ڈرتے ہوں۔ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا[1]......!

اور یہ وہ کچھ ہے جس کی پچھلے صدیوں میں مثال نہیں ملتی۔ بادشاہ ایک شیخ یا مفتی کو اپنے ساتھ صرف مشاور کے طور پر رکھتا تھا۔ جب بادشاہ کو ضرورت پڑتی تو اس کی طرف رجوع کرتے۔ پچھلی دس صدیوں میں اس طرح کی حالت پیش نہیں آئی کہ سیاسی، عسکری، اجتماعی، فکری، اخلاقی اور اقتصادی قیادت کے مناصب ان لوگوں کے ہاتھوں میں دیے جائیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہیں۔

اگلا اثر جو اس عظیم شخصیت کی فکر سے منتج ہوتا ہے وہ یہ کہ آپؒ نے ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھی جو زندگی کے تمام امور میں شریعت کو بالادست رکھتا ہو۔ سیاست و قیادت میں شریعت کی بالادستی، نہ کہ مشرق و مغرب کے افکار کی، یورپی فلاسفروں کے الحادی نظریات کی طرف نہیں بلکہ دینی نصوص کی بالادستی۔ اسی طرح انتظامی اور عسکری امور میں دین کو حاکم بنایا، معاشرتی و انفرادی امور میں دین کو حاکم بنایا، اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کی پچھلی صدیوں میں مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ بعض ممالک نے اپنے سیاسی نظام کے ساتھ 'اسلامی' لگایا ہوتا ہے لیکن عمل میں اسلام کی طرف رجوع کرنا، ''سب سے پہلے ہے اسلام'' کو اپنا مقتدا بنانا، یہ سعادت پہلی بار اللہ تعالیٰ نے افغان قوم اور مجموعی طور پر تمام مسلمانوں کو اس عظیم شخصیت کے ہاتھوں عطا فرمائی۔

اگلا نقطہ یہ ہے کہ عالمِ اسلام میں، پچھلی ایک ڈیڑھ صدی میں سیاسی قیادتیں بارہا امت کی قیادت اور ان کے مصالح کی حفاظت میں ناکام ہو چکی ہیں، اور اس کا منفی نتیجہ عوام اور امتِ مسلمہ کے فرزندوں کے ذہنوں میں یہ بنا کہ مسلمان سیاسی قیادت کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ اس سیاسی خلا کو پُر نہیں کر سکتے، اس کی صلاحیت کمیونسٹ، لبرلز، ڈیموکریٹک، نیشنلسٹ اور ہیومنسٹ میں ہے۔ وہی لوگ جو پرایوں کی یونیورسٹیوں، نظریات اور معاشروں سے منسلک ہیں، وہی اس خلا کو پُر کر سکتے ہیں۔ لیکن جب ملا محمد عمر مجاہدؒ نے قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھامی، صرف نعرے لگا کر نہیں بلکہ اپنے عمل، موقف اور خالص اسلامی اقدامات اٹھا کر اس خلا کو ایسے پُر کر دیا جس کی وجہ سے امت کے فرزند مطمئن ہو گئے کہ اس امت میں اصل قیادت موجود ہے۔

آپؒ نے امت کے کھوئے ہوئے وقار، اطمینان و یقین کو دوبارہ نئے سرے سے زندہ کیا، کہ مسلمان اپنے مبادی و افکار، عقائد کی بنیاد پر اپنی سیاسی قیادت کو سنبھال سکتے ہیں۔ اور مثبت نتیجہ یہ منتج ہوا کہ اس سے پہلے کہ وہ کسی سے مدد مانگتے، شرق تا غرب، افریقہ اور عالمِ عرب سمیت پوری امت نے ان کو اپنا رہبر بنا لیا، ان کو دعائیں دیں اور آپؒ پوری امتِ مسلمہ کے سروں کے تاج بن گئے۔ یہ چیزیں آپ نے کسی سے مانگی نہیں تھی، آپ نے مشہوری اور دکھاوے کے لیے مہم نہیں چلائی تھی۔ یہ ان کا پُرخلوص موقف تھا جس نے امت کے بیٹوں کو اس بات پر قائل کیا کہ یہی وہ شخص ہے جو اس خلا کو پُر کر سکتا ہے۔ لوگوں نے ان کے اندر یہ استعداد و صلاحیت دیکھی۔ پھر یہی تھا کہ شرق تا غرب، عرب و عجم، یورپ، ایشیا اور افریقہ سمیت پوری دنیا میں مسلمانوں نے ان کو اپنے سیاسی مدبر و قائد کی حیثیت سے، جو اسلام کے ساتھ وفاداری رکھتے ہیں اور سختی کے مرحلے میں تمسك بالله اور تمسك بالشريعة پر کھڑے رہتے ہیں اور کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتے، تسلیم کیا۔ اور وہ بے اعتمادی جو پچھلی ڈیڑھ صدی میں سیاسی قیادت میں موجود تھی، ختم ہو گئی اور الحمدللہ آپؒ کے اس موقف کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ آج نوجوان امارت کو سنبھال رہے ہیں، جبہات کو سنبھال رہے ہیں، وزارت، اقتصاد، عالمی معاملات اور تعلیم و تربیت کو سنبھال رہے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ایک نسل تیار کی اور آپ تمسك بالدين اور تمسك بالشريعة کو اپنا کر سیاسی میدان میں آئیڈیل کے طور پہ نمایاں ہوئے۔

اگلا نقطہ جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپؒ نے افادیتِ جہاد پر مضبوطی کے ساتھ جمنے سے یہ ثابت کر دیا کہ عالمی متکبر قوتوں کا زور بھی توڑا جا سکتا ہے۔ ماضی قریب ایک ڈیڑھ صدی میں اگر کوئی عالمی قوت کسی کو صرف دھمکی دیتی تو اسلامی ممالک کی سیاسی قیادت کی حالت متزلزل ہو جاتی تھی، اپنے موقف میں متردد ہو جاتے تھے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کا جہاد فی سبیل اللہ پہ بھروسہ نہیں تھا، وہ اپنے اندر جہاد کی صلاحیت نہیں دیکھتے تھے، ان کو اپنی عوام کی صلاحیتوں کا ادراک نہیں تھا، وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جہاد مسلمانوں کی عزت و سربلندی کا راستہ ہے، جب ان کو اس راستے کے مستقبل کا یقین نہ تھا تو ان کے لیے اس کا انتخاب کرنا بھی ناممکن تھا۔ آپؒ افادیتِ جہاد پر یقین رکھتے تھے۔ زمینی، فضائی، سمندری، اقتصادی فوجیں اور استخباراتی قوتیں ان کے خلاف متحد ہو گئیں، لیکن اس آدمی کا عزم متزلزل نہ ہوا اور وہ افادیتِ جہاد میں تردد کا شکار نہیں ہوئے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے لیے مٹھی بھر لوگوں کو لشکر میں بدل دیا، ان کمزور و ناتواں لوگوں کو اللہ نے قوی کر دیا، پرانے اسباب کو نئے اسباب میں بدل دیا، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دلوں میں ان کے ساتھ کھڑے ہونے کے لیے محبت اور ہمت پیدا کر دی، نوجوان نسل قربانی اور فداکاری کے میدانوں میں نکل آئی، اور وہ سب کچھ ہوا جس کا اسلامی دنیا میں ناممکن ہونے کا جھوٹا تصور بنا ہوا تھا۔ اسلامی نظام کا قیام اور دشمنانِ دین کا راستہ روکنا افادیتِ جہاد کا نتیجہ ہے۔ افادیتِ جہاد پر آپؒ عظیم اعتماد رکھتے تھے اور آخری وقت تک ڈٹے رہے۔

(باقی صفحہ نمبر 44 پر)

[1] اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔

ملا محمد عمر مجاہدؒ…… صبر و توکل کا پیکر!

مولوی عبد الجبار عمری

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کے بارے میں علمائے کرام اور مسئول بھائیوں نے کافی گفتگو کی ہے اور ان کی گفتگو کے بعد مجھے میری گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن چونکہ ملا صاحبؒ[1] کے آخری ایام کا ساتھی میں تھا اور بھائیوں کی خواہش تھی کہ آپؒ کے آخری بارہ سال میں ہجرت کی زندگی کے اسرار و حالات دنیا بھر کے لوگوں اور اپنے بھائیوں کے سامنے بیان کروں۔ اگرچہ میں ابھی تک میڈیا پر نہیں آیا تھا، اور یہ پہلا موقع ہے، میں اللہ رب العزت کی حمد و شکر ادا کرتا ہوں کہ اس سٹیج سے کل تک ملا صاحبؒ کے بارے میں پراپیگنڈا ہوا کرتا تھا کہ وہ پاکستان میں ہیں، پاکستانی استخبارات کے زیرِ اثر زندگی گزار رہے ہیں اور ان کی رحلت کراچی میں ہوئی۔ آج الحمدللہ اسی سٹیج سے حق کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ دشمن کا بیس سالہ پراپیگنڈا آج سب کے سامنے عیاں ہے، ملا صاحبؒ کے حالاتِ زندگی کو دیکھا جائے تو آپؒ کے کافی واقعات ہیں، لیکن چونکہ رمضان کا مہینہ ہے، بھائی بھی تھکے ہوئے ہیں اس لیے آپؒ کے حالاتِ زندگی کو مختصراً عرض کروں گا۔

اس صدی میں ملا صاحبؒ کے توکل، دیانت اور دینی غیرت کو دیکھا جائے تو ان کا کوئی ثانی نہیں۔ آپؒ اللہ تعالیٰ کے ایک خاص، صابر اور غیرتِ اسلامی سے سرشار بندے تھے۔ آئیے! دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملا صاحبؒ کو کس عظیم صبر سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن پاک میں فرماتے ہیں: وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ”صبر سے کام لو، یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔ ملا صاحبؒ نے اپنی تمام تر مشکلات اور زندگی کے تمام امور میں، چاہے وہ امارت سے منسلک ہوں یا ساتھیوں سے اور گھر والوں سے منسلک اپنے تمام امور میں صبر اختیار کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ ملا صاحبؒ کامل ترین توکل کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں فرماتے ہیں: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ”جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے، تو اللہ اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے“۔

ملا صاحبؒ نے اپنی زندگی میں جو کارنامے سرانجام دیے؛ آپؒ نے روس کے خلاف جہاد کیا، افغانستان کی سرزمین پر شریعت کو نافذ کیا، پھر تیرہ سال دنیا بھر کے کفار، یہود و نصاریٰ اور منافقین کے خلاف مزاحمتی تحریک کی قیادت کی، اور ہمارے گمان کے مطابق عاقبت میں اللہ رب العزت نے ان کو سرفراز کیا۔ آپ کے صبر اور توکل کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم کام کے لیے چنا۔ صبر اور توکل ایمانِ کامل کا نتیجہ ہے۔ ملا صاحبؒ کو یہ کامیابیاں صبر و توکل کی بدولت ملی، وہ صبر و توکل جو ایمانِ کامل کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ تو ملا صاحبؒ کے صبر و توکل اور دیانت کا کافی تذکرہ ہے، جس طرح شیخ صاحب نے کہا کہ آپؒ کا یہ تذکرہ ایک کتاب میں قلم بند نہیں ہو سکتا۔

ملا صاحبؒ قندھار میں تھے۔ یہ وہ مشکل ایام تھے کہ ایمان کے ساتھ دین پر عمل کرنا انگارے کو ہاتھ میں لینے کے مترادف تھا۔ رمضان المبارک کے مہینے کی بیسویں رات تھی، میں قندھار چلا گیا۔ رات میں نے 'زاڑہ گمرک' میں گزاری، صبح جب میں نے شہر کے حالات دیکھے تو دشمن کے سامنے مزاحمت کرنا ناممکن تھا۔ میں نے سوچا ان مشکل حالات میں ملا صاحبؒ کی حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ دشمن کی پیش قدمی کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ میں نے قندھار میں شہید نافذؒ کو ڈھونڈا، وہ شہدا چوک سے نیچے ایک سرائے تھی، اس میں بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کی ملا صاحبؒ سے ملاقات تو ہوتی ہو گی، آپ میری طرف سے ملا صاحب کو ایک پیغام دے دیجیے گا، وہ یہ کہ ملا صاحبؒ کو میری طرف سے سلام کہیے، سلام کے بعد ان سے عرض کیجیے گا کہ اگر آپ مناسب سمجھ کر جنگ کی قیادت میرے ہاتھ میں دیتے ہیں تو دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لیے آج جنگ کا دن ہے۔ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں اور آپ کی اتباع کریں گے، نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور اگر آپ کی طرف سے جنگ کا حکم نہیں تو پھر ہمیں چاہیے کہ آپ کو محفوظ مقام تک منتقل کریں، ہلمند غیر ملکی افواج کے ہاتھ میں ہے، ارغنداب اور خواجہ عمری میں امریکی قابض ہو چکے ہیں، بولدک مخالفین کے ہاتھ میں ہیں، باقی زابل کا راستہ بچا ہے تو وہ بھی دوپہر تک بند ہو جائے گا۔ میں نے نافذ شہیدؒ کو یہ پیغام دیا۔ آپؒ ملا صاحبؒ کی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں دیکھتا ہوں کہ نافذ شہیدؒ اور ملا شیرین اخوند (جو کہ ابھی وزارتِ دفاع میں استخبارات کے مسئول ہیں) آگئے۔ ہم تینوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ملا شیرین اخوند نے مجھے کہا؛ ملا صاحب کو سنبھال لو گے؟ میرے منہ سے بے اختیار یہ بات نکلی کہ ان شاء اللہ اپنی زوجہ کی چادر اٹھا کر اس کے نیچے ملا صاحب کو چھپا لوں گا۔ ملا شیرین اخوند اور نافذ شہیدؒ میری یہ بات سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ ہم نے سفر شروع کر دیا اور ملا صاحبؒ جس گھر میں موجود تھے ادھر پہنچ گئے۔ آپؒ، ملا گل آغا اخوند (جو کہ ابھی اس مجلس میں بیٹھے ہیں) اور ملا عبد السلام راکٹی اور ان کے علاوہ کافی ساتھی تھے، ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جس طرح شیخ صاحب نے پہلے ذکر کیا کہ ملا صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے فراست سے نوازا تھا، جی ہاں ایسا ہی تھا!

---

[1] زیر نظر بیان میں مولوی عبد الجبار صاحب نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کا ذکر ”ملا صاحب“ کے نام سے کیا ہے۔ افغان معاشرے میں ملا محمد عمر مجاہدؒ کو ”لوئے ملا صاحب“، یعنی ”بڑے ملا صاحب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

میر املا صاحبؒ کے ساتھ اتنا قریبی تعلق نہیں تھا۔ میں بغلان کا والی تھا، اس کے بعد سمنگان کا والی بن گیا، اور اس کے بعد دوبارہ بغلان کا والی بن گیا۔ میر املا صاحبؒ کے ساتھ فقط اتنا تعلق تھا کہ ایک دفعہ میں کچھ فائلیں ملا صاحب کے پاس دستخط کے لیے لایا تھا۔ اس کے علاوہ ملا صاحبؒ کے ساتھ کوئی خاص جان پہچان نہیں تھی۔ لیکن جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کے بعد حال احوال پوچھا، پھر اس کے بعد ملا صاحبؒ نے بہت سادہ الفاظ میں مجھ سے پوچھا: ہمیں سنبھال لوگے؟ میں نے بھی سادہ الفاظ میں جواب دیا کہ اصل حفاظت کرنے والی تو اللہ رب العزت کی ذات ہے، لیکن میرے ذمے آپ کی حفاظت کی جو مسئولیت ہے وہ میں آخری دم تک احسن طریقے سے ادا کروں گا۔ اس کے بعد ہم نے زیادہ گفتگو نہیں کی۔ فوراً ترتیب بنائی، کافی لوگ مجھ سے یہ سوال پوچھتے ہیں کہ ملا صاحبؒ نے اتنے افراد میں سے آپ کا انتخاب کیوں کیا؟ میں کہتا ہوں اس میں میرا کوئی کمال نہیں، یہ اللہ رب العزت کا انتخاب تھا۔ اور ملا صاحبؒ کی اپنی بھی عادت تھی جس کام یا راستے کا انتخاب کرتے پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے، یہاں تک کہ آپ کامیاب ہو جاتے۔ آپؒ نے میرے اوپر اعتماد کیا، میں فقط ایک صوبے کا والی اور امارت کا ایک عام فرد تھا۔ آپؒ نے مجھے ہدایت کی کہ آپ جا کر 'نساجہ کارخانے' کے ساتھ قریب کھڑے ہو جائیں، پیچھے سے میں آپ کے پاس آجاتا ہوں۔ رمضان المبارک کی بیس تاریخ تھی، دوپہر کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں متعلقہ جگہ تک پہنچا، پیچھے سے ملا صاحبؒ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ سراچا گاڑی (ڈگی بند ٹویوٹا کورولا) میں آگئے۔ میں ان سے آگے ہو گیا اور یہ میرے پیچھے آرہے تھے۔ 'جیلدک' کے مقام پر ہم نے نمازِ ظہر ادا کی۔ جب میں سنتوں کے لیے کھڑا ہو گیا تو آپؒ نے کہا؛ سنتیں نہ پڑھو، ہم مسافر ہیں۔ ہم نے دو رکعات نماز پڑھی اور آگے سفر شروع کر دیا۔ زابل کے شہر 'قلات' میں جب پہنچے تو یہاں ملا صاحبؒ کی گاڑی پنکچر ہو گئی۔ ہم نے پنکچر لگایا اور عصر کے وقت ہم اپنے گاؤں پہنچ گئے۔ ہمارا گھر صوبہ زابل کے ضلع سیوری کے 'مجزو' گاؤں میں ہے۔ ہم نے گھر پر رات گزاری۔ صبح ملا صاحبؒ نے مجھے کہا کہ زابل کے تمام عسکری کمانڈانوں کو یہاں مدعو کرو۔ میں نے ان کی ہدایت کے مطابق سب کو یہاں اپنے گھر بلایا۔ ملا صاحبؒ نے ہمارے گھر پر ان کے ساتھ عمومی مشورہ کیا۔ ہمارا سارا گاؤں گاڑیوں سے بھرا ہوا تھا، پورے علاقے میں بات پھیل گئی کہ امیر المومنین آئے ہوئے ہیں۔ اس بات میں ایک خاص نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں اور وہ نقطہ یہ ہے کہ اس گاؤں میں ملا صاحبؒ کی مشہوری اور بعد میں یہی گاؤں ملا صاحب کو اپنی حفاظت میں چھپا لیتا ہے۔ ملا صاحب نے مجلس میں موجود تمام ساتھیوں کو یہ ہدایت فرمائی:

"آپ سب اپنی حفاظت کریں، اور مطمئن رہیے۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ سرخرو کرے گا۔ یہ ہمارے اوپر ایک ابتلا ہے اور ان شاء اللہ اس کا اختتام ہماری کامیابی پہ ہو گا۔ ہم نے جب بھی کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا تو ہم آپ کو اطلاع دے دیں گے۔"

مجلس برخاست ہو گئی اور سارے مہمانوں نے اپنی راہ لی۔ ہم نے دو تین راتیں ادھر گزاری۔ ملا صاحبؒ کو تو اللہ نے ایسی حکمتوں سے نوازا تھا جس کو سمجھنا ہمارے لیے مشکل تھا۔ ملا صاحبؒ کو اندازہ ہوا کہ یہاں اس گاؤں میں ہمارا راز افشا ہو گیا ہے، پورے گاؤں میں یہ بات گردش کر رہی ہے کہ ملا صاحب ادھر موجود ہیں، اور آئندہ ہم نے ادھر اس گھر میں ہی رہنا ہے، لہٰذا اس بات کو مخفی رکھنا زیادہ اہم ہے۔ ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے ملا صاحبؒ نے مجھے کہا؛ چلو 'شین کئ' چلتے ہیں۔ ہم نے عشاء کی نماز پڑھی، میرے پاس ایک لینڈ کروزر گاڑی تھی ہم اس میں بیٹھ کر شین کئ چلے گئے۔ شین کئ میں ملا صاحبؒ کی بہن کا گھر تھا۔ مجھے وہ وقت یاد آرہا ہے، ہم عوام کے خوف سے گاؤں کے اندر گاڑی نہیں لے جا سکتے تھے۔ ہم نے گاڑی گاؤں سے باہر کھڑی کر دی۔ ملا صاحبؒ کے پاس سردی سے بچنے کے لیے ایک پرانی قبا[1] تھی، جسے آپ نے اپنے کندھوں پہ ڈالا ہوا تھا اور آپ شدید ٹھنڈ کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ ہم نے گھر کے دروازے پہ پہنچ کر دستک دی، اندر سے آواز آئی کون ہے، ملا صاحب نے اپنا نام لیا۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور ہم کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ میں نے ملا صاحبؒ کو ادھر چھوڑ کر اپنے گھر کی راہ لی اور اسی رات واپس اپنے گاؤں پہنچ گیا۔

دو دن بعد میں ملا صاحبؒ سے ملنے گیا تو ملا صاحبؒ نے کہا کہ کسی کے علم میں لائے بغیر اب واپس 'سیوری' چلتے ہیں۔ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی۔ سراچہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور واپس سیوری آگئے۔ سیوری گاؤں میں میرے ایک دوست ملا کبیر اخوند شہیدؒ کا گھر تھا، ہم نے اس گھر میں اٹھارہ دن گزارے۔ اس کے بعد میرے ایک استاد ہیں استاد عبدالصمد، ان کے گھر چلے گئے اور وہاں ملا صاحب نے ساڑھے تین سال گزارے۔

میں اپنے گھر میں رہتا تھا اور ملا صاحب سے ملنے مہینے میں ایک بار چلا جاتا تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دوست شیر علی آگئے اور کہا کہ ملا صاحبؒ آئے ہوئے ہیں۔ میں حیران ہو گیا، میں نے پوچھا ملا صاحبؒ کا کیسے آنا ہوا۔ خیر میں آپؒ سے ملنے چلا گیا۔ ملا صاحبؒ اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے جس کمرے میں ہم نے چار سال قبل زابل کے عسکری کمانڈانوں کا اجلاس بلایا تھا۔ میں نے ملا صاحب سے ان کا حال احوال پوچھا۔ آپؒ نے مجھ سے پوچھا: گھر میں میرے لیے کمرہ بنایا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں بنایا ہے۔ پھر ملا صاحب اُٹھ گئے اور کہا چلو چلتے ہیں۔ میں ملا صاحب کو ان کے کمرے میں لے آیا اور پھر ہمارے گھر میں ملا صاحب نے ساڑھے آٹھ سال گزارے۔ اس حال میں کہ میں خود بھی دشمن کو مطلوب تھا۔ اس

[1] جسے پشتو میں "چپان" کہتے ہیں۔

عرصے میں ملا صاحب نے ضلع سیوری، تغر اور سور زنگل کی مسئولیت مجھے دی تھی۔ میرا گھر بھی پورے علاقے میں معروف تھا۔ لیکن الحمدللہ ہم نے اس گھر میں آٹھ سال گزارے۔

یہ مختصر روداد تھی جو میں نے سنائی، اب اس بات کی طرف آتا ہوں کہ ملا صاحب نے ادھر کیسی زندگی گزاری۔ امریکیوں کا کیمپ ہمارے گاؤں سے قریب تھا۔ جب مجاہدین امریکیوں پر کارروائی کرتے تو امریکی جوابی فائرنگ شروع کرتے تھے اور ان کی گولیاں ہمارے گاؤں تک پہنچتی تھی۔ امریکی جب گشت پر باہر نکلتے یا ان کے ایمرجنسی الارم بجتے تھے تو ان کی آوازیں ہمیں گھر بیٹھ کے سنائی دیتی تھی۔ میں جب ملا صاحبؒ کے لیے کھانا لے جاتا تھا تو کیمپ کے اوپر لگائے گئے سکیورٹی غباروں (Security Balloon) سے بچنے کے لیے دیوار کے قریب چلتا تھا۔ ہمارے گھر امریکی تلاشی کے لیے دس بار آئے۔ ان تلاشیوں میں دو بار مقامی فوجی ملا صاحب کے اس کمرے میں آئے جہاں آپ رہتے تھے۔ الحمدللہ ہم نے کمرے کے اندر ایک خفیہ جگہ بنائی تھی۔ جب بھی تلاشی ہوتی، ہم اس کے اندر چلے جاتے تھے۔ وہ بھی کوئی خاص محفوظ جگہ نہیں تھی، بس اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کے لیے ایک ذریعہ بنایا تھا۔

ملا صاحبؒ نے میرے گھر جو زندگی گزاری، وہ حیران کن ہے۔ میں نے قطار میں تین کمرے بنائے تھے۔ ملا صاحب کے کمرے کے ساتھ میرا کمرہ تھا۔ جب میرے بچوں کی پیدائش ہوئی تو ملا صاحب نے ان کے نام رکھے۔ آپ کا میرے بچوں کے ساتھ اس حالت میں وقت گزرا کہ میرے بچے آپ کی آنکھوں کے سامنے بیٹھنے کی عمر تک پہنچ جاتے، پھر زمین پہ قدم رکھ کر بڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ میرا ایک بیٹا جس کا نام محمد ہے آپ کی آنکھوں کے سامنے بڑا ہو گیا اور ابھی وہ جوان ہے۔ وہ سارا دن چھت کے اوپر ہمارے لیے پہرا دیتا تھا۔ میرے بچے جب میرے کمرے سے نکلتے تھے تو دوسرے کمرے میں ملا صاحبؒ ہوتے تھے۔ بچے وہاں آپؒ کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ملا صاحبؒ ان کے ساتھ پیار کرتے اور ان کو ٹافیاں دیتے تھے۔ میرے ساتھ گھر میں میرے چار بھائی بھی رہتے تھے لیکن ان آٹھ سالوں میں کبھی بھی میرے بچوں کے منہ سے یہ بات نہیں نکلی کہ ہمارے گھر میں ایک باباجی رہتے ہیں جو ہمارے ساتھ پیار کرتے ہیں اور ہمیں ٹافیاں دیتے ہیں۔ میرے والد صاحب کا کمرہ ملا صاحب کے کمرے سے دس میٹر دور تھا۔ اس سارے وقت میں میرے والد صاحب کو ملا صاحبؒ کا پتہ نہیں چلا۔ میرے گھر میں تین بھابھیاں ہیں، ان تینوں کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ میرے گھر والوں اور بچوں کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی حفاظت ایسے کرتا ہے۔ ہم نے قرآن مجید اور تاریخ میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کی حفاظت پانی اور آگ کے اندر کی۔ ہم نے تاریخ میں پڑھا تھا اور آج اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اللہ کی حفاظت ہمارے آنکھوں کے سامنے دکھا دی۔ جب ایک دشمن پورے کرۂ ارض پر اپنے تسلط کا دعویٰ کر رہا ہو، اس کے پاس ٹیکنالوجی حد سے زیادہ ہو، پائے دار اقتصاد کا مالک ہو، اس نے ایک مسلمان کے خلاف جنگ شروع کی ہو، اس کے سر کی قیمت مقرر کی ہو۔ ابھی کچھ دنوں پہلے کی بات ہے، میں نے بی بی سی پہ سنا کہ امریکیوں کے پاس افغانستان میں ستر ہزار جواسیس تھے۔ پھر ایک مردِ قلندر کا توکل دیکھیے کہ وہ کھڑا ہو جاتا ہے، اس نے جس گاؤں میں اجلاس کیا ہو، جہاں اس کے آنے کے خوب چرچے ہوئے ہوں، پھر ایک ایسے آدمی کے ساتھ جس کے بارے میں امریکی بھی جانتے ہیں کہ آخری وقت میں ملا صاحب قندھار سے زابل کی طرف ملا عبدالجبار کے ساتھ آئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد جب میں گرفتار ہو گیا تو میں نے امریکیوں کو ساری تفصیل سنائی۔ پھر ایک فوجی اڈے کے قریب رہنا بغیر اسلحے کے۔ میرے پاس صرف ایک پستول تھی، وہ بھی میں نے گھر سے باہر ایک محفوظ جگہ رکھی ہوئی تھی۔ ایک دن میں نے آپؒ سے پوچھا: ملا صاحب! اسلحہ لے آؤں؟ آپ نے جواب دیا: آپ کی مرضی ہے۔ میں نے جواب میں کہا: اگر آپ نے میری مرضی پہ چھوڑ دیا تو پھر مجھے آپ کے توکل پہ یقین ہے۔ صرف ایک پستول تھی وہ بھی میں نے احتیاطاً اپنے پاس رکھی تھی کہ کہیں امریکیوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

علمائے کرام بیٹھے ہیں، ہم اگر قرآن مجید پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا کی حفاظت ہمیشہ اپنی کمزور مخلوق سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے دشمن کو ایک چھوٹے مچھر کے ذریعے سے شکست دی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ملا صاحبؒ کی حفاظت کا کیا ذریعہ بنایا تھا؟ آپ سب کے سامنے بے ادبی معاف! ہمارے دو خادم تھے جن میں سے ایک خاتون تھی یعنی میری بیوی اور دوسرا میرا بیٹا محمد تھا۔ دیکھیے! ہم اگر دیکھیں تو انسانوں میں سب سے کمزور ذات خواتین اور بچوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہماری خدمت کے لیے چنا تھا۔ محمد چھت کے اوپر پہرا دیتا تھا، جب بھی چھاپہ آ جاتا تو وہ ہمیں خبر دیتا اور جب ہم خطرے کے وقت خفیہ جگہ ہائیڈ کے اندر جاتے تھے تو میری گھر والی آ کر ہمارے قدموں کے نشان مٹا دیتی تھی اور غسل خانے کے اندر ہائیڈ کے اوپر جو الماری تھی اس میں برش اور صابن رکھ دیتی تھی۔ پھر جب امریکی واپس چلے جاتے تو میرے گھر والے ہمیں آواز دیتے کہ باہر آ جائیے، امریکی واپس چلے گئے ہیں۔ تو یہ ہماری فوج تھی، اللہ تعالیٰ نے اس ضعیف مخلوق کے ذریعے ہماری حفاظت فرمائی۔ پھر وہ مکان و جگہ، کیا عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ یہاں کوئی محفوظ رہے گا؟ اس موضوع پر میں اور ملا صاحبؒ تبادلۂ خیال کرتے تھے۔ ملا صاحبؒ کہتے تھے:

> ”یہاں عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ہماری حفاظت اللہ تعالیٰ اس چھوٹی سی جگہ پر کریں گے، لیکن اللہ رب العزت نے ہماری حفاظت کا ارادہ کیا ہے اسی وجہ سے ہم محفوظ ہیں۔“

جب اوبامہ کی حکومت آ گئی اور اس نے مزید تیس ہزار فوجی افغانستان بھیجے تو اس وقت ہمارے علاقے میں فوجی چیک پوائنٹ کافی زیادہ ہو گئے۔ گھر گھر تلاشیاں بھی کافی زیادہ ہو گئیں۔ تو ایک دن میں عصر اور مغرب کے درمیان باہر بیٹھا ہوا تھا، اوپر ڈرون گھوم رہا تھا، ملا صاحب بھی باہر بیٹھے تھے۔ میں نے آپؒ سے کہا: ملا صاحب! یہ ڈرون آپ کے سر کے اوپر گھوم رہا ہے اور

آپ باہر بیٹھے ہیں، اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو اندر کمرے میں چلے جائیں۔ ملا صاحبؒ نے جواب دیا: ''ان فضائی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا ہے، ان کو میں نظر نہیں آتا''۔ میں نے جب آپ کی یہ بات سنی تو میری پریشانی ختم ہو گئی، اس کے بعد میں اس بارے میں کبھی فکر مند نہیں ہوا۔

ایک دن میں نے ملا صاحب کو کہا کہ ہمارے کمروں کے سامنے برآمدہ نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو رات کو امریکی چھاپہ آ جائے، وہ ہماری چھتوں پہ کھڑے ہوں اور برآمدہ نہ ہونے کی وجہ سے میرا اور آپ کا رابطہ کٹ جائے۔ آپؒ نے جواب دیا: ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوتا، برآمدہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی ملا صاحب کا توکل تھا، یہی ان کی درویشی تھی جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی حفاظت فرمائی۔ الغرض یہ ملا صاحب کا صبر و توکل تھا جو آپؒ کے کامل ایمان کا نتیجہ تھا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی سیرت کو دیکھتے ہوئے ہمارے اوپر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ ملا صاحب نے تو اس دین کی خاطر صبر، توکل اور غیرت کا مظاہرہ کر کے اپنے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کو پا لیا۔ کیا ہمارے لیے صرف ملا صاحبؒ کی تعریفیں کرنا کافی ہے؟ نہیں بھائیوں یہ کافی نہیں ہے، ہمیں چاہیے خصوصاً مسئول ساتھیوں کو کہ وہ ملا صاحبؒ کی سیرت سے سبق اخذ کریں۔ ملا صاحب نے اپنے کامل ایمان کی بدولت کفار کا مقابلہ کیا، اپنی عوام کے ساتھ خیر خواہی کی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ وفا نبھائی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آپؒ کی مانند اپنے ایمان کو کامل بنائیں۔ ایمان کو کامل بنانے کے کیا شرائط ہیں؟ جب آزمائش آ جائے تو اس پر توکل اور صبر اختیار کرو۔ وقت کم ہے، یہ امیر المومنین رحمہ اللہ کے چند اور مختصر سوانح تھے جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیے۔ آپ سب کو اللہ رب العزت کے سپرد کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ملا محمد عمر رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپؒ کی مانند صبر و توکل سے نوازیں۔ ومن الله توفيق!

☆☆☆☆☆

بقیہ: شیخ اسامہ بن لادنؒ

جو اس عظیم ارادے سے نکلا اسے مبارک باد، کہ اگر وہ قتل کیا گیا تو سید الشہداء ہے اور اگر وہ زندہ رہا تو عزت و آبرو اور غیرت و حمیت کے ساتھ رہا، لہٰذا حق کی مدد کریں اور ذرا بھی پریشان نہ ہوں۔

فقول الحق للطاغي
هو العز هو البشرى
هو الدرب إلى الدنيا
هو الدرب إلى الأخرى
فإن شئت فمت عبدا
وإن شئت فمت حرا

''طاغوت کے سامنے کلمۂ حق کہنا...... یہی عزت ہے اسی میں خوش خبری ہے! یہی دنیا میں عزت سے جینے کا راستہ ہے اور یہی آخرت کی کامیابیوں طرف جانے کا بھی راستہ ہے۔ سو اب چاہو تو غلامی کی موت اختیار کر لو اور اگر چاہو تو حریت اور آزادی کی موت پا لو!''

یا اللہ! اپنے دین کی مدد کرنے والوں کو فتح مبین عطا فرما اور انہیں صبر، سیدھی راہ اور یقین عطا فرما۔ یا اللہ! اس امت کو ہدایت کا ایسا معاملہ عطا فرما جس میں تیرے فرماں بردار معزز اور نافرمان رسوا ہو جائیں، جس میں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے منع کیا جائے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں حسنات دے اور آخرت میں بھی حسنات دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اے اللہ! ہماری کمزوری کو قوت سے بدل دے اور ہماری کوتاہی دور فرما اور ہمارے قدم جما دے۔ اے اللہ! مقامی اور عالمی ظالم حکمرانوں کو پکڑ اور کافر و مشرک اقوام کے خلاف ہماری مدد فرما۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین!

☆☆☆☆☆

بقیہ: شیخ ایمن الظواہری

''اور اللہ اپنے معاملے پر غالب ہو کر رہتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''[1]

میں آپ کو اللہ کے حفظ و امان میں دیتا ہوں۔ اپنی دعاؤں میں مجھے مت بھولیے گا۔

میری ہر آزاد اور عزت دار انسان سے گزارش ہے کہ ان باتوں کو اگر مفید پائے تو ان کا ترجمہ کرے اور نشر کرے اور اگر کوئی ایسی بات پائے جو ناپسندیدہ ہو تو مجھے نصیحت کرے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆☆☆☆☆

[1] سورۃ یوسف: آیت ۲۱

اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان دورانِ معرکہ مشاورت نہیں ہوتی!

شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمۃ اللہ علیہ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريکَ له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله!

ہر تعریف اللہ کے لیے ہے ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے بخشش طلب کرتے ہیں، اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں!

میری امّتِ مسلمہ!

آج ہم (مسلم دنیا میں تبدیلی کے واقعات کے) اس عظیم تاریخی واقعے کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس خوشی، سرور و تازگی اور فرحت میں آپ کے ساتھ شریک ہیں، آپ کی خوشی سے ہی ہماری خوشی اور آپ کے دکھ سے ہی ہمارا دکھ وابستہ ہے۔ یہ کامیابیاں آپ کو مبارک ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کے شہداء پر رحمت نازل کرے اور زخمیوں کو صحت دے اور اسیروں کو رہا کرائے۔

هلت بمجدبني الإسلام أيام
واختفى عن بلاد العرب حكام

طوت عروش حتى جاءنا خبر
فيه مخايل للبشرى وأعلام

"فرزندانِ اسلام کی عظمت کے ایام چمکنے لگے اور عرب ممالک سے وہ حکام غائب ہونے لگے جنہوں نے مسندیں سنبھالی ہوئی تھیں، حتیٰ کہ ہمارے سامنے ایسی علامتیں ظاہر ہونے لگیں جن میں خوش خبری کے پیغامات ہیں۔"

مشرق سے آنے والی فتح کے آثار واضح تھے اور امت اس فتح کے لیے سراپا انتظار تھی...... اسی دوران ایک عجیب انقلاب کا سورج مغرب سے طلوع ہو گیا، اس کی کرنیں تیونس سے روشن ہوئیں تو اُنہوں نے امت کی آنکھوں میں اپنے لیے مانوسیت پائی، لوگوں کے چہرے چمک اُٹھے، حکمران غصے میں لال پیلے ہونے لگے اور یہود بے بہبود، آنے والے خطرات سے دہشت زدہ ہو گئے...... طاغوت کے گرنے سے مسلمانوں پر چھائی ذلت، غلامی اور خوف و پسپائی کی تمام نشانیاں بھی مٹ گئیں...... اور اُنہوں نے حریت و عزت، جرأت اور پیش قدمی کے اسباق دہرانا شروع کیے۔ طواغیت سے آزادی کی چاہت لیے تبدیلی کی ہوائیں چل پڑیں۔ تیونس اس معاملے میں بازی لے گیا۔ پھر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کنعانہ (مصر) کے شاہ سوار تیونس کے باسیوں سے شمعِ آزادی کی ایک چنگاری تحریر سکوائر میں لے آئے، یہاں بھی ایک عظیم تبدیلی رونما ہوئی، اور تبدیلی بھی کیسی! یہ تبدیلی مصر اور تمام امت کے لیے اس شرط پر عطا ہوئی ہے کہ یہ اپنے رب کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہ تبدیلی طعام و لباس کی تبدیلی نہیں بلکہ یہ عزت و غیرت کی تبدیلی تھی، جود و سخا کی تبدیلی تھی، جس نے نیل کے شہروں اور دیہاتوں کو زمین تا فلک روشن کر دیا، فرزندانِ اسلام کے سامنے ان کی عظمتوں کو آشکارا کر دیا اور انہیں اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ یاد دلا دی۔ وہ قاہرہ کے تحریر سکوائر میں مشعلیں تھامے کھڑے رہے تاکہ وہ ظالم حکومتوں پر قہر ڈھائیں، انہوں نے باطل کے سامنے کھڑے ہو کر اسے مقابلے کے لیے دعوت مبارزت دی، اس کے سپاہیوں سے ڈرے نہیں، انہوں نے عہد کیا اور پھر اسے پورا کیا۔ اب حوصلے بڑھ رہے ہیں اور بازوؤں میں نئی قوت انگڑائیاں لے رہی ہے۔

ہر خطے میں طاغوت سے آزادی کے متوالوں کے لیے پیغام......

فتح کی طرف اٹھتے قدم رکنے نہ پائیں، مذاکرات کے جال میں پھنسنے سے بچیے اس لیے کہ اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان دورانِ معرکہ مشاورت نہیں ہوتی، ایسا کبھی سوچیے بھی نہیں! یاد رکھیے اللہ نے ان دنوں میں ملنے والی کامیابیوں کی صورت میں آپ پر احسان کیا ہے، جن کے بعد آپ ہی ان کامیابیوں کے ثمرات کو سمیٹنے والے ہوں گے اور حالات کی لگام آپ کے ہاتھ میں ہی ہوگی، امت نے آپ کو اسی عظیم فتح کے لیے پکارا ہے سو آپ بڑھتے رہیے اور تنگیٔ حالات سے مت گھبرائیے۔

بدأ المسير إلى الهدف
والحرفي عزم زحف

والحران بدأ المسير
فلن يكل ولن يقف

"ہدف کی جانب پیش قدمی شروع ہو چکی اور مردِ حُر پختہ عزم کے ساتھ پیش قدمی کرنے لگا ہے۔ اور جب مردِ حُر پیش قدمی کرنے لگے تو پھر نہ وہ تھکتا ہے اور نہ ہی وہ رکتا ہے۔"

یہ قافلہ نہیں رکے گا جب تک کہ اللہ کے اذن سے مطلوبہ اہداف حاصل نہ ہو جائیں اور امت کی امیدیں برنہ آئیں۔ یہ تبدیلی سنگِ میل کی حیثیت کی حامل ہے، مجروحوں اور زخمیوں کی امیدوں کا مرکز ہے، آپ نے امت سے ایک بڑی مصیبت دور کی ہے اللہ آپ کے مصائب دور کرے، آپ امیدوں کے محور ہیں، اللہ آپ کی امیدیں بر لائے۔

وقف السبيل بكم كوقفة طارق
اليأس خلف والرجزء أمام

وترد بالدم عزه أخذت به
ويموت دون عرينه الضرغام

من يبذل الروح الكريم لربه
دفعا لباطلهم فكيف يلام

”تم رات کے مسافر کی مانند ہو، جو مایوسی پیچھے چھوڑ آیا ہے اور جسے صبح کی امید ہے۔خون بہے گا تبھی کھوئی ہوئی عزت واپس ملے گی۔ شیر اپنی کچھار کے بچاؤ میں جان دے دیتا ہے تو جو اپنی پاکیزہ جان اپنے رب کی رضا کے حصول میں باطل کو پیچھے دھکیلنے میں کھپادے، اُسے کیوں کر ملامت کی جاسکتی ہے؟“

اے فرزندانِ امت!

تمہارے سامنے پر خطر راستوں کا چوراہا ہے، اور امت کی یہ بیداری، اسے اللہ سے باغی حکمرانوں کی خواہشات، اُن کے وضع کردہ قوانین اور صلیبی تسلط کی غلامی سے آزادی دلانے کا تاریخی اور نادر موقع ہے۔ اس موقع کو ضائع کر دینا بڑا گناہ اور بہت بڑی نادانی ہو گی کیونکہ امت اس موقع کی کئی دہائیوں سے منتظر تھی لہٰذا اس موقع کو غنیمت جانو، سارے بت توڑ ڈالو اور عدل و ایمان کو قائم کر دو۔

میں مخلص ساتھیوں کو یاد دہانی کراتا ہوں کہ ایسی مجلس کا قیام جو عامۃ المسلمین کو تمام اہم امور پر رائے اور مشورہ فراہم کرے، شرعی طور پر واجب ہے۔ یہ مجلس اُن غیرت مند افراد کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہے جنہوں نے بہت پہلے اِن ظالم حکومتوں کا جڑ سے خاتمہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا، ایسے افراد جنہیں عامۃ المسلمین کا وسیع تر اعتماد حاصل ہے۔ اب انہیں چاہیے کہ ظالم حکام کے تسلط سے بچتے ہوئے اس منصوبے کو شروع کریں، اس پر فوری عمل درآمد کی سبیل نکالیں اور ایسے گروہ ہمہ وقت موجود رہیں جو موجودہ واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھیں۔ اس کا مقصد یہ ہو کہ ایسے ہمہ جہت اقدام کیے جاسکیں جس کے ذریعے امت کے تمام مسائل حل ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ امت کے عالی دماغوں کی تجاویز سے استفادہ کیا جائے، اہلیت کے حامل تحقیقی مراکز اور اہلِ علم و معرفت میں سے فکر و فہم رکھنے والوں کی مدد حاصل کی جائے۔ اسی طرح اُن لوگوں کی نصرت کی جاسکتی ہے جو امت پر مسلط طواغیت کو زوال سے دوچار کرنے کی جدوجہد میں شریک ہیں، جن کے جگر گوشے قتل و غارت گری کا شکار ہو رہے ہیں۔ اسی نہج پر کئی عشروں سے مسلط حکمرانوں اور ان کے قریبی افراد سے گلو خلاصی حاصل کرنے والی اقوام اس تبدیلی کے ثمرات کو سمیٹ سکتی ہیں اور اُنہیں اس کے اہداف حاصل کرنے کے لیے مطلوبہ اقدامات کی راہ نمائی فراہم کی جاسکتی ہے۔

ایسے ہی جن خطوں میں عامۃ المسلمین ابھی تک بیدار نہیں ہوئے اُنہیں بیداری کے لیے تیار کرنے، وہاں تبدیلی کے عمل کی ابتدا کرنے اور اس سے پہلے ضروری تیاریوں کے سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کریں کیونکہ تاخیر سے موقع کھو دینے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں جب کہ درست اور مناسب وقت سے پہلے پیش قدمی کی صورت میں زیادہ قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تبدیلی کی یہ ہوائیں باذن اللہ سارے ہی عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ چنانچہ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر پیش آمدہ حالات سے پیدا ہونے والی صورت حال کے مطابق حکمتِ عملی وضع کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ کسی بھی حتمی اقدام سے قبل ایسے مخلص ماہرین سے ضرور مشورہ کر لیں جو نہ بیچ کی راہیں تلاش کرنے کے متمنی ہوں اور نہ ہی ظالم حکمرانوں کی چاپلوسی کرتے ہوں۔

الرأى قبل شجاعة الشجعان
هو أول وهى المحل الثانى

”بہادروں کی بہادری کے جوہر دکھانے سے پہلے مشورہ اہم ہے، کہ پہلے رائے یعنی مشاورت اور پھر بہادری کا مرحلہ آتا ہے۔“

اے میری محبوب امّتِ مسلمہ!

یقیناً آپ نہیں بھولے ہوں گے کہ چند دہائیوں قبل بھی کئی انقلابی مظاہرے ہوئے تھے، لوگ ان سے بہت مسرور ہوئے مگر پھر کچھ ہی عرصے بعد انہیں ان کے ہولناک نتائج بھگتنا پڑے، چنانچہ آج امّت کے اندر آنے والی تبدیلیوں کو بہکنے، زائل ہونے اور ظلم سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ بنیادی حیثیت کے حامل تمام میدانوں میں شعوری کوشش کر کے طاغوت سے آزادی اور نظام کی تبدیلی کے درست مفاہیم زیادہ سے زیادہ اجاگر کیے جائیں۔ اُن میں سب سے اہم اسلام کا پہلا رکن توحید ہے، اور اس موضوع پر لکھی جانے والی اچھی کتابوں میں سے یہ کتاب، جو استاذ محمد قطب کی تصنیف ہے ”مفاهيم ينبغي أن تصحح“ (وہ مفاہیم جن کی تصحیح ہونی چاہیے) کا مطالعہ از حد ضروری ہے[1]۔

[1] پاکستانی عالم دین شیخ حامد کمال الدین صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ ’مفہومات‘ کے نام سے کیا ہے۔ (ادارہ)

ماضی میں فرزندان امت کی اکثریت کی طرف سے ہی وہ شعوری کوتاہی برتی گئی جس کے نتیجے میں یہ فسادزدہ تہذیب ہم پر مسلط ہو گئی اور اس تہذیب کی اقدار کو کئی دہائیوں سے ہمارے اوپر مسلط حکمران مستحکم کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے اور امت کے دیگر مصائب محض اسی المیے کے کڑوے پھل ہیں۔ مغرب کی طرف سے مسلط کردہ اس تہذیب کے نتائج ہمارے حق میں بہت ہی بھیانک نکلے ہیں، ان نتائج میں ذلت و رسوائی، عاجزی و بے بسی، اپنے اوپر مسلط حکمرانوں کی مکمل غلامی، جو درحقیقت اللہ کے بجائے اُن کی عبادت کے مترادف ہے، اُن کے حق میں اہم دینی و دنیاوی حقوق سے دست برداری، تمام اعلیٰ اقدار، اصول وضوابط اور شخصیات کو انہی حکمرانوں کے ذاتی محور کے گرد گھمانا شامل ہیں۔ چنانچہ یہ سب باتیں تو انسان سے اس کی انسانیت تک چھین لیتی ہیں اور اسے حکمران اور اُس کی خواہش کے پیچھے بلاادراک و بصیرت بگ ٹٹ دوڑنے والا بنا دیتی ہیں۔ نتیجتاً ہر فرد ایسا چاپلوس بن جاتا ہے، 'اگر لوگ اچھا کریں گے تو وہ بھی اچھا کرے گا اور اگر لوگ برا کریں گے تو وہ بھی برا کرے گا' یہ فلسفہ اُس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتا ہے۔ یہی چیز اُسے اُس پتھر جیسا بنا دیتی ہے جو ٹھوکروں کی زد میں ہو کہ جس کے ساتھ حکمران جیسا چاہیں سلوک کرے۔ ہمارے ملکوں میں اسی قسم کے لوگ ظلم واستبداد کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں، جنہیں حکمران اس لیے سڑکوں پر نکال لاتے ہیں کہ وہ اُن کے ناموں کے نعرے بلند کریں، اُن کی حفاظت کے لیے مورچے مضبوط کریں۔ ان حکمرانوں کی اولین کوشش یہی ہوتی ہے کہ لوگ اپنے ان بنیادی حقوق سے بھی دست بردار ہو جائیں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لیں اور اہم امورِ عامہ میں ان کے کردار کو محدود کرنے کے لیے سرکاری دینی اداروں اور ذرائع ابلاغ کی باہم کوششوں کے ذریعے ایسا نظام وضع کیا جو اُن (حکمرانوں کے افعال) کو قانونی رنگ دے۔ اُن کی چالوں نے لوگوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں، اُن کی عقلوں کو ماؤف کر دیا، 'بلند عزائم' جیسے الفاظ کو اُن کے لیے اجنبی بنا دیا، ان میں حکمرانی کے بت کی عبادت کو رائج کیا۔ پھر جھوٹ اور بہتان سے کام لیتے ہوئے اپنے ان کریہہ افعال کو دین کا لبادہ بھی اوڑھا دیا اور وطن کے نام کی بنیاد بھی فراہم کی تاکہ لوگ ان کا احترام کریں، انہیں اپنے دلوں کی گہرائیوں میں بٹھالیں، قوم کے اکابر انہیں مقدس قرار دیں، حتیٰ کہ وہ اطفالِ نوعمر بھی اس فتنہ سے محفوظ نہیں جو ہمارے ذمے امانت ہیں اور جو فطرت پر پیدا ہوئے، اُنہوں نے شقاوت قلبی اور بے رحمی کے ساتھ اُن کی فطرت کو بھی چھین لیا۔ انہی حالات کی ستم ظریفیوں میں جوان بوڑھا ہو گیا اور بچہ جوان ہو گیا جبکہ سرکش اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے، اور کمزور اپنی کمزوری میں اور بڑھ گئے۔

اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟! اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو بچالو کہ اب موقع میسر ہے، خصوصاً اس لیے بھی کہ جوانانِ امت انقلابات کی تکالیف ومشکلات اور طاغوتوں کی گولیوں اور تشدد کو برداشت کر رہے ہیں، پس انہوں نے قربانیاں دے کر راہ ہموار کر دی ہے اور اپنے لہو کے ذریعے طاغوت سے آزادی کا پل قائم کر دیا ہے۔ عمر کے بہترین حصے میں ان جوانوں نے ذلت اور مغلوبیت کی دنیا کو طلاق دے دی، عزت یا قبر سے رشتہ جوڑ لیا۔ کیا جابر حکمران اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ اب عوام نکل کھڑی ہوئی ہے اور اب اس وقت تک نہیں لوٹے گی جب تک سارے وعدے پورے نہ ہو جائیں، باذن اللہ تعالیٰ۔

آخر میں کہوں گا کہ ہمارے ممالک میں ظلم اپنی انتہا کو پہنچ چکا اور ہم نے اس کا انکار اور مقابلہ کرنے میں بہت تاخیر کر دی ہے لہٰذا اب جو شروع کرے تو اسے پورا کرے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور جس نے اب تک شروع نہیں کیا تو وہ حالات کے مطابق تیاری کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صحیح حدیث میں غور کریں جس میں انہوں نے فرمایا:

«مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ، وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ» رواه مسلمٌ في صحيحه

”مجھ سے پہلے اللہ نے جتنے نبی بھیجے، ان کی امت میں سے ان کے حواری اور ساتھی ہوتے تھے، جو ان کی سنت پر عمل اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے، جو ایسی باتیں کہتے، جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

”سيدالشهداء حمزه بن عبدالمطلب ،ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله.“

”شہداء کے سردار حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص بھی جو جابر حکمران کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) منع کیا اور اس (حکمران) نے اُسے قتل کر دیا۔“

(باقی صفحہ نمبر 57 پر)

دعوة الإمام لأمة الإسلام

حکیم الامت فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری

بسم اللہ والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ

دنیا بھر میں موجود میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امام، مجدد، شیخ اسامہ کی شہادت کو تقریباً گیارہ سال گزر چکے ہیں۔ ان کا اللہ کے نزدیک مقام اللہ تعالیٰ خود بہتر جانتا ہے۔ لیکن آپ کی شہادت کے اتنے عرصہ کے بعد بھی اللہ کے فضل سے ان کی دعوت نہ صرف زندہ ہے بلکہ مزید وسعت پا گئی ہے۔ دشمن نے اس دعوت کو ختم کرنے کے لیے تمام ہتھکنڈے استعمال کیے۔ عسکری حملے کیے، مکر وفریب اور جھوٹ کا سہارا لیا، لیکن اس کی قبولیت میں اضافہ ہوا اور اس دعوت کے انصار بڑھتے چلے گئے۔ اس دعوت کو بدنام کرنے کے لیے اور امت کو گمراہ کرنے کے لیے اس جماعت پر طرح طرح کے بہتان لگائے گئے، لیکن اس تمام مکر وفریب اور بہتان بازی کے باوجود یہ دعوت دشمن کے الحاد، فساد اور حرص پر مبنی شر پسندی کے خلاف ایسا خطرہ بنی جو دشمن کے سکوت پر منتج ہوئی۔

یہ اس لیے ممکن ہوا کیونکہ یہ دعوت شریعت کے نفاذ کی دعوت ہے، یہ دعوت ہر انسانی دستور و قانون کے رد کی دعوت ہے، یہ دعوت مسلمانوں کی مقبوضہ سرزمینوں کی آزادی کی دعوت ہے، دشمن کی لوٹ مار کو روکنے کی دعوت ہے، امت کو آمریت اور ظلم سے نجات کی دعوت ہے۔ یہ امت کے حکمرانوں کو اقتدار دینے اور اقتدار سے محروم کرنے کا حق صرف امت کے ہاتھوں میں رکھنے کی دعوت ہے۔ یہ امت مسلمہ کو دشمن کے سامنے ایک صف میں سینہ سپر ہونے کی دعوت ہے۔ مذہب و قومیت سے بالاتر ہو کر مظلوموں کی نصرت کی دعوت ہے۔ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ نے جب یہ دعوت شروع کی تو یہ ان کی اپنی اختراع نہ تھی بلکہ اسلام کے احکام کا اتباع تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۱۰)

”(مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

شیخ اسامہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شیخ عبد اللہ عزام کے عظیم پیغام کو عملی جامہ پہنایا، کہ 'سقوطِ اندلس کے دن سے تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو چکا ہے کہ وہ جہاد کریں، اور اس پیغام کو ایک جہدِ مسلسل بنا دیا۔ اس کی عملی ترتیب کھڑی کر دکھائی اور ایک ایسی دعوتی اور عسکری جدوجہد کا آغاز کیا جو نہ تھمنے والی ہے۔ اس جدوجہد کا مقام رفعت گیارہ ستمبر کا حملہ ہے جس نے انسانی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور امریکہ آج تک اس درد سے تڑپ رہا ہے، اس تڑپ میں خون، مال و دولت لٹا رہا ہے لیکن درد نہ تھمنے والا ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر شیخ کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کو ایک راہ پر یکجا کرنے کی عملی کاوش کر دکھائی۔

امتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی دشمنوں کی کوششوں کے خلاف مزاحمت کو ترویج دی۔ دشمن نے شیخ اسامہ کی دعوت کی مزاحمت کے لیے عام مسلمانوں اور مجاہدین میں تفرقہ ڈالنے کی مذموم حرکتیں کی۔ کہیں مصلحت کے نام پر، کہیں حقیقت پسندی کے نام سے، مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی کوششیں کی گئیں، جو مسلمانوں کو دین اور دنیا کے خسارے میں ڈالنے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

دشمن کی چال صرف تفرقہ بازی تک محدود نہ تھی اور فقط وحدتِ مسلمین کو پارہ پارہ کرنے کی سازش ہی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کو ملحدین اور سیکولرازم کی طرف دھکیلنے کے لیے مذموم اقدام کیے۔ وطن فروشی، خیانت اور دشمن کی دلالی کا نام وطن پرستی اور جدیدیت رکھ دیا۔ اسلام سے دور ہو کر بین الاقوامی ملحدانہ قوانین کی پاسداری کا سبق پڑھایا، اور اسی طرح کے ہزاروں دیگر فریب مسلمانوں پر آزمائے۔ یہ ہتھکنڈے اور مکر بین الاقوامی مجرموں کی تمام دنیا کو بالخصوص امتِ مسلمہ کو اپنی غلامی کا طوق پہنانے کا بندوبست ہے۔ شیخ اسامہ کو اللہ تعالیٰ نے اس مکر کا ادراک اس کے ظہور سے پہلے دے رکھا تھا، اسی لیے وہ ہمیشہ اس کی یاد دہانی کرواتے رہے اور تنبیہ کرتے رہے کہ ہم ایک امتِ واحد ہیں، اس لیے ہمیں قبائلی و قومی عصبیت اور سرحدیں علیحدہ نہیں کر سکتی۔ شیخ اسامہ نے ایک عظیم خواب دیکھا اور اس کو ایک قول میں سمجھا دیا کہ:

”ہم عالمِ اسلام کے نقشے کو نئی تشکیل دیں گے تاکہ اللہ کے حکم سے ایک خلافتِ واحد کا وجود ظہور پذیر ہو جائے۔“

شیخ اسامہ کی میراث یہ ہے کہ آپ تمام اسلامی جدوجہد کی تحریکوں کو ایک نظم میں لانے کی کوشش میں رہے۔ شیخ نے یہ پیغام عام کیا کہ دشمن کی دلالی کرنے والے حکمران دراصل دشمن کے وہ پنجے ہیں جن سے وہ امتِ مسلمہ کو نوچنے اور بھنبھوڑنے میں مصروف ہے۔

شیخ اسامہ نے آلِ سعود کی پوشیدہ تاریخ کو واضح کیا کہ یہ امریکہ اور برطانیہ کے سدھائے ہوئے بندر ہیں جو اپنے آقاؤں کے اشارے پر طرح طرح کے کرتب دکھاتے ہیں اور آلِ سعود کے پالتو خلیجی حکمرانوں کے مکروہ اور ذلت آمیز تاریخی کردار کو واضح کر دیا۔ کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ ان حکمرانوں کو برطانیہ نے مسلمانوں پر مسلط کیا اور برطانیہ کے بعد امریکہ نے ان کے ذریعے مسلمانوں کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ شیخ اسامہ نے تاریخِ انسانی کی سب سے بڑی واردات کو آشکارا کیا جس میں مسلمانوں کا مسروقہ پٹرول امریکی لٹیروں نے بے رحمی سے لوٹا ہے۔ شیخ اسامہ نے اس لوٹ مار کو واضح کرنے اور اس کو روکنے کی اہمیت کو اجاگر کرنے میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔ وہ فرماتے تھے:

> ”مسلمانوں کا لوٹا ہوا پٹرول ہی مغربی تہذیب کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ لوٹ مار کا یہ عالم ہے کہ پیپسی کے ایک بیرل سے بھی کم قیمت پر پٹرول خریدا جارہا ہے۔“

وہ یاد دلاتے رہے کہ:

> ”مسلمانوں کے زمین میں پوشیدہ خزانوں بالخصوص پٹرول کو لوٹنے کے لیے مغربی استعمار نے امتِ مسلمہ کو اپنی فوجی طاقت کے حصار میں لے رکھا ہے اور دھمکی یہ ہے کہ لوٹنے دو ورنہ چھین لیں گے۔“

لہو رلاتا، صد افسوس مقام یہ ہے کہ نام نہاد اسلامی جماعتوں کی طرف سے اس لوٹ مار کا دور دور تک کوئی تذکرہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر جماعتوں کا مطمحِ نظر ان دلال خلیجی حکمرانوں کی قربت اور خوشامد سے آگے کچھ نہیں کیونکہ ان جماعتوں کا مطلوب و مقصود صرف روٹی کے وہ چند ٹکڑے ہیں جو یہ خلیجی حکمران ان کی طرف وقتاً فوقتاً اچھال دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ احمق خلیجی حکمران مسلمانوں کے خزانوں کی تاریخی لوٹ مار سے جو تھوڑا سا حصہ اپنے آقاؤں سے پاتے ہیں، اس کا کثیر حصہ تو یہ حکمران اپنے لہو لعب اور اپنے آقاؤں کے بین الاقوامی مالی نظام کا شیطانی پہیہ گھمانے میں دوبارہ اپنے آقاؤں کے قدموں میں نچھاور کر ڈالتے ہیں۔

اگر یہ احمق اور گھٹیا دلال اس دولت کا رائی برابر حصہ بھی عالمِ اسلام میں غربت، بیماری اور جہالت کے شر کو ختم کرنے پر خرچ کرتے تو یہ ان تمام مسائل کو جڑ سے اکھاڑ دیتے۔ مسلمانوں کو بہترین تعلیم، خوراک، علاج اور رہائش کی باعزت سہولیات میسر کر سکتے۔ مگر وہ ان پیسوں کو فٹبال ٹیموں پر خرچ کر ڈالتے ہیں اور شبینہ مصروفیات پر ضائع کر دیتے ہیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں پر سرمایہ کاری کرتے ہیں، صہیونی بینکوں اور مغربی اقتصادی منڈیوں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، مغربی آقاؤں سے غیر ضروری اسلحے کے سودے کرتے ہیں جس کا کبھی استعمال بھی نہیں کر سکتے۔ امریکی اور مغربی افواج کو ان سودوں سے مضبوط کرتے ہیں اور کرائے کے قاتلوں کے جتھے اپنے کھوکھلے اور بے وقعت وجود کی حفاظت کے لیے پالتے ہیں۔

یہ سب کرتوت یہ پوری ڈھٹائی اور بے شرمی سے علی الاعلان کر رہے ہیں۔ اور اسلامی تحریکوں کے نام نہاد نمائندگان جو اپنے علم اور دعوت کا ڈھنڈورا ہمہ وقت پیٹتے ہیں وہ تمام اس بے غیرتی پر خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر تو ان گھٹیا حکمرانوں کی مدح سرائی ایسے کرتے ہیں کہ جیسے یہ مسلمانوں کے محافظ و محسن ہیں۔

بقول شاعر:

ہائے ری امت کہ دنیا تجھ پہ ہنستی ہے
داڑھی بڑھانے سے آگے بھی تیرے دین میں کچھ ہے

مسلمانوں کا خلیج سے لوٹا ہوا یہ مالِ مسروقہ ہی دشمن مجاہدین میں تفرقہ ڈالنے میں، فتنہ انگیزی میں اور اپنے دلال بھرتی کرنے میں استعمال کرتا ہے۔ شیخ اسامہ نے صہیونی سیاست اور صہیونیت کے دلال مسلمان حکمرانوں کا پردہ فاش کیا کہ خلیج کے پیٹرول فروش دلال حکمران، اتاترک کی لادینیت کے پیروکار اور اسی طرح کے دیگر مسلمان حکمران اسی صہیونی سیاست کے مختلف روپ ہیں۔ شیخ اسامہ نے فلسطین میں لادینیت کی طرف بھٹکتی جدوجہدِ آزادی کو اسلام کا راستہ دکھایا اور وطنیت کے نام پر فلسطین کو بیچنے والے ملحدوں سے دور رہنے کی نصیحت کی۔ نہ صرف فلسطین بلکہ ہر مقبوضہ مسلمان علاقے کے قابض کے سر کو پاش پاش کرنے کا عملی راستہ دکھایا تاکہ وہ اپنی اوقات میں رہیں اور مسلمانوں سے مذاکرات کریں۔ شیخ اسامہ نے حق بات ہمیشہ ببانگِ دہل کرنے کو اپنے طرۂ امتیاز بنانے کا عزم کیا۔ لیکن حق بات کرنے کی یہ روایت خلیج کے ظالم و فاسق حکمرانوں کے زیرِ نگیں علاقوں سے ہجرت کیے بغیر ممکن نہیں تھی، لہٰذا شیخ نے اپنے گھربار، دولت، خاندان اور وطن کو اس پیغامِ حق کو پھیلانے کے لیے قربان کیا اور ہجرت کی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ اسامہ اور تمام مہاجرین کی ہجرت کو اپنی راہ میں قبول فرمالے۔

شاہ فہد کے دور میں آلِ سعود نے یہ جال بچھایا کہ شیخ اسامہ واپس اپنے وطن آجائیں۔ ان کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اور ان کی دولت اور جائیداد ان کے حوالے کر دی جائے گی۔ ان کو شہری حقوق عطا کیے جائیں گے بشرطیکہ وہ آلِ سعود کے فساد کو فاش نہ کریں اور ان کے تابع رہیں۔ مگر شیخ نے صاف انکار کیا۔ شیخ اسامہ کی صفات میں سے یہ تھا کہ حالانکہ ان کو آلِ سعود کے گھٹیا مکر و فریب اور بدکرداری کا پورا ادراک تھا لیکن انہوں نے ہمیشہ نظام کی خرابی پر توجہ کی اور آلِ سعود کے گندگی بھرے ذاتی کردار پر کبھی نہ خود تبصرہ کیا نہ اپنے ساتھیوں کو اس طرف جانے دیا، کیونکہ وہ ایک حلیم الطبع انسان تھے۔ لیکن ان سب حکمرانوں کے لیے امریکہ، صلیبی مغرب اور مسلمانوں کے تمام دشمنوں نے ہر درجہ کوشش کی کہ شیخ اسامہ کو

بدنام کیا جائے اور ان کی دعوت کو نقصان پہنچانے کی ہر طرح کی کوشش کی۔ اسامہ بن لادن بے شک ایک انسان تھے جو نہ تو معصومیت کے دعویدار تھے نہ ہی غلطیوں سے مبرا تھے۔ مگر وہ ایثار، صلۂ رحمی اور قربانی کا نمونہ ضرور تھے۔ اخلاق میں شریف، کردار میں حلیم الطبع، معاملہ فہمی میں نرم اور زیرک تھے۔ اسی وجہ سے ان کی اچھائیاں ان کی برائیوں پر غالب ہیں جو بے شک اللہ تعالیٰ کا ان پر کرم ہے کہ وہ جسے چاہے یہ مقام عطا کرتا ہے۔

بقول شاعر:

کسی کی ہر صفت ہر کس و ناکس کو پسند آ ہی نہیں سکتی
باوصف لوگوں کا وطیرہ اچھائیوں کو یاد رکھنا ہے

اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عزت بخشی کہ لاکھوں لوگوں کے دلوں میں شیخ اسامہ کی محبت زندہ ہے۔ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ غیر مسلم لوگوں کے دلوں میں بھی، جو ظلم اور جھوٹ کے اکابر مجرمین کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونا پسند کرتے ہیں۔

شیخ اسامہ نے جو بھی منصوبہ بندی کی وہ اس میں کامیاب رہے۔ ان کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امریکہ اور تمام اسلام دشمنوں کے لیے دہشت کی علامت بن گئے۔ حتیٰ کہ جس گھر میں وہ شہید کیے گئے وہ بھی امریکہ کے حکم پر پاکستانی فوج نے مسمار کر دیا۔ ان کو پورے کرۂ ارض پر کہیں دفن کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ کھلے سمندر میں ڈال دیا گیا۔ لیکن دراصل بحرِ محیط نے ایک بے کراں سمندر کو اپنے اندر سمو لیا۔ شیخ کا وجود بلند خصلتوں، فضیلتوں، عظمتوں اور بلندیوں کے روشنی کے ایسے مینار کی صورت اختیار کر چکا ہے جس کی روشنی اور جس کے اریج وجود کی خوشبو اس مینار سے ٹکرانے والی لہروں کے ذریعے تمام عالم کے ساحلوں کو چھو رہی ہے۔

امریکہ نے شیخ کی شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے ان کو ایک خون آشام ذہنی مریض کے طور پر پیش کیا جو ہر جگہ تباہی اور ہلاکت پھیلانا چاہتا ہے۔ امریکی کانگریس کی قابل تمسخر گیارہ ستمبر کی رپورٹ جو مجسم کذب ہے، میں امریکی کہتے ہیں:

> "امریکی حکومت پر لازم ہے کہ وہ اس امر کا تعین کرے کہ اس کا بیانیہ کیا ہے اور دنیا کے لیے اس کا کیا پیغام ہے کہ امریکہ کس چیز کی نمائندگی کرتا ہے۔ دنیا پر اپنی اخلاقی سبقت دکھانا سب سے اہم ہے کہ ہم دنیا سے انسانیت پر مبنی اصولوں کے تحت معاملات کریں اور قانون کی حکمرانی کو ثابت کر دیں اور ہم دنیا کو دکھائیں کہ ہم باعزت طریقے سے دنیا سے معاملات کرتے ہیں اور اپنے اتحادیوں کے لیے اچھا خیال رکھتے ہیں۔ یہ موقع ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی مسلمان ممالک یہ ظاہر کریں کہ انسانی حقوق کا احترام ہمارے لیے مقدم ہے اور اسامہ جیسے دہشت گردوں کے پاس مسلمان والدین کو دینے کے لیے موت اور دہشت کے مناظر کے علاوہ کچھ نہیں جبکہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ مسلمان والدین کو ان کے بچوں کا ایک پر امن ترقی پسند مستقبل پیش کرتے ہیں۔"

امریکہ یہ مجسم کذب بیانیہ آج تک دنیا کو مسلسل پیش کر رہا ہے کہ اگر تم القاعدہ یا اس کے منہج کے قریب ہوئے تو تمہارے لیے سوائے تباہی کے کچھ نہیں اور اگر تم ہمارے ساتھ ہو تو خوشحالی اور ترقی تمہاری منتظر ہے۔ امریکہ ایسے ہی وعدہ وعید سے دنیا کو خوش رکھتا ہے جبکہ اس کا ہر وعدہ جھوٹا ہے اور جس نے بھی اس کا ساتھ دیا اس کے لیے دین اور دنیا میں تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

شیخ اسامہ کو اللہ نے توفیق دی کہ امریکی جعلسازی کو رد کریں۔ امریکہ نے پراپیگنڈا کیا کہ عرب بہار میں اٹھنے والی تحاریک شیخ اسامہ کا غیر عسکری منصوبہ ہیں اور دراصل القاعدہ نے ان لوگوں کو بھڑکایا ہے یہاں تک کہ شیخ اسامہ نے ان کی مدح میں شعر کہے ہیں اور ایک شوریٰ بنا دی ہے جو ان انقلابات کو کنٹرول کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور یہ امریکہ کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

بے شمار ایسے بہتان ہیں جو القاعدہ کے بارے میں، شیخ اسامہ کے بارے میں اور مجھ ناچیز کے بارے میں بھی امریکہ نے پھیلا رکھے ہیں جو سب کے سب جھوٹ ہیں۔ ہمارا اس پر خاموش رہنا ہرگز ان بہتانوں کا اقرار نہیں ہے۔ جو کچھ ہم خود اپنے اعلام کے ذریعے بیان کرتے ہیں، اس کے علاوہ ہماری ہر بہتان سے برأت ہے۔ اسلام دشمن ہمیشہ ہماری توقعات پر پورا اترتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اس منہج سے دور کریں اور شریعت کے صحیح راستے سے بھی منحرف کر دیں۔ ان کے یہ ہتھکنڈے ایک بار کا معاملہ نہیں بلکہ قدم بقدم اسلام دشمنی کی ایک جہدِ مسلسل ہے، یہ نت نئے فتنے اٹھائیں گے، کسی کے اقتدار کے لالچ کو استعمال کریں گے، جہاد کو بدنام کرنے پر بے شمار پیسہ لگائیں گے اور مسلمانوں کو مسلمانوں کے قتال پر ابھاریں گے۔

ان فتنہ انگیزیوں میں سب سے بڑا ہاتھ آلِ سعود، خلیج کے صہیونیت پسند حکمرانوں کے ساتھ ساتھ اتاترک کے سیکولر نظام حکومت کا بھی ہے۔ ان بادشاہوں کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ ہمہ وقت ایک مکارانہ سازش کے ذریعے امتِ مسلمہ کو اس سوچ کے ادارک سے بھی دور رکھنا چاہتے ہیں اور مجاہدین بھی اس لحاظ سے ان کے نشانے پر سرِ فہرست ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں اور خاص طور پر مجاہدین کے اندر شریعت مخالف رجحانات پیدا کریں، مثلاً طاقت کے ذریعے اقتدار پر غاصبانہ قبضہ، ایک دوسرے پر چڑھائی کرنا اور دھماکے کرنا، باہمی وحدت کو توڑنا، اپنی صفوں میں نفاق پیدا کرنا، مصلحتوں کے تحت دوستیاں اور دشمنیاں رکھنا، بڑے فساد سے بچنے کی دلیل دے کر مسلمانوں پر قابض قوتوں کو تقویت دینا، امتِ مسلمہ اور

اسلامی اخوت پر وطنیت پرستی کو ترجیح دینا، سیکولر آئین کو وقت کی مجبوری بنا کر اس کا اتباع کرنا، اپنے وطن کے مفادات کے نام پر دیگر مسلمان مظلومین کی نصرت سے آنکھ چرانا۔ علاقائی عصبیت کے نام پر دیگر مسلمانوں کی مدد سے انکار کرنا۔

ہمیں معلوم ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کا شیخ اسامہ سے قریبی یا دور کا بھی تعلق رہا ہے، وہ اس تعلق سے اپنا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مفادات کی لالچ میں بھی آجاتے ہیں اور جیسے ہی ان کے ہاتھ کچھ لگتا ہے تو الٹے پاؤں بھاگ جاتے ہیں۔ ہمیں اس کا علم بھی ہے اور اس کی توقع بھی رکھتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ سے فتنوں سے بچنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ جو ہم حق سمجھتے ہیں اس پر استقامت سے قائم ہیں اور اسی کی دیگر مسلمانوں کو دعوت بھی دیتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہماری دعوت کا نظم بھی قائم و دائم ہے۔

دنیا بھر میں موجود میرے مسلمان بھائیو!

ہمارے لیے یہ مقامِ مسرت ہے کہ اللہ نے مجاہدین بلکہ عالمِ اسلام پر اپنا فضل کیا کہ شیخ اسامہ کی شہادت کے گیارہ سال بعد امریکہ ہزیمت اٹھا کر شکست خوردہ ہو کر رہا، جبکہ جہاد کی وہ دعوت جو شیخ اسامہ نے جاری کی تھی وہ غالب رہی۔ شیخ اسامہ کے جانبازوں نے پہلے امریکہ میں گھس کر اسے گھر کے اندر مارا اور شکست کا مزہ چکھایا، اسی طرح عراق سے بھی امریکی بے عزت ہو کر انخلا پر مجبور ہوئے اور آخر کار افغانستان سے بھی ہزیمت اٹھا کر نکالا گیا۔ اگر امت اللہ کے فضل سے متحد ہو جائے تو آج امریکہ امتِ مسلمہ کے آگے مغلوب ہے کیونکہ اب یہ کمزور ہو چکا ہے۔ گیارہ ستمبر کے حملے سے اقتصادی تباہی، عراق اور افغانستان سے پر ہزیمت وانخلا اور کورونا کی تباہی کمزوری کی وہ داستان ہے جس کا جدید باب یوکرائن میں لکھا جارہا ہے، جس کو امریکہ نے روس کے سامنے تر لقمہ بنا کر پیش کیا اور اپنے حلیف یوکرائن کو مار کھانے کے لیے روس کے سامنے لٹا دیا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادی باقی اسلام دشمنوں کا مطمحِ نظر صرف مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا ہے اور اس سلسلے میں وہ ہر ملکی، علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر ہمہ وقت مصروف ہیں۔ حتیٰ کہ تنظیموں اور جماعتوں کی سطح پر بھی یہ کام جاری ہے۔

اس کا سامنا کرنے کا واحد حل کلمۂ توحید کے گرد اکٹھا ہونا ہے اور اس کام میں ہمیں آگے بڑھنا ہے نہ کہ پیچھے۔ تعمیر کرنا تخریب سے بہتر ہے۔ جو آزمائش کے مراحل ہم نے اس کاوش میں کاٹے ہیں ہمیں ان پر آگے چلنے کی کوشش اور ہمت دکھانی چاہیے، نہ کہ الٹے پاؤں چلیں۔

ہر وہ قدم جو مسلمانوں کی صفوں میں دراڑ ڈالے، مسلمانوں کو اتحاد سے پیچھے ہٹائے اور ان کی طاقت کو منتشر کرے، وہ امریکہ اور اسلام دشمنوں کے مفادات کا تحفظ ہے۔ اے شیخ اسامہ! اللہ آپ کو اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے، آپ کی غلطیوں کو معاف کرے اور آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ جبکہ امتِ مسلمہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

اے شیخ اسامہ! ہم آپ کی مدح تلواروں کی جھنکار اور خونریز معرکوں سے کرتے ہیں
نہ کہ بے معنی خطبات اور شعر و شاعری سے
اے شیخ اسامہ! آپ کی جدائی میں قندھار اور قائدینِ قندھار غمزدہ ہیں
یمن کے دل پر ہتھوڑے چل رہے ہیں اور بیت المقدس پریشان ہے
شام مصیبتوں میں غرق ہے، ہندوستان حیرت زدہ ہے اور پاکستان سویا ہوا ہے
آپ کی جدائی کے درد ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں
بد بختوں نے آپ کو سمندر میں پھینکا لیکن یہ سمندر آپ کی عظمتوں کی وسعت پا کر جھوم اٹھے ہیں
زمین آپ کو اپنی آغوش میں لینے کو تڑپ رہی تھی
اور آسمانوں پر بادلوں میں تیرتا پانی بھی سمندر کی رفعت پر رشک کرتا ہے
کہ عرب شہزادہ ان پانیوں میں مدفن ہے، آپ کا مردہ جسم بھی ان کو دہشت زدہ کرنے کو کافی ہے
اے شان و شوکت اور عظیم نسب والے مجاہد! آپ کی کیسی ہیبت ہے کہ
آپ نے مجرم واشنگٹن پر حملہ کیا اور امریکی مینار گرد کا ڈھیر بنا ڈالے
مغرور شیطان پر ذلتوں کا پہاڑ توڑا اور امریکہ کے قلعوں میں بے دھڑک جا گھسے
آپ نے دفاعی جہاد کیا اور فتوحات کے جھنڈے بھی گاڑے
آپ نے اپنے نفس کو اور اپنی اولاد کو اللہ کی راہ میں قربان کیا
اسلام کی نصرت میں سخاوت کی آپ اک درسگاہِ زہد ہیں
دشمن پر آپ کے حملے اس کے لیے بھیانک عذاب ہیں
جنگ میں آپ ہیبت کا نشان ہیں اور شرافت و شرم و حیا کا ایسا پیکر ہیں
جس کے سینے میں ادب اور بردباری موجزن ہے
روس کی ماؤں سے پوچھو، جن کے جوان بچے آپ کا شکار ہوئے
رومیوں سے پوچھو، جن کو آپ نے آگ کے سمندروں میں گم کر دیا
قوموں کی قومیں آپ کی دہشت سے ڈر کر مر گئیں
اے کفر و الحاد کی شیطانی مملکت! ہمارا ایک ادھار تمہاری طرف باقی ہے
قسم ہے اللہ کی کہ تُو انتظار کر اس بدلے کے دن کا جو آنا ہی ہے
بے مثل فضائل والے شیخ اسامہ پر بے وجہ ظلم کرنے والے اے ظالم!
میرا رب تجھے ہدایت دے کہ تو اخلاق کے یہ موتی پرکھنے سے محروم رہا
یہ ہے وہ شیخ جس پر نسلیں فخر کریں گی
جو اس زمانے کا ایک عہد ساز واقعہ ہے جس پر آج بھی لوگ متعجب ہیں

(باقی صفحہ نمبر 57 پر)

شیخ اسامہؒ کے کارہائے نمایاں

مصعب ابراہیم

پندرہویں صدی ہجری کی ابتدا اس حال میں ہوئی کہ امت مسلمہ تین صدیوں کی غلامی، کسمپرسی اور ذلت کے بعد عزت، رفعت، عروج اور بلندی کے سفر کو شروع کر رہی تھی۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت سے ایساماحول میسر ہوا کہ منہج نبویؐ کے مطابق جہاد و قتال کے میدان آراستہ ہونے لگے۔ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا۔ اس جہادی سفر کے مسافر شرق و غرب کے مسلمان نوجوان ٹھہرے۔ قافلۂ جہاد کے نقیب شیخ عبد اللہ بن عزام شہیدؒ کی پر سوز دعوت اوراجلے کردار کا اثر تھا کہ امت کے ابطال سر فرازیٔ دین کے لیے افغانستان کے محاذ پر جمع ہونے لگے۔ اِنہی نوجوانوں میں ایک نمایاں نام شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ساتھ مجاہدین سرخ ریچھ کے مقابل صف آرا ہوئے اور بالآخر سوویت یونین ، افغانستان سے اس حالت میں ناک رگڑتا ہوا فرار ہوا کہ اُس کے اپنے حصے بخرے ہوگئے۔ عرب و عجم کے مجاہدین نے اس مبارک جہاد کے بعد بیٹھ رہنا قبول نہیں کیا بلکہ 'مصنوعی خداؤں' کو نابود و ناپید کرنے کے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی حکمت عملی ترتیب دی۔ اُنہوں نے امریکہ کی صورت میں موجود 'واحد سپر پاور' کو اپنا اگلا ہدف بنایا تاکہ دنیا سے طاغوت کی فرماں روائی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر سکیں اور اللہ کے دین کو کرۂ ارض پر نافذ کر سکیں۔

شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد اب اس قافلۂ سعید کے روحِ رواں شیخ اسامہ بن لادن قرار پائے۔ آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہر طرح کے وسائل جہاد و قتال کے میدانوں میں لا کر ڈھیر کر دیے۔ یوں اللہ رب العزت نے عصرِ حاضر کے ہبل کو توڑنے کے لیے 'جیش اسامہ' کو کھڑا کیا۔ شیخ کو یقینی طور پر محسنِ امت قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان سطور میں ہم شیخ رحمہ اللہ کے چند نمایاں کارناموں کا اجمالی تذکرہ کریں گے۔ یہاں تو شیخ کے کارہائے نمایاں کا اجمالی تذکرہ ہی ہو سکتا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے جو معرکے سر کیے اُن کا مفصل اور جامع احوال تو اُن کے نامۂ اعمال میں ہی درج ہو گا، جو اُن کے رب کے پاس محفوظ ہے اور کچھ عجب نہیں کہ ربِ کائنات نے اُن کا اعمال نامہ حاملین عرش اور فرشتوں کے سامنے فخریہ انداز میں نمایاں کیا ہو کہ

؏ یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لیے ہے

مسلمانوں کو احساس عروج دینا اور امریکہ کی بالادستی ختم کرنا:

شیخ نے اپنی جدوجہد اور تمام تر کوششوں کا محور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارک کو رکھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الاسلام یعلوا ولا یُعلیٰ علیه.“

”اسلام ہمیشہ بلند ہے، کوئی چیز اس پر برتری نہیں رکھتی ہے۔“

مسلمان جو جہاد افغانستان (اول) سے پہلے دنیا بھر میں مظلومی اور مقہوری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسلام کا نام لینا خود کو نکّو بنانے کے مترادف تھا، اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا عیب سمجھا جاتا تھا، اپنے اسلاف کے ذکر سے اجتناب ہی میں عافیت جانی جاتی تھی...... لیکن جہاد افغانستان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ذہنی غلامی کے اس ماحول کو بدل کر رکھ دیا۔ سوویت یونین کی پسپائی کے بعد امریکہ اسلام کے مقابل آیا تو شیخ نے مسلمانوں میں یہ روح پھونکی کہ 'بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے'۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے جو عزت، عروج، تمکنت، بالادستی، علو اور برتری کے وعدے کیے ہیں...... ان وعدوں کی تکمیل جہاد و قتال کے میدانوں میں ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا شیخ نے امت کے نوجوانوں کو یہ وعدے ازبر کروائے اور ساتھ ہی میادینِ جہاد کی جانب رخ کرنے اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق قتال کے فریضے کو سرانجام دینے کی دعوت دی۔ آپ فرماتے ہیں:

> ”آج امت مسلمہ کو جن مصائب و آلام کا سامنا ہے، وہ اللہ کے دین اور جہاد کو چھوڑ دینے کا براہ راست نتیجہ ہے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'جب تم سُودی تجارت (عینہ) کرنے لگو گے اور گائے بیلوں کی دُمیں پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی (کی زندگی) میں (مگن ہو کر) مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تمہارے اوپر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جو اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ'۔ یہ حدیث بالکل واضح ہے اور ہم سب پر حجت تمام کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذلت کی یہ چادر انہی وجوہات کی بنا پر ہمارے اوپر تانی ہے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں اٹھائی جائے گی جب تک ہم اپنے دین کی طرف واپس پلٹ نہیں آتے۔ لہٰذا میرے مسلمان بھائیو! یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کی طرف رجوع، کبیرہ گناہوں

سے اجتناب اور جہاد فی سبیل اللہ کی راہ اختیار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں! اگر ہم چاہتے ہیں کہ دین صحیح بنیادوں پر قائم ہو تو ہمیں رہ نمائی اور منہج، قرآن و سنت ہی سے لینا ہوں گے اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں واضح طور پر سمجھا دی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کیا کہ جہاد کا حق ادا کر دیا، دین کی بھرپور تبلیغ کی اور اس بارِ امانت سے سبکدوش ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔"

اسی طرح شیخ نے امریکی بالادستی کے خاتمہ کے لیے بھی اہم کردار ادا کیا۔ ایسا کردار...... جو تاریخ میں مرقوم رہے گا...... جس کردار کی روشنی میں امت مسلمہ کی آنے والی نسلیں ہر طاغوت سے انکار کرنے اور فراعینِ عصر کی رعونت کو خاک میں ملانے کو اپنا فرضِ اولین سمجھیں گی۔

سوویت روس کے خاتمے کے بعد امریکہ 'یک قطبی' دنیا(Unipolar world) کے لیڈر ہونے کا دعوے دار بنا۔ اسی عرصہ میں نیو ورلڈ آرڈر کا نیا رُوپ متعارف کروایا گیا، جس کی رو سے دنیا میں وہی قانون چلے گا جو امریکہ چاہے گا، دنیا میں اُسی کا چلن ہو جسے امریکہ پسند کرے گا، دنیا میں وہی پنپ سکے گا جو امریکہ کی آنکھ کا تارا ہو گا...... الغرض دنیا کا اوڑھنا بچھونا امریکی اشاروں ہی کے مرہونِ منت ہو گا۔ لیکن خالقِ کائنات کے سامنے سربسجود ہونے والے خدائی کے اس دعوے دار کو پرِ کاہ کی حیثیت دینے کو تیار اور آمادہ نہیں تھے۔ اسی لیے سوویت یونین سے فارغ ہونے کے معاً بعد مجاہدین نے اپنی تمام تر توجہات کا مرکز امریکہ اور اُس کے باطل نظام کو بنایا۔ وہ امریکہ جو ناقابلِ تسخیر گردانا جاتا تھا...... مجاہدین کے حملوں کی زد میں آ گیا۔ شیخ کے ہاتھ میں ان مجاہدین کی قیادت تھی جو امریکہ کی خدائی کا انکار کر کے ربِ واحد کی توحید کو دنیا میں عملاً رائج و نافذ کرنا چاہتے تھے۔ شیخؒ نے ایسے وقت میں امریکہ کو للکارا جب ساری دنیا اُس کے احکامات کے آگے 'دُم ہلاؤ' پالیسی اپنائے ہوئے تھی۔ آپ نے امریکی عوام کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ان شاء اللہ ہم امریکہ سے لڑتے رہیں گے، امریکہ کے اندر اور باہر شہیدی حملے جاری رکھیں گے یہاں تک کہ تم ظلم سے باز آ جاؤ، حماقتیں ترک کر دو اور اپنے کم عقل حکمرانوں کو لگام دو۔ یاد رکھو! ہم اپنے شہدا کو ہرگز نہیں بھولتے، خصوصاً وہ جو فلسطین میں تمہارے حلیف یہودیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ ہم ان کا بدلہ تمہارے ہی خون سے وصول کریں گے، اسی طرح جیسے یومِ تفریق (گیارہ ستمبر) میں ہم نے کیا تھا۔ جب تک ہمارے ہاتھوں میں ہتھیار اٹھانے کی سکت ہے ہم تمہارے خلاف لڑتے رہیں گے۔ اور ہمارے بعد ہماری اولاد یہ ذمہ داری سنبھالے گی۔ ہماری مائیں ہم پر روئیں اگر ہم اپنی سرزمین میں تمہارے ناپاک وجود کا ایک ذرہ بھی باقی رہنے دیں!!!"

شیخؒ امت کے نوجوانوں کو تسلسل کے ساتھ امریکہ کے مقابل آنے کے لیے ابھارتے رہے۔ اسی تحریض کا نتیجہ گیارہ ستمبر کے معرکوں کی صورت میں سامنے آیا۔ جب دنیا نے 'ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر امریکہ' کی تہذیبی عظمتوں کے نشان ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کو زمین بوس ہوتے اور اُن کے ناقابل رسائی پنٹاگان کی عمارت کو خاک میں ملتے دیکھا۔ شیخؒ نے اللہ تعالیٰ ہی کی مدد اور نصرت کے ذریعے امریکہ کا ہوّا، جو اُس نے کئی دہائیوں کی محنتوں کے بعد پیدا کیا تھا، کو ہوا میں اڑا کر رکھ دیا۔ آپؒ نے فرمایا:

"سوویت اتحاد کی شکست کے بعد امریکہ "واحد سپر پاور" کے طور پر سامنے آیا اور دیگر اقوام پر اپنا سیاسی تسلط جمانے لگا، ہمارے نام نہاد مسلمان حکمران اُس کے سامنے پہلے سے بھی زیادہ خشوع و خضوع کے ساتھ جھک گئے، اس کی وجہ سے وہ مزید جری ہو کر صہیونی عزائم کی تکمیل کے لیے فلسطین میں مزید تباہی پھیلانے لگ گیا۔ ایسے میں اس امت کے بیٹوں کی ایک مختصر سی جماعت نے اس ہٹلرِ زمانہ، ایک سینگ والے وحشی درندے کے خلاف جہاد کا علَم بلند کیا۔ ہم نے اُس کے غرور کا سینگ توڑ ڈالا، اُس کے قلعے کو مسمار کر دیا اور اُس کی عظمت کے مینار کو زمین بوس کر کے رکھ دیا۔ اس کے جواب میں وہ اس زعم میں کہ وہ مجاہدین کی قیادت کو زندہ یا مردہ اپنے کٹہرے میں لا کھڑا کرے گا اور دنیا کے سامنے نشانِ عبرت بنا دے گا، ہم پر حملہ آور ہوا۔ اُس وقت اس کی حالت بالکل ابو جہل جیسی تھی جو بدر کے دن اپنی جنگی اور عددی قوت پر اتراتے ہوئے نکلا تھا۔ لیکن ہم نے اُس کا ہتھیار کند ثابت کر دکھایا، اُس کی فوج کو جہنم کا ایندھن بنا ڈالا اور اُس کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا اور بہر حال یہ سب کچھ اللہ وحدہ لاشریک کے فضل و کرم ہی سے ہو پایا۔"

امریکیوں کی بزدلی اور میدانِ جنگ سے فرار کی راہ اپنانے کے متعلق شیخؒ نے کیا خوب فرمایا:

"ہم نے گذشتہ عشرے میں امریکی حکومت کا زوال اور امریکی فوج کی کمزوری دیکھی ہے جو سرد جنگ لڑنے کے لیے تو تیار ہے لیکن طویل جنگیں لڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ یہ بات بیروت میں ثابت ہوئی تھی جہاں میرینز صرف دو دھماکوں کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹوں سے کم میں میدان چھوڑ کر بھاگ سکتے ہیں، اور یہی بات صومالیہ میں بھی دہرائی گئی۔ ہم ہر طرح کی صورتحال کے لیے تیار

ہیں۔ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔" (امریکی صحافی جان ملر کے ساتھ انٹرویو:۱۹۹۸ء)

دنیا بھر میں امریکیوں کے خوف سے لرزنے والوں کے لیے شیخؒ کے اس قول میں بہت سبق پوشیدہ ہے، اپنے اس بیان میں شیخ امریکی "بہادری" کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

"تمہاری یہ جعلی جرأت بیروت میں ۱۴۰۳ھ میں ہونے والے دھماکوں کے بعد کہاں گئی جن مین تمہارے دو سو اکتالیس فوجیوں جن میں زیادہ تر میرینز تھے، کی ہلاکت نے تمہارے پرخچے اڑا دیے تھے، اور تمہاری یہ جعلی بہادری عدن میں کہاں گئی تھی جب صرف دو دھماکوں نے تمہیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چوبیس گھنٹوں کے اندر وہاں سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

مگر تمہاری سب سے بڑی اور بدترین ذلت کا مقام صومالیہ تھا، جب امریکی طاقت اور سرد جنگ کے بعد امریکی نیو ورلڈ آرڈر کی سرداری کے دعووں پر کئی مہینوں تک چلنے والی بہت بڑی پراپیگنڈا مہم کے بعد تم نے بین الاقوامی فوج کے لاکھوں فوجی صومالیہ میں داخل کیے، جن میں اٹھائیس ہزار امریکی فوجی بھی شامل تھے۔ مگر معمولی لڑائیوں میں کچھ درجن فوجیوں کی ہلاکت اور اپنے ایک پائلٹ کے موغادیشو کی سڑکوں پر گھسیٹے جانے کے بعد تم اپنے کندھوں پر شرمندگی، نقصان اور خوف و ہراس کا بوجھ اٹھائے، مایوسیاں، ذلت اور شکست اور اپنے مردہ فوجیوں کی لاشیں اپنے دامن میں سمیٹے وہاں سے فرار ہوگئے۔ اور کلنٹن پوری دنیا کے سامنے ان دھمکیوں اور وعدوں کے ساتھ نمودار ہوا کہ وہ انتقام لے گا جبکہ یہ دھمکیاں صرف فرار کا ایک بہانہ ثابت ہوئیں، اور پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر ذلت مسلط کی اور تم وہاں سے بھاگے اور تمہاری کمزوری اور نامردی کی انتہا ہوگئی۔ ان تین اسلامی شہروں بیروت، عدن اور موغادیشو میں تمہاری ذلت آمیز شکست خوردگی کے منظر نے ہر مسلمان کے دل کو راحت بخشی اور مومنوں کے سینوں کے لیے شفا بن گیا۔" (دو مقدس مقامات کی سرزمین پر قابض امریکیوں سے اعلان جہاد)

مسجد اقصیٰ کو دنیا کا مسئلہ نمبر ایک بنانا:

شیخؒ نے مسجد اقصیٰ کو دنیا کا اولین مسئلہ گردانا اور بالآخر تمام دنیا سے منوایا کہ مسئلہ فلسطین سب سے اہم مسئلہ ہے۔ آپؒ نے امت مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے امت مسلمہ! بے شک فلسطین اور اس کے باشندے تقریباً ایک صدی سے یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں فتنہ و فساد برداشت کر رہے ہیں۔ ان دونوں گروہوں نے ہم سے فلسطین مذاکرات کے ذریعے نہیں بلکہ طاقت کے زور پر حاصل کیا ہے۔ لہٰذا اس کی واپسی کا راستہ بھی یہی ہے کیونکہ لوہا ہی لوہے کو کاٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کفار کا زور توڑنے کا راستہ واضح کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْساً وَأَشَدُّ تَنكِيْلاً○ (سورۃ النساء:۸۴)

'چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں لڑیں، آپ صرف اپنی ہی ذات کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اور آپ مومنوں کو رغبت دلائیں، امید ہے کہ اللہ کافروں کی جنگ کو روک دے اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں۔'

اس لیے قتال اور اس کی ترغیب کے ذریعے ہی کفار کا زور ٹوٹے گا۔

بیت المقدس کے جہاد اور اُن کے مابین رکاوٹ بس اتنی سی ہے کہ وہ شرکیہ جمہوریت کے دھوکے میں غرق جماعتوں اور گروہوں کے افکار کو ترک کر دیں اور برسرپیکار مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوکر اپنے مورچے سنبھال لیں۔ امداد باہمی کے اس جذبے اور اللہ پر خالص توکل کی بدولت ہی نصرتِ الٰہی کا حصول ممکن ہے۔ پھر اسی کے نتیجے میں اقصیٰ کی بابرکت سرزمین کی جانب پیش قدمی ہوگی اور باہر سے آنے والے مجاہدین اندر موجود مجاہدین کو مضبوط کریں گے۔ وہ ہمارے لیے حطین کی یاد دوبارہ سے تازہ کریں گے اور اللہ کے حکم سے اس عظیم نصرت سے مسلمانوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔"

شیخؒ نے گیارہ ستمبر کی مبارک کارروائیوں کی بنیادی وجہ بھی فلسطین ہی کو قرار دیا۔ آپؒ نے ان کامیاب معرکوں کے بعد امریکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے تاریخی الفاظ میں قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا:

"میں اُس اللہ عظیم و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آسمان کو بغیر ستون کے بلند فرمایا۔ نہ تو امریکہ اور نہ ہی امریکہ والے سکون کا سانس لے سکیں گے، جب تک ہم حقیقی معنوں میں فلسطین میں امن و سکون سے

نہیں رہیں گے اور جب تک ارض محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام کافر فوجیں نکل نہیں جاتیں۔"(معرکہ گیارہ ستمبر کے بعد خطاب)

اہل فلسطین کو حوصلہ دیتے ہوئے اور اُن کی ہمت بندھاتے ہوئے آپؒ نے یہ تاریخی الفاظ کہے:

"ہم اپنے فلسطینی بھائیوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ تمہارے بچوں کا خون ہمارے بچوں کا خون ہے اور تمہارا خون ہمارا خون ہے، پس خون کا بدلہ خون سے اور تباہی کا بدلہ تباہی سے لیا جائے گا۔ ہم رب العزت کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ یا تو ہمیں فتح حاصل ہو جائے یا پھر ہم اُسی انجام کا مزہ چکھ لیں جو حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ ہم تمہیں یہ خوش خبری بھی سنانا چاہتے ہیں کہ اسلام کی نصرت کے لیے لشکر چل پڑے ہیں اور یمن سے آنے والی مدد و نصرت بھی ان شاء اللہ اب رکنے نہ پائے گی۔"(جدید صلیبی جنگیں حصہ اول)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

"ہم اللہ کے حکم سے فلسطین کے بالشت بھر حصے سے بھی ہر گز دست بردار نہ ہوں گے، جب تک اس زمین پر ایک بھی سچا مسلمان بستا ہے۔ جو کانٹا بوئے گا وہ انگور کی فصل نہیں کاٹ سکتا۔"(اسرائیلی غاصبانہ قبضے کے ساٹھ سال اور خطے میں محاذ آرائی کی وجوہات: مغربی عوام کے نام پیغام، ۱۴۲۹ھ)

بلادِ حرمین پر امریکی قبضہ کو نمایاں کرنا:

مسجد اقصیٰ اور فلسطین پر قبضے کے بعد صلیبی وصہیونی اتحاد نے سرزمین حرمین کی طرف اپنے ناپاک قدم بڑھائے۔ ۱۹۹۰ء میں کویت پر عراق کے قبضے کو آڑ بناتے ہوئے امریکی افواج سعودی نظام حکومت کی غداری کے باعث سرزمین حرمین میں داخل ہو گئیں۔ اور آج بھی حرمین شریفین کے قرب وجوار میں ناپاک امریکی موجود ہیں۔ جب کہ حال یہ ہے کہ امت مسلمہ کی اکثریت اس معاملہ سے بالکل لاتعلق ہے۔ اُنہیں سرے سے احساس ہی نہیں کہ بیت اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزمین پر کیا بیت رہی ہے۔ آل سلول (جزیرۃ العرب پر مسلط حکمران طبقہ) کا سردار آج بھی امت کے بیشتر افراد کی نظر میں "خادم الحرمین الشریفین" ہے۔ شیخ فرماتے ہیں:

"آج امت کا سب سے گہرا گھاؤ وہ ہے جو دشمنوں نے اس کے مقدس ترین مقام، اللہ کے گھر...... بیت عتیق...... خانۂ کعبہ کی سرزمین پر لگایا ہے...... اس سرزمین پر جہاں ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ اس سے پہلے ہماری ہی غفلتوں اور اغیار کی سازشوں نے ہم سے ہمارا قبلۂ اول اور واقعۂ معراج کی یادگار، مسجد اقصیٰ چھنوائی۔ آج صلیبی صہیونی اتحاد ہمارے دوسرے مقدس مقام، سرچشمۂ اسلام، سرزمین حجاز میں اپنے ناپاک پنجے گاڑ چکا ہے۔ اور یقیناً ہمارے پاس اللہ بزرگ وبرتر کے سوا کوئی بچاؤ اور قوت نہیں۔ بلاشبہ ہمارے باقی زخم بھی رِس رہے ہیں لیکن سرزمین مکہ و مدینہ پر لگنے والا یہ گھاؤ سب سے زیادہ تکلیف دہ اور سب سے زیادہ ہیبت ناک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک، اس امت کی پوری تاریخ میں ہم پر کبھی اتنی بڑی مصیبت نہیں ٹوٹی۔ کفار کو کبھی بھی یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اللہ کے گھر کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ آج یہ مقدس زمین امریکی فوجیوں کی چراگاہ اور یہود و نصاریٰ کی خبیث عورتوں کے لیے تفریح گاہ بن چکی ہے۔ یہ ناپاک وجود اُس زمین کو اپنے پیروں تلے روندرہے ہیں جو ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش ہے، جہاں جبرائیل امینؑ آسمان سے وحی لے کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے۔ آخر کب تک مسلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت اور اس کے گھر کے دفاع سے غافل ہو کر بیٹھے رہیں گے؟ دنیا بھر کے اہل ایمان آخر کب اٹھیں گے؟ کب صلیبیوں اور صہیونیوں کی نجاست سے اس مقدس زمین کو پاک کریں گے؟ یہ تو اللہ رب العزت کا حکم ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوٓاْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (سورۃ التوبۃ: ۲۸)

"اے ایمان والو! مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں! پس وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں۔"

کیا مسلمان بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مرض الموت میں ایسا ہی حکم صادر فرمایا تھا کہ

"اخرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَب."

"مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو!"

امریکی افواج کو سرزمین مکہ و مدینہ میں داخل ہوئے دس سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے (یاد رہے شیخ کی یہ تقریر ۲۰۰۰ء کی ہے)۔ اللہ کی قسم! آج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی جزیرۂ عرب کے قید خانوں میں

بند ہیں جب کہ امریکیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزمین میں دندنانے کی عیش اُڑانے کی کھلی چھٹی ہے ؟! کیا لوگوں کے سینوں میں ایمان کی کوئی رمق باقی نہیں بچی ؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے لیے لوگوں کی غیرت ختم ہو گئی ؟''(اے اللہ صرف تیرے لیے)

حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ:

آج صلیبی ممالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت جیسے جرم عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ امت مسلمہ سے متعلق ہر فرد کا دل اس حوالے سے زخمی ہے۔ شیخؒ نے حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے قراردادوں، جلسوں، مظاہروں اور نعروں کے پر فریب جال کی طرف دعوت دینے کی بجائے عملی اقدامات کرنے کی طرف توجہ دلائی اور کفار کو جری انداز میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر تمہاری اظہار رائے کی آزادی کا کوئی اصول نہیں تو پھر ہمارے افعال کی آزادی کے لیے بھی اپنے سینے کھلے رکھو۔ یہ بات عجیب اور اشتعال انگیز ہے کہ تم نرمی اور سلامتی کی بات کرتے ہو حالاں کہ تمہارے فوجی ہمارے ملکوں میں ناتواں لوگوں تک کا مسلسل قتل عام کر رہے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ تم نے یہ خاکے شائع کیے جو کہ جدید صلیبی حملے کا ایک حصہ ہیں اور ''ویٹی کن'' میں بیٹھے پوپ کا اس میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔ یہ تمام چیزیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ تم مسلمانوں سے ان کے دین پر جنگ جاری رکھنا چاہتے ہو اور یہ جاننا چاہتے ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اپنے جان ومال سے زیادہ محبوب ہیں یا نہیں ؟ لہٰذا اب ہمارا جواب اب تم سنو گے نہیں بلکہ دیکھو گے اور ہم برباد ہوں اگر ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت نہ کریں۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔''(یورپ کے عقل مندوں کے نام)

جہاد کو امریکہ اور اُس کے حواریوں کے اثرات سے پاک کرنا:

شیخ کا ایک بڑا کارنامہ موجودہ دور میں جہاد جیسے اہم فریضے کو تمام طواغیت کے اثرات سے پاک کرنا ہے۔ سوویت یونین کے خلاف جہاد کے آخری چند سالوں میں بعض مجاہد تنظیموں کی طرف سے امریکی امداد اور پاکستانی وسعودی نظام ہائے مملکت کے تعاون کو قبول کرنے کے نتیجے میں جہاد جیسے مقدس فریضے پر بھی طعنہ زنی کی جانے لگی۔ کفر کے ذرائع ابلاغ نے پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا کہ سوویت یونین کو امریکی ڈالروں اور سٹنگر میزائلوں کی مدد سے شکست دی گئی۔ وہ مجاہدین جنھوں نے روس کے خلاف جہاد شروع کیا اور بے سروسامانی اور فاقہ مستی کے عالم میں کامل ایک دہائی تک روسی افواج کا مقابلہ کرتے رہے 'اُن کی سعی وجہد کو منظرِ عام سے ہٹا دیا گیا۔ اب جہاد بھی 'امریکی برانڈ' مشہور ہونے لگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جہاد کشمیر کو پاکستانی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی نے یرغمال بنالیا۔

شیخ اور اُن کے ساتھیوں نے جہادِ اسلامی کے پاکیزہ ماتھے سے امریکی بدنما داغ مکمل طور پر دھو ڈالا۔ آپؒ نے دنیا کو بتایا کہ جہاد افغانستان اول میں بھی عرب و عجم کے مجاہدین نے بے پناہ قربانیوں کے بعد محض اللہ تعالیٰ کی مدد، تائید اور نصرت کے سہارے دنیا کی عظیم ترین طاقت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا تھا اور پھر آپ نے بالفعل امریکہ کو دعوت مبارزت دے کر اس پراپیگنڈے کے غبارے سے بھی ہوا نکال دی کہ امریکی ڈالروں کے بغیر جہاد ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں نے تن تنہا، صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے امریکہ کے خلاف جہاد کیا۔ امریکہ اور نیٹو اتحاد کو آپؒ نے اللہ کی مدد ومعیت سے شکست کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ ایک ایسا میدان جس میں ایک طرف امریکہ تھا، اُس کی ٹیکنالوجی تھی، اُس کے صلیبی اتحادی تھے، اُن کی افواجِ قاہرہ تھیں، امریکہ کے غلام، مسلم خطوں کے مرتد حکمرانوں کا ٹولہ تھا، اُن کی خفیہ ایجنسیاں اور ان کی افواج تھیں، لیکن دوسری طرف، غزوۂ احزاب کی یاد تازہ کرتے مجاہدین کا مختصر سا گروہ تھا، مٹھی بھر چنوں اور چند کھجوروں پر کئی کئی دن بِتانے والے فاقہ مست تھے، پرانی بندوقوں اور دیسی بموں سے ''لیس'' مجاہدین فی سبیل اللہ تھے، سخت ترین موسم کی صعوبتیں برداشت کرنے والے مہاجرین تھے، اپنے جسموں کو بموں میں تبدیل کر لینے والی فدائی مجاہدین تھے اور پھر چشم عالم نے دیکھا کہ جنھوں نے سوکھی روٹی قہوہ کے ساتھ کھا کر روس کو دریائے آمو کے پار دھکیل دیا تھا، آج وہی اللہ کے بندے امریکہ اور اُس کے پورے کفری اتحاد کو تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں، شیخؒ نے دنیا کو کھلی آنکھوں سے وہ منظر دکھلا دیا، جس کے بارے میں شاعر نے کہا تھا

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

امیر المجاہدین شیخ نے بدر کی فضا پیدا کی، اُحد کے میدان کا نقشہ دہراتے ہوئے اپنے قریب ترین ساتھیوں کے جسموں کے پرخچے اڑتے دیکھے اور آیت قرآنی کے مصداق جب یہ معاملہ ہوا:

الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ (سورۃ اٰل عمران:۱۷۳)

''وہ لوگ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے میں لشکر جمع کر لیے ہیں۔ تم ان سے خوف کھاؤ۔''

تو اُن کا حال آج بھی یہی تھا

فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ(سورۃ آل عمران: ۱۷۳)

”تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“

احزاب کی طرح جب اُن کی نظر کفار کے اتحادی لشکروں پر پڑی تو قرآنی الفاظ اُن پر صادق آئے:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَاناً وَتَسْلِيماً ○(سورۃ الاحزاب: ۲۲)

”اور ایمان داروں نے جب (کفار کے) لشکروں کو دیکھا (تو بے ساختہ) کہہ اٹھے! کہ انہی کا وعدہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس (چیز) نے ان کے ایمان میں اور شیوۂ فرماں برداری میں اور اضافہ کر دیا۔“

اس کے نتیجے میں وہ فساق وفجار جو جہاد اور فلسفۂ جہاد پر چاند ماری کرتے تھے، منہ میں انگلیاں دبائے، حیران وششدر امریکی اتحاد کی شکست خوردگی کو دیکھ رہے ہیں۔ شیخ نے ثابت کیا کہ سابقہ افغان جہاد میں بھی امریکی مدد وتعاون کے بغیر مجاہدین نے خالص اللہ کی نصرت سے فتح و کامرانی حاصل کی تھی اور موجودہ جہاد میں بھی فقط اللہ ہی کی طاقت، قوت، مدد اور بھروسے پر مجاہدین کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں۔

الولاء والبراء کا مفہوم امت کو سمجھانا:

عقیدہ الولاء البراء کو جس قدر شیخؒ نے اپنی جہادی تحریک کی بدولت عام کیا، اس کی مثال سقوطِ خلافت کے بعد ملنا محال ہے۔ الولاء والبراء کے عقیدے پر مصلحتوں، عیش کوشیوں اور ہوائے نفس کی دبیز تہہ جم چکی تھی۔ اس قدر حساس عقیدہ عمومی طور پر عدم توجہی اور بے اعتنائی کا شکار تھا، آپؒ نے دوستی اور دشمنی کے معیار کے اسلامی فہم کو عام کیا۔ اپنی گفتگوؤں، تقاریر اور پیغامات میں اس اہم ترین عقیدہ کی نزاکتوں اور جزیات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور امت مسلمہ کو اس جانب متوجہ کیا کہ وہ اپنی پسند وناپسند، دوستی و دشمنی، موالات و معادات اور ولایت وبراءت کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

”عقیدہ الولاء البراء اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ یعنی ہم اسی سے دوستی کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہو اور اسی سے دشمنی کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو۔ لیکن منافق اور درہم و دینار کے بندے، ہر حق وباطل میں بادشاہ کی پیروی کرتے ہیں۔ جس سے یہ (بادشاہ) دوستی کرے وہ ان کا دوست اور جو اس کا دشمن وہ ان کا دشمن ہوتا ہے۔ کیا کسی انسان میں، یوں اپنے عقل وضمیر کے خلاف چل کر بھی کوئی انسانیت باقی رہ سکتی ہے؟ کیا ”ایک اچھا شہری“ بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے دین سے ناتا توڑ لیں اور اپنی عقلوں پر پردے ڈال لیں؟“(اے اللہ صرف تیرے لیے)

ایک اور جگہ آپؒ فرماتے ہیں:

”میں اللہ رب العزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص بھی بش اور اس کے منصوبے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو رد کر دیا۔ اور یہ حکم اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے واضح ترین احکامات میں سے ہے۔ اور میں یہ نصیحت کرتا ہوں، جیسا کہ اس سے قبل میں نے اور بہت سے علما نے بھی یہ نصیحت کی ہے اور میرے اس دعوے کا ثبوت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے یہ الفاظ ہیں، جو اُس نے سچے مومنین کو خطاب کر کے فرمائے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (سورۃ المائدۃ:۵۱)

”اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے۔“

علمائے حق نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی کفار سے دوستی کرتا ہے، اُنہیں اپنا محافظ اور سردار بناتا ہے تو وہ کفر اختیار کرتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ دوستی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اُن کی جدوجہد کی حمایت منہ سے کی جائے یا بحث ومباحثہ سے اور تحریروں سے کی جائے۔ پس جس کسی نے بھی مسلمانوں کے خلاف بش اور اُس کی مہم کا راستہ اختیار کیا تو اُس نے کفر کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ اور اُس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اور مندرجہ بالا آیت کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَن تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُواْ عَلَى مَا أَسَرُّواْ فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ○ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُواْ أَهَؤُلاء الَّذِينَ أَقْسَمُواْ بِاللّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُواْ خَاسِرِينَ○ (سورۃ المائدۃ ۵۳،۵۲)

”آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے، بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بے طرح) نادم ہونے لگیں گے اور ایماندار کہیں گے، کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال غارت ہوئے اور یہ ناکام ہو گئے۔“

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ ”بہت سارے صحابہؓ کو معلوم نہ تھا کہ منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی کافر تھا۔ جب مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان بات بڑھتے بڑھتے بگڑ گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں سزا دینے کا فیصلہ کیا تو عبداللہ بن اُبی منافقین کا سردار، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا اور اُس نے یہودیوں کی حمایت کی۔ اس وجہ سے یہ آیات نازل ہوئیں“۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ کوئی مسلمان جب کفار کے ساتھ دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرتا ہے تو وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح وضو کے نواقض ہوتے ہیں اسی طرح ایمان کے بھی نواقض ہیں، جن کا مرتکب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اور کفار سے دوستی اور اہل اسلام کے خلاف ان کی مدد اسلام سے خارج کر دینے والے اعمال میں سے ایک ہے۔

لہٰذا جو لوگ کافروں کو اپنا سردار، دوست اور نجات دہندہ سمجھتے ہیں تو وہ بلاشک وشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر ہیں اور یہ آیت اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ جن لوگوں نے کفار کو اپنا امام بنایا وہ مرتد ہو گئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاء وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ○ (سورۃ المائدۃ: ۵۴)

”اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہو گی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہو گی وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر، سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔“

لہٰذا میں مسلمانوں پر واضح کرتا ہوں کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے نفرت کریں اور اس بارے میں نہایت محتاط رہیں اور جو کوئی بھی محض ایک لفظ سے اُن کی حمایت کا ارتکاب کرے وہ اللہ سے سچی لگن ظاہر کرتے ہوئے توبہ کرے اور اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے ہوئے اپنے ایمان کا از سر نو اقرار کرے۔“ (جدید صلیبی جنگیں)

اسلامی خطوں میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی دعوت:

شیخ اسامہ بن لادنؒ نے اپنی پرسوز دعوت کے ذریعے اس پیغام کو عام کیا کہ اسلامی ممالک میں رہنے والے مسلمان اپنے اپنے ملکوں اور خطوں میں دین کو بطور نظام نافذ کرنے کے لیے جہاد وقتال فی سبیل اللہ کے میدانوں کا رخ کریں۔ مرتدین کے خلاف قتال کی شرعی حیثیت کو مکمل شرح وبسط سے واضح فرمایا۔ مسلمانوں پر مرتد حاکم کے مسلط ہونے جیسی مصیبتِ کبریٰ کی صورت میں عملی راہوں پر نکلنے اور اُس حاکم کا تخت الٹ دینے جیسے احکامات سے آگاہ کیا۔ آپؒ نے اجتماعی طور پر اس فرض کو ادا کرنے پر ابھارا اور ہر فرد کو انفرادی خطاب کر کے بھی اُس کا فرض یاد دلایا۔ آپؒ نے فرمایا:

”اے اللہ کے بندے! اگر تم اللہ کے دین کے خلاف لڑنے والوں کی صف میں کھڑے پائے گئے تو کل کو اپنے رب کو کیا جواب دو گے؟ وہ تو طاغوت کی راہ میں قتال کر رہے ہیں اور تم اپنے ہتھیار اور زبان سے ان کی نصرت کر رہے ہو۔ آخر اس بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہو گا کہ تم اللہ کے دشمنوں کو تو اچھا کہو اور مجاہدین پر الزام تراشی کرو؟ بالکل اسی طرح جیسے وائٹ ہاؤس میں بیٹھا اُس کا فرماں روا اُن پر دہشت گرد اور تخریب کار

ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ جب تم سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا دین کیا ہے تو کیا تم اس وقت جھوٹ بولو گے؟ حالاں کہ اس وقت جھوٹ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر آپ یہ کہیں گے کہ میرا دین اسلام ہے لیکن آپ اس کے جھنڈے کی جگہ اس کے خلاف بر سر پیکار اوبامہ اور زرداری کے جھنڈے تلے کھڑے پائے جائیں تو کیا آپ کا دعویٰ تسلیم کیا جائے گا؟ لوگ تو اپنے جھنڈوں اور ان گروہوں کی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں جن سے ان کی دوستی اور محبت ہو۔ اب آپ خود دیکھ لیجیے کہ آپ کس کے جھنڈے تلے کھڑے ہیں۔ مجاہدین، روس اور اس کی آلۂ کار افغان فوج کے ساتھ بیک وقت لڑتے تھے کیونکہ دونوں کا حکم ایک جیسا تھا۔ پاکستان اور دیگر ممالک کے علما نے ان کے خلاف قتال کے فتوے بھی دیے، چاہے وہ نماز پڑھتے رہیں، روزے رکھتے رہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے رہیں۔ اہلِ بصیرت کے لیے اس میں عبرت کی بہت نشانیاں ہیں۔ آج پاکستانی فوج کا حال بالکل ویسا ہی ہے۔ یہ فوج اور امریکہ ایک ہی صف میں کھڑے اسلام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ ایمان کے سچے دعوے داروں پر فرض ہے کہ وہ ان کے خلاف عَلَمِ قتال بلند کریں۔" (پاکستانی قوم کے نام پیغام: "شریعت یا شہادت")

آپؒ نے مزید فرمایا:

"مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے (گیارہ ستمبر کو) نیویارک پر ہونے والے مبارک حملوں کے بعد جاری کردہ اپنے مشہور فتوے میں لکھا:

'اگر ایک اسلامی ملک کا حاکم بلادِ اسلامیہ پر حملے میں کسی کافر کی مدد کرے تو شریعت کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اسے حکومت سے بزور ہٹائیں اور اسے شرعاً اسلام اور مسلمانوں کا غدار گردانیں۔'

پس اے اسلامیانِ پاکستان! بلاشبہ مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے اپنے کاندھے پر موجود بھاری ذمہ داری کا حق ادا کر دیا تھا۔ آپؒ نے ڈنکے کی چوٹ پر کلمۂ حق کہا اور مخلوق کی ناراضی کی کچھ پروانہ کی اور اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈالتے ہوئے پرویز مشرف کے بارے میں اللہ کا حکم پوری وضاحت سے بیان کر ڈالا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا غدار ہے اور اسے ہٹانا واجب ہے۔ یہی وہ فتویٰ ہے جس نے پرویز اور اس کے امریکی آقاؤں کو غصہ دلایا اور میرے خیال میں مفتی صاحبؒ کا قاتل بھی ان کے سوا کوئی نہیں۔ مفتی نظام الدین شامزئیؒ اپنا فرض ادا کر کے چلے گئے اور بہت سے علمائے سُو کے رویے کے برعکس حق بات کو باطل سے نہیں بدلا۔ لیکن ہمارے حصے کا فرض اب بھی ہم پر باقی ہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں پہلے ہی ہم سے بہت تاخیر ہو چکی ہے کیونکہ یہ فتویٰ صادر ہوئے تو اب چھ سال گزر چکے ہیں (یہ بیان ۲۰۰۷ء کا ہے)۔ پس ہمیں چاہیے کہ اب ہم اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں امید ہے کہ یوں اللہ میری اور آپ کی کوتاہی معاف فرما دیں گے۔" (لال مسجد کی شہادت کے بعد بیان)

شیخ کے چند نمایاں کارناموں کا یہ مختصر بیان ہے، وگرنہ شیخ کا شمار تاریخ انسانی کی اُن باوقار ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ وقف کیا اور پھر چاروں اطراف کی مخالفتوں کے باوجود اپنے لشکر کو فتح و کامرانی کے دروازوں پر چھوڑ کر اپنے رب کے ہاں پہنچ گئے۔ اسلام کا یہ شیر، ربِ رحمن کی جنتوں میں پہنچ چکا ہے۔ اب وہاں اُس کی ضیافت کا انتظام خالق کائنات خود فرمائیں گے۔ اللہ کے اس غریب الوطن، غریب الدیار اور فی سبیل اللہ مہاجر کا ابدی ٹھکانہ کیسا ہو گا؟ ہماری محدود سوچ اور ناقص عقل اُس کا تصور اور احاطہ کرنے سے قطعی قاصر ہے! اور پھر اُس ٹھکانے پر پہنچنے سے بھی پہلے اُس کا استقبال کرنے کو کون کون موجود نہیں ہو گا۔ جسد خاکی سمندر میں بہا دیا گیا تو کیا غم ہے، اُس کی پاکیزہ روح کو وصول کرنے کے لیے کس مرتبے کے فرشتے حاضر ہوئے ہوں گے۔ پھر عرشِ الٰہی کے سائے تلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس سچے محب کے اور دین کے لیے سب کچھ لُٹا دینے والے اسلام کے بیٹے کا استقبال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جلو میں کریں گے، ان شاء اللہ!

میرے اللہ نے چاہا تو عنقریب ہمارے شیخ جنت کے بالاخانوں سے اپنے لشکر کی فتوحات کا نظارہ کریں گے اور اللہ رب العزت اُن کی سعی و جہد کی حتمی کامیابی، مجاہدین اسلام کی فتح یابی اور کفار کی ذلت و شکست کے مناظر دکھا کر اُن کی آنکھیں مزید ٹھنڈی فرمائے گا، ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

اجنبی ___ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجنیئر احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر 'اجنبی ___ کل اور آج'، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللهم ارزقنا شہادة في سبيلك واجعل موتنا في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم يا الله!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

جو کتاب ہم سے کہہ دے وہی فیصلہ ہمارا

جب ان کے سامنے ﴿فَاعْفُوْا﴾ ''معاف کر دو'' ﴿وَاصْفَحُوْا﴾ ''چھوڑ دو'' ﴿كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ﴾ ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو'' جیسے احکام تھے تو ان سے بڑھ کر کوئی حلیم نہ تھا۔ لیکن جب جبریل امین ؑ آسمانوں پر سے ﴿وَاغْلُظْ﴾ ''سخت ہو جاؤ'' ﴿خُذُوْهُمْ﴾ ''انھیں پکڑو'' ﴿وَاحْصُرُوْهُمْ﴾ ''انھیں گھیرو'' ﴿قَاتِلُوْا﴾ ''جنگ کرو'' ﴿اُقْتُلُوْا﴾ ''قتل کرو'' ﴿فَاضْرِبُوْا﴾ ''مارو'' ﴿ضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ ''گردنیں اڑاؤ'' اور ﴿شُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ ''مضبوطی سے باندھو'' ___ جیسی روشن آیات لائے تو ان کی مثل میدانوں کے شیر بھی کسی نے نہ دیکھے تھے۔ متاع الغرور ''دھوکے کے سامان'' کی قیمت کا تعین تو وہ پہلے سے کر چکے تھے لیکن اب ﴿......تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ کا مرحلہ تھا۔ دردناک عذاب سے بچانے والی اس تجارت کی خاطر انھوں نے باغات بیچے، جاگیریں وقف کیں ___ اپنی عالی شان سواریوں کو سجایا اور بچایا نہیں، بلکہ انھیں اللہ کی راہ میں چلاتے اور تھکاتے رہے۔ پھر جونہی موقع ملا بہترین دام طے کرتے ہوئے ان کا سودا کیا، خود اپنی جان کے بھی مول لگائے اور پھر بغیر کسی خیانت و بخل اور تذبذب کے پوری پوری ادائیگی کرتے ہوئے اپنا عوض وصول کرنے ہیرے موتی کے خیموں، سونے چاندی کے محلات، مشک و زعفران کی زمینوں اور دودھ و شہد کی نہروں کی دنیا میں چلے گئے۔ کیا خوب تھا وہ سودا جو انھوں ؓ نے اپنے ربّ سے کیا! بے شک تاریخ کے ہر دور میں ذہین لوگوں نے ایسے ہی نقد سودے کیے ہیں۔ یہ سوداگر دیکھنے میں تو سادہ مزاج نظر آتے ہیں لیکن دراصل یہ ذہانت کی معراج پر ہوتے ہیں۔ تورات و انجیل اور قرآن کی گواہیاں ان کے، اور قیامت تک آنے والے جنت کے ان خریداروں کے میثاقِ تجارت پر ثبت ہیں:

> ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورۃ التوبۃ: ۱۱۱)

> ''بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات و انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکالیا ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

بڑی کامیابی کے اس فی سبیل اللہ سفر میں ہدف ان کے سامنے بہت واضح رہا: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (سورۃ الأنفال: ۳۹) ''اور ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے''۔ فتنے یعنی کفر و شرک کی شوکت و بالا دستی کے خاتمے، مظلوم مسلمانوں کی نجات اور مکمل غلبۂ دین تک قتال ___ اس امر میں انھیں ؓ کوئی ابہام نہ تھا کہ یہ بات لا الٰہ الا اللہ ''اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں'' کے تقاضوں میں شامل تھی۔ چنانچہ اس دعوت کو ردّ کرنے والے اور مزاحمت کرنے والے اپنے انجام کو پہنچے۔ قریشِ مکہ کے متکبرین کو مکّی دور میں دی جانے والی نبوی ﷺ بشارت ''اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِالذَّبْحِ'' (احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ) ''سن رہے ہو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، میں تمہارے پاس (تمہارے) ذبح (کا حکم) لے کر آیا ہوں'' ___ پوری ہوئی۔ فتنہ گر اور بد عہد یہود (بنو قینقاع و بنو نضیر) کو ان کے دیاروں سے جلا وطن کر دیا گیا۔ غدار اور خائن بنو قریظہ پر سات آسمانوں کے اوپر سے ہوا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہا، ان کے چھے سو سے زائد اہلِ قتال (تمام بالغ مرد)، ایک وقت میں تہہِ تیغ کر دیے گئے۔ خیبر کی تباہی: ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ'' (البخاري، کتاب الصلٰوۃ) کا اعلان ہوا اور: ''اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' (البخاري، کتاب الاکراہ) ''جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے'' ___ کہہ کر یہود کے بقایاجات مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال دیے گئے۔

توحید کی دعوت کفر کے اماموں کو بھی دی گئی۔ قیصر سے صاف صاف کہہ دیا گیا: ((اَسْلِمْ تَسْلَمْ)) (البخاري، کتاب بدء الوحي) ''اسلام لے آؤ، بچ جاؤ گے''۔ کسریٰ اور اس کے غلاموں کے لیے واشگاف بد دعا سنادی گئی: ''اَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ'' (البخاري، کتاب العلم) ''وہ بالکل ہی پھاڑ دیے جائیں''۔ پھر لا الٰہ الا اللّٰہ کی یہ صدا کعبے میں بلند کی گئی، یہ ربِّ کعبہ کی حاکمیت

کا عالمگیر اعلان تھا۔ انکار کرنے والوں سے اقتدار چھین لیا گیا۔ منکرینِ حق کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلانِ جہاد بڑا واضح تھا:

"أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَ:لَآ اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ نَفْسَهٗ وَمَالَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ، وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ"(البخاري، کتاب الجہاد)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں پس جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تو اس نے اپنے جان و مال کو مجھ سے بچا لیا، مگر کسی حق کے بدلے۔ اور اس کا حساب اللہ پر رہے گا۔"

مشرکینِ عرب کو اسلام یا تلوار میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑا۔ اہلِ کتاب کے لیے بھی مسلمان ہونے یا پھر اسلام کی رعایا بن کر رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ یوں خیر القرون کا زمانہ اپنے جلو میں ستائیس غزواتِ رسولؐ، اور سینتالیس سرایائے صحابہؓ کے انمٹ نقوش تاریخ کے صفحات پر رقم کرتا ہوا گزرا۔ اب اسلام کی ان برگزیدہ ہستیوں کا دورِ خلافت تھا، کہ زمین کی پشت پر (انبیاءؑ کے بعد) کوئی بشر ان کے جیسا نہیں گزرا۔

تمام ادیانِ باطل پر دینِ حق کے غلبے کی خوش خبری ﴿......لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾___ تو وہؓ اور ان کے ساتھیؓ اس وقت بھی سُن چکے تھے جب انہیں فتحِ مکّہ سے بہت پہلے، بظاہر بے بسی کے عالم میں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ اسی طرح فارس و شام اور یمن کی فتوحات کی بشارتیں بھی انھیں ایک ایسے یومِ عسرت میں مل چکی تھیں جب پورے عرب نے ان کو مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں گھیر رکھا تھا اور وہ بھوک، خوف اور سردی کے عالم میں دارالاسلام کی حفاظت کے لیے خندقی مورچے کھود رہے تھے۔ لیکن اب ان سچے وعدوں کی تکمیل اور کفری اقتدار کے عالمگیر قفل توڑنے کا موسم آ چکا تھا۔ چنانچہ اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے اللہ کے شہسوار میدان میں نکلے۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح نے ہرقل کو ہمیشہ کے لیے شام سے نکال دیا، عمرو بن العاصؓ نے مصر کو اسلام کے لیے زیر کیا، عراق و ایران پر لا الٰہ الا اللہ کا علَم سعد بن ابی وقاصؓ نے لہرا دیا۔

پھر خلافتِ راشدہ کے دورِ زرّیں کے بعد بھی اسلام کی تلوار حرکت میں رہی۔ قتیبہ بن مسلمؒ نے خُراسان و ترکستان کے طول و عرض میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کیا، محمد بن قاسمؒ نے جاہلیت کا یہی قُفل سندھ و ہند میں اپنی تلوار سے توڑ ڈالا۔ یورپ کے دروازے پر لگے یہ بند طارق بن زیادؒ اوران کی سپاہ نے کھولے۔ آئمۂ کفر راستے سے ہٹا دیے گئے، انسانیت کو لا الٰہ الا اللہ قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ جس نے یہ دعوت قبول نہ کی اسے مجبور نہ کیا گیا لیکن اپنے ہاتھ سے جزیہ دے کر اور ذلیل بن کر رہنا اس کا مقدر بن گیا، کیونکہ "کتاب" کا فیصلہ یہی تھا!

یوں جہاں ایمان کی تلواریں کفری اقتدار کے پھاٹک توڑتی گئیں وہیں ساتھ ساتھ قرآن کا نور دلوں کو فتح کرتا چلا گیا۔ اس قرآن کو سمجھنے میں نئے ایمان والوں کو کچھ بھی دشواری پیش نہ آئی کیونکہ اس کی چلتی پھرتی تفسیریں تو وہ صبح و شام اپنے ارد گرد دیکھتے تھے۔ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی جیتی جاگتی شرحیں بھی ان کے درمیان زندہ کرداروں کی شکل میں موجود تھیں۔ اب اسلام نہ صرف یہ کہ انجان اور نامانوس نہ تھا بلکہ صورت اس کے بالعکس تھی۔ اس کے دامنِ رحمت میں لاکھوں میل کی سلطنت تھی، عرب و عجم کے خزانے تھے، خیر و برکت کی وہ کانیں تھیں جنہوں نے تفقہ فی الدین کے چشمۂ نُور سے منور ہو کر اصلاح کی کرنیں پورے عالم میں بکھیر دیں۔ دنیا شریعت کے سایۂ رحمت میں آ گئی اور پھر تاریخ و جغرافیہ کے طول و عرض نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کثرت دیکھی جو قیامت کے دن بھی دیگر انبیاءؑ کے مقابلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان قرار پائے گی۔

ہے عدل کا تقاضا کفار سے عداوت

اس سارے سفر میں عدل (ہر چیز کو اپنے صحیح مقام پر رکھنا) انؓ کے ہر عمل کی اساس تھا۔ گھر کی چوکھٹ ہو یا دنیا کا آنگن، محبت و نفرت انھی پیمانوں پر استوار تھی:

"مَنْ اَعْطٰى لِلّٰهِ تَعَالٰى،وَمَنَعَ لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَاَحَبَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَاَنْكَحَ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهٗ"(احمد، مسند مکّیین)

"جس نے دیا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور روکا تو اللہ تعالیٰ کے لیے، محبت کی تو اللہ تعالیٰ کے لیے، اور بغض رکھا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ کے لیے تو یقیناً اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔"

چنانچہ اس ایمان کا اثر تھا کہ وہ تمام انسانوں کو قطعاً "ایک برادری" نہیں سمجھتے تھے، نہ ہی سب انسان ان کے نزدیک "برابر" تھے۔ عباد اللہ (اللہ کے بندوں) اور عباد الطاغوت (سرکشوں کے غلاموں) کی تقسیم ان کے ہاں بڑی واضح تھی اور ان میں سے ہر ایک کو وہ (شرعی حیثیت اور حق کے مطابق) اپنے مقام پر رکھتے تھے۔ اِدھر والوں کے حق میں وہ﴿اَذِلَّةٍ﴾"نرم دل "اور ﴿رُحَمَآءُ﴾"مہربان" تھے اور ان کی خاطر حقیقتاً اپنے جان و مال تک سے گزر جاتے تھے۔ جب کہ اُدھر والوں کے مقابلے میں﴿ اَعِزَّةٍ ﴾"سخت "اور ﴿ اَشِدَّآءُ ﴾"تیز" تھے۔ اِن سے تعلق ﴿وَلِيٌّ﴾"دوست (مددگار، محبت کرنے والے)" کا تھا، جب کہ اُن سے یہ ﴿بَرِيْٓءٌ﴾"بیزار (دستبردار و کنارہ کش)" تھے۔ ناحق ایک انسان کی جان لینا اُن کے نزدیک پوری انسانیت کے قتل جیسا تھا لیکن ناحق ایک انسان کو چھوڑ دینا___ اسے بھی وہ اپنے ایمان کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ اہلِ کفر و شرک سے تعلق کی بابت ان کا اساسی اعلان وہی تھا جو اُن کے اور ہمارے امام ابراہیمؑ کا تھا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ (سورۃ الممتحنۃ: ۴)

”(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیمؑ میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی جب تک کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ۔“

یہ ہے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا اُسوہ۔ ﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۳۰) ”اور ملّتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو“۔

خزاں کی گرد نے دھندلا دیے چہرے اپنے

خیر القرون کا زمانہ گزرا اور پھر ایک ایک کر کے چودہ صدیاں گزر گئیں۔ شیطان کے ساتھیوں اور رحمٰن کے بندوں کے درمیان کشمکش بھی، سرفروشی کے فسانے کو آگے بڑھاتی رہی۔ ایمان بالغیب اور اس کے تقاضوں کی دعوت کو مٹانے اور دھندلانے کیے لیے، اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح نت نئے فتنے بھی نازل ہوتے رہے یہاں تک کہ قربِ قیامت کی نشانیاں لیے تاریخ کا وہ دور بھی آ گیا، آج جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ جب یہود و نصاریٰ اور ان کے متعفن معاشروں کی سڑاند سے جنم لینے والی مغربی تہذیب اپنی ساری آرائش و آلائش، ثقافت و کثافت اور فکر و کفر کے ساتھ دنیا پر راج کرنے لگی اور تہذیب کے امام وہ قرار پائے جو اپنی شناختی دستاویزات میں، ولدیت کے خانے میں ___ صرف اپنی ماں کا نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں! وہ انسان جو دنیا میں اللہ کی بندگی اور وحی کی تعلیمات کی پیروی اور اقامت کے لیے آیا تھا، وہ بھی اس تہذیب کے اثرات سے اپنا دامن نہ بچا سکا (الا ما رحم ربّی) اور رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ پیشین گوئیاں کھلی آنکھوں سے دیکھی جانے لگیں:

”لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا، وَ ذِرَاعًا ذِرَاعًا، حَتّٰى لَوْدَخَلُوا جُحْرَضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ“ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ ”فَمَنْ؟“ (البخاری، کتاب الاعتصام)

”یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقوں کی بالشت بہ بالشت اور گز بہ گز پیروی کرو گے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کرو گے“۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ کی (پیروی)؟ آپؐ نے فرمایا ”تو اور کس کی؟“

یہود و نصاریٰ کے اتباع، ان سے مرعوبیت، معذرت خواہانہ رویوں، اور اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کے خوف نے دنیا میں ہماری امتیازی شناخت کو دُھندلا کر رکھ دیا۔ وضع قطع ان شکلوں کی اختیار کی جانے لگی، جہنم میں پھینکے جانا جن کا مقدر ہے۔ لباس اور زبان میں نقالی اُن کی ہونے لگی جو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اوّلین دشمن، اور آپؐ کے پیروکاروں کو کھلم کھلا بدتہذیب قرار دیتے ہیں۔ چھری کانٹا پکڑنے تک کے آداب ان سے لیے گئے، شراب و سؤر جن کی گھٹی میں پڑے ہیں۔ آلودگی سے بچاؤ کا درس وہ دینے لگے جو طہارت و پاکیزگی کے ابتدائی آداب تک سے واقف نہیں۔ نصابِ تعلیم تو کیا مقصدِ تعلیم بھی ان کا اپنا لیا گیا جو اپنا شجرۂ نسب بندر سے جوڑنے والے ہیں۔ آسمانوں سے ہدایت لے کر اترنے والی زبان عربیٔ مبین اپنوں میں بیگانی ہو گئی، مقابلے میں غیروں کی زبانیں سیکھی نہیں بلکہ ”اختیار“ کر لی گئیں۔ جنہیں سلام میں پہل کرنے کی ممانعت اور تنگ راستوں کی طرف مجبور کر دینے کا حکم تھا ان کی تعظیم و تکریم ہونے لگی، بلا تفریقِ مذہب و ملت سب کو بھائی بھائی قرار دیا گیا۔ مغرب نے اپنے ظلمت کدوں کو جن مصنوعی روشنیوں سے چمک بخشی اور جن فنون کے بل پر بخشی، انھی کا سیکھنا سکھانا زندگیوں کا ہدف بن گیا۔ ایک طبقے نے مسلم علماء کے بجائے علمائے یہود و نصاریٰ سے علومِ اسلامیہ کے حصول کو فخر جانا۔ سہانے مستقبل کے خواب لیے، دارالکفر کے اُن باسیوں میں جا بسنا ___ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا اور جو گمراہ ہو چکے تھے ___ معیارِ زندگی کی علامت بن گیا۔ پھر انھی ملکوں کے نظام اور قانون کی تعریفیں ہونے لگیں اور یہ تعریفیں کرتے وقت سوچا بھی نہ گیا کہ یہ مدح سرائی نواقضِ اسلام میں سے ہے۔ (کیا ایک چمکتے دمکتے بیت الخلاء کو، جو سونے چاندی کی ملمع کاری کے باوجود بھی جائے غلاظت ہی رہتا ہے دارِ قرار، عافیت کدہ یا ایک مثالی جگہ قرار دیا جا سکتا ہے؟) پرانے آقا دوسری جنگِ عظیم کے بعد جو ”آزادیاں“، اطوار و اخلاق اور طرزِ حکمرانی دے کر گئے، وفاداروں نے اس کو مزید مضبوط کیا۔ نظام ہائے مملکت کو اقوام متحدہ کی صورت میں قائم بین الاقوامی جمہوری جبر کے زیر نگیں کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں قانون سازی کے لیے ایوان سجے، کفری قوانین اور فیصلوں کی تنفیذ کے لیے عدالتیں بنیں، سود اور سٹے پر مبنی معاشی ڈھانچوں کے ذریعے امت کے وسائل کو عالمی طاغوتی اداروں کے ہاں رہن رکھوا دیا گیا، خارجی و داخلی معاملات میں اہلِ اسلام کو ایسے معاہدات کا پابند ٹھہرایا گیا جن کے بارے میں اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری تھی۔ بیتِ عتیق کے ربّ کو چھوڑ کر بیتِ ابیض میں بیٹھے ہوئے فرعونوں کی بندگی اختیار کرنے والوں نے ایسے وطیرے اختیار کیے کہ پوری امت اپنے بدترین دشمن کے ہاتھوں یرغمال بن گئی، حقیقتاً آج رومیوں کا سردار ہی پوری اسلامی دنیا کا حاکم ہے۔

اس تشبہ اور غلامی کے ہمارے اندازِ فکر پر جو اثرات پڑنے تھے وہ کس سے پوشیدہ ہیں؟ احکامِ شریعت کی بے وزنی، ایمانی نقطۂ نظر کے بجائے اشیاء و حوادث کی ظاہر بین نگاہوں سے جانچ پرکھ اور مغربی تہذیبی اقدار کو "اسلامیانے" کی کوششیں ___ اسی مرعوبیت کے کرشمات ہیں۔ مسلم دنیا میں اس مہم کے سرخیل، متجدّدین اور رائے پرستوں کے مختلف طبقات ہیں۔ حالات کا تجزیہ ہو یا مسائل کی تشخیص اور ان کا حل، ان کے نزدیک نصوصِ قرآن و سنّت اور ان کی مستند تشریحات سے زیادہ اہم عقل، منطق اور "تمام انسانیت" کی تسلی پر مبنی توجیہات ہوتی ہیں۔ یہ طبقہ اوّل تو اسلامی فقہ کے اس تمام ذخیرے ہی کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رکھنا چاہتا ہے جو مسلمانوں کو اہلِ سنت والجماعت کے منہج سے جوڑے۔ یا پھر اسلام کی ایسی تشریح و تعبیر اس کی جدوجہد کا مرکز ہوتی ہے جو دنیائے کفر کو مطمئن رکھے، اُن کی اقدار کی نفی کے بجائے اسی میں سے اپنے لیے گنجائشیں نکالے۔ شرعی اصطلاحات کی ایسی توضیح جس سے عالمی جاہلی نظام پر زد نہ پڑے اور خود اس عالمی نظام کی اصطلاحات اور اقدار کی ایسی تعبیر جس سے انھیں اسلامی جواز فراہم کیا سکے، اور باور کرایا جائے کہ "یہی کچھ تو اسلام (چاہتا) ہے" ___ یہ کام ان کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

خود مغربی مفکرین اس بات کو بکثرت دہرا چکے ہیں کہ ___ مسلمانوں پر محنت سے زیادہ اہم یہ ہے کہ "اسلام پر محنت کی جائے"۔ لہٰذا چودہ سو سال پر پھیلے ہوئے عظیم الشّان علمی ذخیرے سے کاٹ کر ایک ایسے اسلام کا تعارف جو شرعی پابندیوں سے آزاد اور بے خار و بے ضرر (غیر ذات الشوکۃ) ہو، رائے پرستوں کے ان طبقات کے ذریعے پورے عالمِ اسلام میں پھیلایا جا رہا ہے۔ تحقیقاتی اداروں اور نشریاتی چینلوں کے ذریعے اسلام کی یہ نئی تشریح پورے زور و شور سے جاری ہے۔ نصابی کتب کا ایک ایک مضمون خود بول رہا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ذہنیت کارفرما ہے۔ سب سے اہم ہدف جو انھیں دیا گیا ہے وہ 'ولاء و براء' میں تحریف کا ہے حالانکہ "ولاء" (یعنی محبت و نصرتِ مومنین) اور "براء" (یعنی بغض و عداوتِ کافرین) ___ کا عقیدہ اہم ترین اسلامی عقائد میں سے ہے۔ حتیٰ کہ بعض اہلِ علم کے نزدیک توحید کے بعد، قرآنِ مجید میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہی عقیدہ ہے۔ مگر یہ متجدّدین مسلمانوں کے ذہنوں سے اس عقیدے کو کھرچ دینا چاہتے ہیں اور اس کے بجائے کفار سے موالات اور مومنین و مجاہدینِ صادقین سے براءت ___ کی فضا عام کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو اس فکری ارتداد سے بچائے۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

مسلم معاشروں کی مغربی تہذیب سے اثر پذیری کا ایک اور افسوس ناک پہلو موضوعِ دعوت کی تبدیلی کی صورت میں سامنے آیا۔ پختہ نالیاں، مضبوط کھمبے، کشادہ سڑکیں، آبی وسائل، رسائل کے ذرائع اور ان جیسی تمدنی سہولیات کی فراہمی انسانیت کی عظیم خدمت قرار پائی۔ اس کام کو بڑی عبادت کا درجہ مل گیا اور امت کے بہترین دعوتی، مالی و انسانی وسائل اس عمل کے لیے جھونک دیے گئے۔ اس غلو کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جنہیں امت کی اصلاح کرنا تھی، نیکیوں کا حکم دینا تھا، برائیوں سے روکنا تھا، تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفوس، تعلیمِ کتاب و سنت کی روشنی کو عام کر کے لوگوں کو جنت کے دروازوں کی طرف بلانا تھا، جہاد کا علم اُٹھانا تھا ___ ان کی صلاحیتوں اور مصروفیات کا بیشتر حصہ ایسی ہی کامیابیوں کے حصول میں کھپ گیا۔ "فرائض کی ادائیگی" کی دعوت کی جگہ "حقوق کی فراہمی" کے وعدوں نے لے لی۔ دل اگر اس پر خون کے آنسو روئیں تو انھیں حق ہے کہ انھی کی زندگی کا تو سامان تھا جو جاتا رہا۔

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

تفاخر اور انبیاء و اولیاء

"تفاخر اس کا نام ہے کہ اپنی بڑائی ہو اور دوسرے کی برائی۔ اپنی تعظیم اور دوسرے کی تذلیل۔ اظہارِ حقیقت کا نام تفاخر نہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء اور اولیاء میں یہ فرق ہے کہ اولیاء پر اپنے کسی کمال کا اظہار بھی واجب اور لازم نہیں حتیٰ کہ ولی پر اپنی ولایت کا اعلان بھی ضروری نہیں الّا یہ کہ کسی وقت کوئی دینی مصلحت اس اعلان کے لیے داعی ہو۔ بخلاف نبی کے اس پر من جانب اللہ یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نبوت و رسالت کی طرح اپنے خداداد کمالات کا بھی اعلان کرے تاکہ امت اس کے مرتبہ سے واقف ہو اور ان کے کمالات سے مستفید ہو اور اس کی ذات ستودہ صفات میں کسی کو کسی قسم کا کوئی شک و تردد نہ ہو جو خدانخواستہ کسی بدنصیب کے لیے تخریبِ ایمان کا باعث بنے اور تاکہ جس طرح سے اس کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح اس کے مصطفیٰ اور مجتبیٰ اور ہر حیثیت سے پسندیدہ اور برگزیدہ ہونے پر بھی ایمان لائیں اور اسی وجہ سے حدیث میں ہے: انا سید ولد ادم ولا فخر 'میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا بلکہ بطور تبلیغ کہتا ہوں کہ اللہ کا حکم ہے: "اے رسول! تم اس چیز کو لوگوں تک ضرور پہنچا دو جو اللہ کی طرف سے تم پر اتاری گئی ہے اور اگر بالفرض تم ایسا نہ کرو تو تم سمجھ لو کہ تم نے خدا کا پیام نہیں پہنچایا" (سورۃ المائدۃ: ٦٧)۔ مقصد یہ ہے کہ میں اس حکم کی تعمیل کے لیے نبوت و رسالت کی طرح اپنی سیادت کا اعلان کرتا ہوں حاشا مباہات اور تفاخر مقصود نہیں۔"

(سیرت المصطفیٰ ﷺ از مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

کفار کے ساتھ تعلقات کی شرعی حیثیت

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

امامِ عزیمت، امیر المجاہدین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بیسویں صدی کے آغاز میں جہاد و اقامتِ دین و اقامتِ خلافۃ علی منہاج النبوۃ کی عالمی تحریک المعروف 'تحریکِ ریشمی رومال' کو منظم کیا اور دس برس تک خونِ جگر سے اس کی آبیاری فرمائی لیکن دنیاوی طور پر وہ تحریک بظاہر کامیاب نہ ہو سکی اور نتیجتاً حضرت شیخ الہند اُس وقت کے 'گوانتانامو' مالٹا کے جزیرے میں انگریز کی قید میں چار سال تک رہے۔ اسی عالمِ باعمل نے 'الولاء والبراء' کے اہم موضوع پر جو کچھ کہا اور لکھا اُس میں سے ایک قیمتی موتی پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

نہایت ضروری ہے کہ ایک مسلمِ صادق تمام گردو پیش کے خیالات سے علیحدہ ہو کر اپنے ایمان کی قدر و قیمت اور شعائرِ الٰہیہ کی عظمت اور مقاماتِ مقدسہ کے تقدس و احترام کو اچھی طرح دل نشین کرے۔ اور دروسِ ماضیہ کے ساتھ واقعاتِ حاضرہ پر ایک گہری نظر ڈالے تو اسے معلوم ہو گا کہ آج مسلمانوں کی سب سے بڑی متاعِ گراں مایہ (جس کا تحفظ ہر ایمان رکھنے والے کا اولین فرض ہے) کس طرح لوٹی جا رہی ہے اور کن کن بدعہدوں اور شرمناک عیاروں اور روباہ بازیوں سے جزیرۃ العرب کے متعلق پیغمبرِ اسلام ﷺ (فداہ ابی و امی) کی سب سے اہم وصیت کا مقابلہ کیا جا رہا ہے[1]۔

اعداء اللہ نے اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ عراق، فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا پھر کفار کی حریصانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے۔ پیرہنِ خلافت کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ خلیفۃ المسلمین جس کی ہستی سے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی ہستیوں کا شیرازہ بندھتا تھا اور جو بحیثیت ظِلُّ اللہ فِی الْاَرض ہونے کے آسمانی قانون کا رائج کرنے والا اور مسلمانوں کے حقوق و مصالح کا محافظ اور شعائر اللہ کی صیانت کا ضامن اور کلمۃ اللہ کی رفعت و سربلندی کا کفیل تھا وہ بھی بے شمار دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہو چکا۔

صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الأیام صرن لیالیا

رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا (خاکم بدہن) سرنگوں ہوا جا رہا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ، سعد بن ابی وقاص، خالد بن ولید اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی روحیں اپنی خواب گاہوں میں بے چین ہیں۔ یہ سب کیوں ہے؟ اس لیے کہ مسلمانوں میں سے غیرت و حمیت مفقود ہو رہی ہے۔ جو جرأت اور دینی حرارت ان کی میراث تھی وہ انہوں نے غفلت اور تعیش کے نشے میں دوسروں کے حوالے کر دی ہے۔

یہی نہیں کہ اس مصیبت کے وقت ایک مسلمان نے مسلمان کی مدد نہیں کی، بلکہ قیامت تو یہ ہے کہ کفار کی موالات و اعانت اور وفاداری کے شوق میں ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی گردن کاٹی۔ بھائی نے بھائی کا خون پیا اور دشمنوں کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے اپنے ہاتھ اپنے ہی خون میں رنگے۔

اے فرزندانِ اسلام اور اے محبانِ ملت!

آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہے کہ جس برقِ مسلم سوز نے ان بلادِ اسلامیہ کے خرمنِ آزادی کو جلایا اور خلافتِ اسلامیہ کے قصر کو آگ لگائی۔ اس کا اصلی ہیولا عربوں اور ہندوستانیوں کے خونِ گرم سے تیار ہوا تھا اور جس دولت سے نصاریٰ ان ممالکِ مقدسہ میں کامیاب ہوئے اس کا بہت بڑا حصہ بھی تمہارے دست و بازو سے کمایا ہوا تھا۔

پس کیا اب بھی کوئی ایسا پلید اور غبی مسلمان پایا جاتا ہے جس کو نصاریٰ کے موالات و مناصرت کے نتائجِ قطعیہ معلوم نہ ہوئے ہوں اور ایسی تشویش ناک حالت میں جبکہ ڈوبتا ہوا آدمی ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے وہ اس فکر میں ہو کہ کوئی صورتِ موالات کے جواز نکالے۔

اے میرے عزیزو!

یہ وقت استحباب اور فرضیت کی بحث کا نہیں بلکہ غیرتِ اسلامی اور حمیتِ دینی سے کام لینے کا ہے۔ کہیں علمائے زمانہ کا چھوٹا بڑا اختلاف تمہاری ہمتوں کو پست اور تمہارے ولولوں کو پژمردہ

---

[1] اللہ اکبر! قارئینِ کرام! غور فرمائیے کہ حضرت شیخ الہند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جزیرۃ العرب سے متعلق اہم وصیت یعنی "أخرجوا المشرکین من جزیرة العرب"...... مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو...... کا اس وقت کے حکمرانوں کا مقابلہ کرنے کا بیان ۱۹۲۰ء میں کر رہے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ شیخ الہند ہمیں جسے فریضے کی جانب آج سے ایک سو تین برس قبل متوجہ کروا رہے تھے اس فریضے کی فرضیت آج کتنی زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے، خاص کر کہ جب جزیرۃ العرب ہی کیا، مکہ و مدینہ، عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں کے گھیرے میں ہیں اور فحاشی و عریانی کا ننگا ناچ حرمین شریفین کے گرد برپا ہے!!! (ادارہ)

نہ کر دے۔ میں تم سے محض اس قدر درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کے بازوؤں کو قوی مت بناؤ اور حق تعالیٰ شانہٗ کے ان ارشادات پر نہایت مستعدی اور جوانمردی اور اخلاصِ نیت سے عمل کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ المائدہ:۵۱)

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست اور مدد گار مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست اور مدد گار بنائے، وہ بھی ان میں سے ہے۔“

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ (سورۃ آل عمران:۲۸)

”مسلمانوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ مومنین کے سوا کافروں کو اپنا دوست یا مدد گار بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔“

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝
(سورۃ النساء:۱۳۸-۱۳۹)

”ان منافقین کو دردناک عذاب کو خوشخبری سنا دو جو مومنین کے سوا کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام تر عزت اللہ کے لیے ہے۔“

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۃ النساء:۱۴۴)

”اے ایمان والو! مومنین کے سوا کافروں کو اپنا یار و مدد گار مت بناؤ۔ کیا تم لینا چاہتے ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح؟“

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ المائدہ:۵۷)

”اے ایمان والو! تم ان اہل کتاب اور کافروں کو اپنا یار و مدد گار مت بناؤ جنہوں نے بنالیا ہے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو۔“

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ:۸۰-۸۱)

”ان میں بہت سے تم ایسے دیکھو گے جو رفیق بنتے ہیں کافروں کے۔ بے شک برا ہے جو آگے بھیجا ہے انہوں نے خود اپنے لیے کہ اللہ کا غضب ہے ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں ہیں۔ اور اگر یقین رکھتے وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف اتارا گیا تو کافروں کو رفیق نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے نافرمان ہیں۔“

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ المجادلہ:۲۲)

”نہیں پاؤ گے تم کسی قوم کو جو یقین رکھتی ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کرے ان سے جنہوں نے مقابلہ کیا اللہ کا اور اس کے رسول کا اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا اور اپنی روح سے ان کی مدد فرمائی اور ان کو داخل کرے گا باغ بہشت میں جس کے نیچے بہتی ہیں نہریں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہ جماعت ہے اللہ کی، یاد رکھو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔“

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (سورۃ الممتحنہ:۱)

”اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو رفیق مت بناؤ۔ پیغام بھیجتے ہو تم ان کی طرف دوستی کا حالانکہ وہ منکر ہوتے ہیں اس سچائی سے جو تمہارے پاس پہنچی ہے۔“

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں، جن کا استیعاب مقصود نہیں۔ مگر اس قدر واضح رہے کہ اولیاء کا ترجمہ جو ہم نے دوست اور مددگار سے کیا ہے اس کا ماخذ امام ابن جریر طبریؒ اور حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اور امام فخر الدین رازیؒ وغیرھم اکابر مفسرین کی تصریحات ہیں۔ ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ ترکِ موالات کے تحت میں جیسا کہ ان کی مدد کرنا داخل ہے اسی طرح ان سے امداد لینا بھی ہے۔ لہٰذا مدارس میں جو امداد گورنمنٹ سے لی جاتی ہے اور جو وظائف طلبہ وغیرھم کو ملتے ہیں وہ سب قابلِ ترک ہیں۔ اور اس ترکِ موالات میں طلبہ اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں ہیں بلکہ ان کا حق ہے کہ وہ ادب اور تہذیب کے ساتھ اپنے والدین کو بھی ترکِ موالات پر مستعد بنائیں۔ اس وقت یہ خلجان بعض طلبہ کو پیش آرہا ہے جو کہ عہدِ نبوت میں بھی بعض مومنین کو پیش آیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ مبارک میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کفار سے بالکل علیحدگی اور قطع تعلق کس طرح ہو سکتا ہے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اپنے ماں باپ اور اپنے بھائیوں اور اپنے خویش و اقارب سب سے چھوٹ جائیں گے، ہماری تجارتیں تباہ ہو جائیں گی، ہمارے اموال ضائع ہو جائیں گے اور ہماری بستیاں اجڑ جائیں گی۔ اس کا جواب حق تعالیٰ نے یہ عنایت فرمایا:

> قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ○(سورۃ التوبہ: ۲۴)

> ”کہہ دو کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جو تم کو پسند ہیں، اگر یہ سب تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو منتظر رہو تاکہ لے آئے اللہ اپنے حکم کو اور اللہ دستگیری نہیں کرتا اس قوم کی جو نافرمان ہو۔“

کبھی دل میں یہ وسوسہ گزرتا ہے کہ خدانخواستہ اگر یہ تحریکات جو ملک میں پھیل رہی ہیں، ناکام ہوئیں اور گورنمنٹ اپنی ضد پر اڑی رہی تو ہم کو سخت ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے، اس طرح کے خیالات اُس زمانے میں بھی پیش کیے گئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ:

> يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ

یعنی منافقین کہتے ہیں کہ ہمارے یہود کے ساتھ دوستانہ تعلقات اس لیے ہیں کہ زمانے کی گردش سے کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے ارادے ناکام ہوں اور یہود غالب آجائیں تو اس وقت ہمارے لیے بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

اس کے جواب میں حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

> فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ○(سورۃ المائدہ: ۵۲)

> ”تو قریب ہے کہ لے آئے اللہ فتح یا کوئی اور بات اپنے پاس سے، پھر منافقین ان خیالات پر نادم ہو کر رہ جائیں جو ان کے دلوں میں مکنون ہیں۔“

پس اے عزیز بھائیو!

تم اللہ پر بھروسہ کر کے اور اس کی رسی کو مضبوط تھام کر اپنے عزم پر قائم رہو اور موالاتِ نصاریٰ کو ترک کرو اور اپنی استطاعت کے موافق جو خدمت گزاری اسلام اور اہلِ اسلام کی کر سکتے ہو، (کر گزرو) کہ اب وقت درگزر کا نہیں۔

اب میری التجا ہے کہ آپ سب حضرات بارگاہِ رب العزت میں نہایت صدقِ دل سے دعا کریں کہ وہ ہماری قوم کو رسوا نہ کرے اور ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنائے اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين.

آپ کا خیر اندیش

بندہ محمود عفی عنہٗ

۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ بمطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء

(مدرسۃ العلوم کے طلبہ کے استفسار کے جواب میں، صفر ۱۳۳۹ھ)

☆☆☆☆☆

لال قلعے سے لال قلعے تک

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط

تحکیم شریعت یا تدجین شریعت

انسانی زندگی میں قانون کا عمل دخل

کوئی بھی انسان اپنی انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں اصولوں اور ضابطوں کے بغیر نہیں جی سکتا۔ یہ اصول اور ضابطے چاہے ان کہے ہوں یا لکھے ہوں۔ اجتماعی حیثیت میں جب انسان چند اصولوں پر متفق ہو جاتے ہیں تو انہیں قانون کا درجہ مل جاتا ہے۔ ان قوانین کا مصدر یعنی کہ قانون ساز یا تو انسان ہوتا ہے چاہے وہ ایک حکمران کی شکل میں ہو یا پارلیمان کی شکل میں ہو۔ اور چاہے وہ خواہشات نفس کے تحت اصول وضع کرے جیسے مطلق العنان استبدادی بادشاہ کرتے تھے یا کسی انسانی نظریے کے تحت اصول وضع کرے جیسے اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظریات۔ اور چاہے یہ اصول باپ دادا سے ملنے والے چند قبائلی اور قومی رسم و رواج کے مطابق ہوں۔ بہر حال یہ سب انسان کی پیداوار ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلے میں قانون کا مصدر خود انسان نہیں بلکہ انسان کا خالق اور رب بھی ہو سکتا ہے۔ جب ان قوانین کا مصدر ربِ انسان ہو تب ہم اس آئین کو 'شریعت' کہتے ہیں اور اس کے تحت قوانین کو 'احکام' کہتے ہیں۔ جیسا آئین ہوتا ہے ویسے قوانین بنتے ہیں۔ سیکولر 'لادین' آئین کے تحت قوانین 'دینی' نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ قوانین 'غیر شرعی' ہوں اور ہم آئین کو 'شریعت' کے مطابق قرار دیں۔

یہ سوال کہ کس کا حق ہے کہ وہ انسانوں کے لیے انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں زندگی گزارنے کے لیے اصول اور ضابطے وضع کرے؟ خود 'الناس' کا یا 'رب الناس'، 'ملک الناس' اور 'الہ الناس' کا؟ اس کا دار و مدار خاص انسان کے 'ایمان' پر ہے۔ یہ کوئی سطحی اور فرعی معاملہ نہیں بلکہ کلیدی اور جوہری ہے۔ قانون سازی کا براہ راست تعلق انسان کے ایمان سے ہے۔ اور مسلمانوں کا ایمان ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ اپنے رب کو ہی اپنا قانون ساز مانیں۔

یہ سوال کہ کس کا حق ہے کہ وہ انسانوں کے لیے انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں زندگی گزارنے کے لیے اصول اور ضابطے وضع کرے؟ خود 'الناس' کا یا 'رب الناس'، 'ملک الناس' اور 'الہ الناس' کا؟ اس کا دار و مدار خاص انسان کے 'ایمان' پر ہے۔ یہ کوئی سطحی اور فرعی معاملہ نہیں بلکہ کلیدی اور جوہری ہے۔ قانون سازی کا براہ راست تعلق انسان کے ایمان سے ہے۔ اور مسلمانوں کا ایمان ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ اپنے رب کو ہی اپنا قانون ساز مانیں۔ یہ بات چودہ صدیوں تک ایک عام مسلمان کے لیے غیر متنازع حقیقت تھی۔ لیکن افسوس کہ جب مسلمان مغلوب ہوئے تو کفار نے اپنے قوانین نافذ کیے۔ اور صدیوں تک ان قوانین کے تحت جینے کے سبب مسلمانوں کا ایمان اتنا کمزور ہو گیا کہ وہ قانون سازی میں اپنے جیسے انسانوں کو حقدار سمجھنے لگے! اور ایسا کرنے کے باوجود یہ سمجھنے لگے کہ ان کے ایمان اور اسلام میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟

جس شریعت کا دار و مدار توحید رب باری ذو الجلال ہو، اس شریعت میں ذات کبریائی کو ماننے والے اور نہ ماننے والے کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ حق و باطل کیسے ایک ہو سکتا ہے؟ اللہ نے کائنات کی تخلیق ہی اس لیے کی کہ انسان کو آزمائے کہ کون حق کو قبول کرتا ہے...... تسلیم کرتا ہے...... اسے نافذ کرتا ہے...... اور کون اس کا انکار کرتا ہے۔ چنانچہ لوگ ایک 'حزب اللہ' میں سے ہوں گے اور یا 'حزب الشیطان' میں سے۔ اور ان دونوں کے درمیان شریعت الٰہی میں واضح تمیز ہے۔ ان دونوں کے درمیان تناؤ، تنازع اور جنگ کا بھی ذکر ہے۔ اور جب شریعت غالب آ جائے تو ذات الٰہی کی کبریائی کے منکروں کے ساتھ برتاؤ کا بھی ذکر ہے۔ حق کی فتح یابی کے بعد بھی جس باطل زدہ کا ضمیر اتنا مردہ ہو کہ وہ حق نہ قبول کرے تو اسے شریعت میں جینے کا حق تو دیا گیا ہے لیکن شریعت کے تحت مغلوب و تابع کے طور پہ۔ یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ کیونکہ باطل بھی جب کبھی غالب ہوا ہے تو اس نے حق اور اہل حق کو دبانے کے لیے انتہائی ظالمانہ برتاؤ کیا ہے۔ شریعت کے تحت اہل باطل کیسے جئیں اس کے اصول اٹل بھی ہیں اور مبنی بر عدل بھی۔ جبکہ باطل کے قانون کے تحت اہل حق کے لیے اصول نہ اٹل ہیں اور نہ مبنی بر عدل۔ انسانی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

لیکن تعجب اہل باطل پر نہیں تعجب تو ان اہل حق پر ہے جو حق کے معاملے میں مداہنت قبول کرتے ہوئے باطل کے تحت رہنا قبول کر لیتے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اہل حق بزور و زبردستی نہیں بلکہ برضا و رغبت باطل کا طوق اپنے گردنوں میں ڈالتے ہیں۔ جب ان کی اپنی سرزمین ہو۔ جہاں وہ اکثریت میں ہوں۔ جب انہوں نے وہ زمین لی ہی اس مقصد کے لیے ہو! اور یہ بھی انتہائی تعجب کی بات ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایسی سرزمین کو چھوڑ کر جہاں وہ اپنا حق منوا سکتے ہیں چند دنیاوی آسائشوں کے سبب اہل باطل کی اکثریت میں ان کے قوانین کے تحت جینے چلے جاتے ہیں! پھر اگر اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ حق ماننے والے یہ

تمام گروہ خود پورے حق سے نکل جائیں تو انہیں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ جب وہ دیکھیں کہ ایمان کی آخری رمق بھی ان کے دلوں سے مٹادی جائے۔

مسلمانوں کو تاریخ میں پہلی دفعہ مغلوب اقلیت کے طور پر رہنے کا تجربہ اندلس میں کرنا پڑا۔ ہسپانوی فتوحات کے مقابلے میں اندلس میں رہ جانے والے ہزاروں مسلمانوں کو مجبوراً کفریہ قوانین قبول کرنے پڑے۔ لیکن افسوس کہ رفتہ رفتہ اسی پر راضی ہوگئے کہ آئندہ نسلوں تک نہ مزاحمت کریں گے، نہ ہجرت کریں گے، نہ آزادی لیں گے، بلکہ اسی طرح کفر کے تحت رہیں گے۔

پھر اندلس کے دل خراش تجربے کو مغرب نے پوری اسلامی دنیا پر مسلط کیا اور شروع برصغیر سے کیا۔ لیکن جب مغرب کا زور کچھ ٹوٹا تو مسلمانوں میں تین گروہ سامنے آئے۔ ایک وہ گروہ جو اپنے ہی وطن میں آباد تھا لیکن اس کے وطن پر 'برادران وطن' کفار کا غلبہ ہو گیا۔ نہ وہ مکمل آزادی لے سکا، نہ ہجرت کر سکا اور نہ کفار کا مقابلہ کر سکا۔ اس طرح اپنے وطن میں ہی مغلوب اقلیت بن گیا۔ دوسرا گروہ وہ ہے جہاں اس کی اکثریت تھی۔ جہاں اسے آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنی شریعت نافذ کرے۔ لیکن وہاں بھی اس نے اپنے لیے کفریہ قوانین پسند کیے! چاہے ایک حصے میں انہوں نے قوانین کو دین کے تابع ہونے سے انکار کرتے ہوئے 'سیکولر' قرار دیا۔ جبکہ دوسرے حصے میں کفریہ قوانین میں اسلامی شریعت کی پیوند کاری کر کے انہیں 'اسلامی' قرار دیا۔ اور تیسرا گروہ ان مسلمانوں کا ہے جو اپنے ممالک میں ظلم وستم یا معاشی بدحالی کا نشانہ بنے جبکہ بعض کو تو محض چند اضافی دنیاوی سہولیات اور ترقی درکار تھی اس لیے وہ کافر ممالک میں ان کے باطل قوانین کے تحت رہنے چلے گئے۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ شریعت تو دونوں جگہ ناپید ہے۔ اب پہلے اور تیسرے گروہ کی حالت ایک جیسی ہوگئی۔ کہ وہ کافر اکثریتی ممالک میں کفریہ قوانین کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جبکہ دوسرا گروہ مسلم اکثریتی ممالک میں کفریہ قوانین کے تحت زندگی بسر کر رہا ہے۔

'لال قلعے سے لال قلعے تک' کی اس قسط میں ہم دیکھیں گے کہ کیسے اہل باطل اپنے قوانین کے ذریعے حق کو دباتے ہیں اور اہل حق جب باطل کے قوانین قبول کر لیتے ہیں تو ان کا انجام کار کیا ہوتا ہے؟! دیکھیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا انجام بھی اندلس کی طرح ہو جائے۔ ممکن ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں اور ابھی سے معرکۂ حق وباطل میں اپنا وزن حق کے پلڑے میں ڈالیں۔ یہ معرکہ کیسے لڑا جاتا ہے تو اگلی بات ہے۔ پہلے سوچ لیں کہ معرکہ لڑنا بھی ہے کہ نہیں۔ یا یوں ہی ہنستے روتے صفحۂ ہستی سے مٹ جانا پسند ہے؟

[۱] تشریح آگے آئی گی۔

اگلے نثر پاروں میں ہم جن قوانین کے تحت مسلمانوں کی زندگی کو دیکھیں گے ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو اندلس میں اسلام کے زوال کے آغاز میں عیسائی بادشاہت کے تحت اہل ذمہ کے طور پہ رہنے والے 'مدجن'[۱] مسلمانوں پر لاگو تھے۔ اور بعض وہ ہیں جو اسلام کے خاتمے کے بعد تک عیسائی بادشاہت نے ان 'موریسکوز'[۲] پر لاگو کیے تھے جو ملکی قانون کی پاسداری کرتے ہوئے بظاہر عیسائی بن چکے تھے لیکن اکثر دل سے مسلمان ہی تھے۔ ان ہسپانوی قوانین کی مشابہت آپ کو صرف بھارت میں ہی نظر نہیں آئے گی بلکہ بنگلہ دیش اور پاکستان کے قوانین بھی کچھ مختلف نہیں پائیں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ 'قانون سازی' اور 'قانون کی پاسداری' بذات خود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک حربہ اور طریقۂ جنگ بن چکے ہیں۔ کسی برے سے برے فعل کو 'قانون' کہہ کر اسے جائز بنا دیا جاتا ہے اور 'شریعت الٰہی' کو ہر مسلمان کا ذاتی معاملہ قرار دے کر زندگی سے غائب کر دیا جاتا ہے۔

اسلام اور اہل ذمہ

اصل مضمون کی طرف بڑھنے سے پہلے کچھ وضاحت اسلام میں اہل ذمہ کے احکام کے بارے میں ضروری ہے۔ ہر قوم وملت کو اپنے حدود میں رہنے والے افراد کے لیے اپنے نظریات اور روایات کے مطابق قوانین لاگو کرنا فطری اور منطقی بات ہے۔ پھر اگر توحید باری تعالیٰ اور سنت پیغمبر پاک ﷺ کی علمبردار ملت اسلام کی بات ہو تو اس کی تو شان ہی نرالی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو علم تھا کہ حق کی فتحیابی کے باوجود بھی ایسے بدبخت نفوس ہوں گے جو اپنے دلوں سے حق قبول نہ کریں گے۔ خود جزیرۂ عرب کے نجرانی نصاری ایسے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بذات خود ان سے جزیہ وصول کر کے انہیں ذمی قرار دیا۔ اور اللہ جل شانہ کو علم تھا کہ آئندہ بہت سے ممالک فتح ہونے والے ہیں اور وہاں کے تمام باشندے انسانی فطرت کی بنا پر دن رات میں یکدم اسلام قبول نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے 'ذمہ' کے احکام نازل کر دیے۔ دیار اسلام میں رہائش پذیر کافروں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے باطل دین کی بالادستی کے لیے وطن چھوڑنا چاہتے ہیں تو ہجرت کر سکتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ رہنا چاہتے ہیں تو اہل ذمہ بن کر رہیں اور جزیہ ادا کریں۔ 'ذمہ' کا لفظی مطلب: عہد، حق، امان اور حرمت ہے۔ اور مراد انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد حاصل ہے کہ ان کی جان، مال اور عزت محفوظ رہے گی اور مذہب تبدیل کرنے پر ان پر کوئی جبر نہ ہو گا۔

قرآن کریم میں ایسے اہل باطل پر جزیہ لاگو کرنے کے ساتھ ساتھ اہل ذمہ کے لیے صفت 'صاغرون' ذکر ہوئی ہے۔ اردو کے مختلف تراجم میں اس کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے گئے

[۲] جنہیں موریسکو، یعنی کہ چھوٹا مسلمان کہا جاتا تھا حالانکہ وہ بظاہر عیسائی بن چکے تھے۔ عیسائی بننے کے باوجود ان کے ساتھ امتیازی سلوک اپنانے کی وجہ عیسائیوں کا خدشہ تھا کہ وہ پھر سے مسلمان نہ ہو جائیں یا بغاوتیں نہ شروع کر دیں۔

ہیں، مثلاً: ماتحت، چھوٹے، تابع، عاجز، مغلوب، بے قدر، ذلیل وخوار۔ پھر کئی فقہاء نے ذلت سے مراد شریعت الٰہی کی تابعداری لی ہے۔ اور حقیقت میں بھی شریعت میں ان کے لیے کئی خصوصی احکام موجود ہیں، مثلاً: وہ معاملات میں اسلامی سزاؤں کے پابند ہیں۔ وہ بود و باش میں مسلمانوں سے مشابہت اختیار نہیں کر سکتے۔ وہ کھلے عام صلیب، گھنٹا بجانا وغیرہ جیسے اپنے شعائر دین ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور نہ مسلمانوں کے بازاروں میں ایسا کاروبار کر سکتے ہیں جو مسلمانوں میں حرام ہے۔ جیسے سودی لین دین، شراب، خنزیر اور آلات موسیقی کی خرید و فروخت۔ دیار اسلام میں اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ مسلم افواج میں شامل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں۔ زکاۃ نہ ادا کرنے اور دفاع میں حصہ نہ لینے کے بدلے جزیہ کی معمولی سی رقم ادا کرنا لازمی ہے۔ ان خاص احکام کے علاوہ انہیں تمام وہ حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ انہیں اپنے گھروں، محلوں اور عبادت گاہوں میں اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی۔ نہ جزیہ کوئی بھاری رقم تھی جسے یہ ادا کرنے سے قاصر ہوتے۔ اور نہ اسلام نے ایسے قوانین نافذ کیے کہ وہ اپنے دین بدلنے پر مجبور ہو جائیں۔

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ شرعی قوانین کے تحت زندگی گزارتے ہوئے اکثر کافر بلا جبر و اکراہ از خود دین اسلام کی حقانیت کے قائل ہوئے اور مسلمان ہوتے گئے۔ اور جو مسلمان نہ ہوئے وہ انہیں شرعی قوانین کے تحت برضا و رغبت اپنے معمول کی زندگی گزراتے رہے۔ نہ کسی نے احتجاج کیا نہ بغاوت کی۔ اور نہ ہی اسلام نے ان کی نجی اور مذہبی زندگی میں مداخلت کی۔ کئی مسلم ممالک میں جدوں پشتوں سے ویسے ہی بستے چلے آ رہے ہیں۔ یہ رویہ کفریہ قوانین کے تحت رہنے کے بالکل برعکس ہے۔ چاہے وہ قدیم اندلس کے عیسائی قوانین ہوں یا مغرب کے نام نہاد حقوق انسانی پر مبنی جدید قوانین۔

لیکن جیسے اللہ جل جلالہ کی کبریائی اور عظمت نبوی ﷺ کے شایان شان یہ ہے کہ ایمان کی روشنی سے محروم شخص اہل ایمان کے درمیان رہنا چاہتا ہے تو وہ اہل ایمان کے ماتحت تابع و مغلوب رہے۔ اسی طرح اللہ کی کبریائی اور عظمت پیغمبری کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ کسی شخص کے دل میں اس ایمان کا حصہ ہو اور پھر بھی وہ اس نعمت سے محروموں کے ماتحت تابع و عاجز رہے۔ اسی لیے اللہ نے دعوت، ہجرت و جہاد اور شریعت کے نفاذ کا حکم فرمایا۔ مسلمانوں پر فرض کیا کہ وہ جہاں بھی رہیں...... سرحدوں سے باہر کافر ممالک سے تعلقات سے لے کر ہر مسلمان کے اندرون خانہ تک...... تمام امور میں شریعت الٰہی کے پابند ہوں۔ بھلا خدائے عظیم و برتر کی عظیم شریعت انسان کے وضع کردہ کسی باطل قانون یا آئین کی بالادستی کیسے قبول کر سکتی ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان شریعت پر قائم رہتے ہوئے کفریہ قوانین کے تحت زندگی بسر کر سکے! یہ تو صراحتاً اجتماع نقیضین ہے۔

مُدَجَّن: مسلمان ذمی!

لیکن زمانے نے پھیرا کھایا۔ اور مسلمانوں کا ایمان اتنا کمزور ہوا کہ وہ دعوت، ہجرت اور جہاد کے ذریعے شریعت نافذ کیا کرتے الٹا مغلوب ہو کر کفریہ قوانین کے تابع 'پر امن، تابعدار اور وفادار شہری' بن جائیں! ایسے شہریوں کو ہسپانوی عیسائی حکومت نے اپنا 'اہل ذمہ' بنا دیا گیا تب سے انہیں 'اہل دجن' یا 'مدجن' کہا جانے لگا۔ مسلمانوں کی یہ نسل کیسے نمودار ہوئی؟ اگرچہ گزشتہ قسط میں کچھ تذکرہ گزر چکا ہے لیکن یہاں سلسلہ جوڑنے کے لیے سرسری طور پہ ذکر کرتے ہیں۔

اندلس میں اموی خلافت کے خاتمے پر طوائف الملوکی پھیل گئی اور مسلمان حکمران ایک دوسرے کے خلاف لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ اسی وقت عیسائیوں میں صلیبی نظریات پروان چڑھ رہے تھے اور ہسپانیہ کی عیسائی بادشاہتیں مسلمان کے اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیار اسلام پر رفتہ رفتہ قبضہ بڑھا رہی تھیں۔ اس دوران شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک میں ...... جنہیں مغرب اسلامی[1] کہا جاتا تھا...... مرابطین کی حکومت قائم ہوئی اور ان کے امیر یوسف بن تاشفین رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کیا کہ اندلس کی گرتی ہوئی اسلامی حکومتوں کو سہارا دے۔ لیکن ان حکومتوں کے درمیان اختلافات اتنے زیادہ تھے کہ اسے مجبوراً انہیں اقتدار سے ہٹا کر مرابطین کی حکومت قائم کرنی پڑی۔ مرابطین کی مدد کے سبب عیسائی پیش قدمی رک گئی اور کئی اسلامی علاقے بازیاب بھی کر لیے۔ لیکن کچھ عرصے بعد مرابطین کی جگہ موحدین آ گئے اور اندلس میں بھی ان کی جگہ حکومت سنبھالی لیکن وہ مرابطین جیسا استحکام نہ لا سکے۔ اندلس کے مقامی مسلم حکمرانوں کی باہمی لڑائیوں اور عیسائیوں سے دوستی کے نتیجے میں عیسائی بادشاہتوں نے ۱۲۱۲ء میں 'العقاب'[2] نامی مشہور معرکے میں موحدین کو زبردست شکست دی۔ کئی تاریخ دانوں کے بقول اس معرکے میں مسلمانوں کو ایک لاکھ جانوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ پورے اندلس سے ہی موحدین کا قبضہ ختم ہو گیا۔

۱۲۱۷ء اور ۱۲۵۲ء کے درمیان ہسپانیہ کے علاقے قشتالہ اور لیون[3] کے بادشاہ 'فرنانڈو سوم' نے قرطبہ سمیت اندلس کی تمام مسلم بادشاہتوں کو فتح کر لیا۔ پیچھے صرف غرناطہ واحد خود مختار اسلامی بادشاہت رہ گئی تھی۔ مسلم عوام نے کافر قابضوں کے خلاف بھرپور مزاحمت کی لیکن اپنا اقتدار بچانے ان کے حکمرانوں نے کفار کا علانیہ ساتھ دیا۔ دوستی اور دشمنی کے معیار

---

[1] جس میں آج کل کا لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش اور موریطانیہ شامل ہے۔

[2] عربی میں اس کا مطلب 'گھاٹیاں' ہے اور مغربی تاریخ میں یہ معرکہ ناواس ڈی تولوسا Las Navas De Tolosa سے جانا جاتا ہے یعنی کہ تولوسا کی پہاڑیاں۔

[3] شمالی اندلس کے علاقے قشتالہ Castille اور لیون Leon

تبدیل ہونے کے بدولت امت مسلمہ کو جو نقصان اٹھانا پڑا اس کے بارے میں ہم گزشتہ قسط میں مفصل بات کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے جب تنزلی آتی ہے اور زوال کا دور ہوتا ہے تو معاملہ صرف حکمرانوں تک محدود نہیں رہتا۔ اور حکمرانوں کی لڑائی جھگڑوں میں عوام تو ویسے ہی پسے جاتے ہیں جب تک ان میں دینی حمیت اور ملی غیرت اپنے عروج پر نہ ہو۔ چنانچہ عوام میں پست ہمت اور کمزور ایمان والا ایسا طبقہ پیدا ہوا جنہوں نے کافروں کے خلاف جہاد اور مزاحمت تو چھوڑیے دار الکفر سے ہجرت بھی پسند نہ کی حالانکہ اس وقت ان کے سامنے راستے کافی حد تک کھلے تھے اور محض مغرب اسلامی ہی نہیں بلکہ خود اندلس میں غرناطہ کی آزاد اور خود مختار اسلامی ریاست موجود تھی۔ لیکن انہوں نے عیسائی شاہی قوانین کے تحت کافر آقاؤں کی جاگیروں پر باج گزار کے طور پر رہنا قبول کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ دینی معاملات سمیت ہر شعبۂ زندگی میں اتنے کمزور ہو گئے کہ حکمرانوں نے ان کے سامنے دو باتوں میں سے ایک منتخب کرنے کا کہا: یا تو عیسائی بن جائیں اور یا ملک چھوڑ دیں۔ بالآخر جبری تبدیلیٔ مذہب اور جلا وطنی کے ذریعے سرزمین اندلس پر کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔

اپنے آخری انجام تک پہنچنے سے پہلے ان پر امن شہریوں کے لیے ہسپانویوں نے عربی کا لفظ 'مدجن' استعمال کیا جو کہ بگڑ کر مغربی زبانوں میں مدجر Mudejar بن گیا۔ اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ ذلت اور رسوائی کا یہ عجیب و غریب عمل اتنے بڑے اور وسیع پیمانے پر رونما ہوا۔ عربی زبان میں مدجن 'پالتو' یا 'سدھارے ہوئے' جانور کو کہتے ہیں۔ مسلم تاریخ دان ہی نہیں بلکہ مغربی تاریخ دان بھی قائل ہیں کہ یہ اصطلاح طعنے اور طنز کے طور پہ استعمال ہوئی (آج کل ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو 'مسلہ' یا 'ملا' کہنا بھی اسی قبیل سے ہے)۔

آغاز میں اندلس کی شمالی مسلم بادشاہتوں طلیطلہ اور اشبیلیہ کے سقوط کے نتیجے میں بے شمار مسلمان اندلس کی جنوبی مسلم بادشاہتوں یا مغرب اسلامی کی طرف ہجرت کر گئے۔ لیکن ایسے مسلمان بھی تھے جو دور دراز مسلم علاقوں کی طرف نکلنے کے بجائے قریب کی عیسائی بادشاہت قشتالہ میں پناہ لینے لگے (جیسے کہ آج کل کے مسلمان اپنے ممالک چھوڑ کر غیر مسلم ممالک چلے جاتے ہیں)۔ دوسری جانب مملکت قشتالہ نے بھی انہیں آباد کرنے کا دروازہ کھولے رکھا (جیسے بہت سی مغربی حکومتیں مسلم مہاجرین کو قبول کر لیتی ہیں)۔ لیکن یہ کسی ہمدردی کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی مصلحت کے خاطر تھا۔ کیونکہ قشتالہ کی عیسائی آبادی انتہائی کم تھی اور انہیں اپنا ملک آباد کرنے کے لیے ہنر مند اور سستی افرادی قوت کی ضرورت تھی (مغربی حکومتیں بھی اس چیز کا خاص خیال رکھتی ہیں کہ ان ممالک میں کاروبار اور رہائش کے لیے ویزہ طلب کرنے والوں میں وہ تمام شرائط ہوں جن سے ان کے قومی مفادات کو تقویت حاصل ہو اور آنے والوں کی طرف سے ممکنہ نقصانات سے بچ سکیں۔ یہاں تک کہ امارت اسلامی افغانستان کے فتح کے بعد ہزاروں کی تعداد میں مغرب پرست افغانی جب نکلے تو مغربی حکومتوں نے آج تک انہیں بلا تمیز قبول نہیں کیا۔ مثلاً جرمنی نے اعلان کیا کہ وہ کئی سو افغان مہاجرین کو پناہ دے گا لیکن ترجیح ان کو دی جائے گی جو اپنے جنسی میلانات ......یعنی کہ ہم جنس پرستی...... کی وجہ سے افغانستان چھوڑنے پر مجبور ہوئے!!)۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی ملک کے رہائشی مقامی ہوں یا مہاجر وہاں کے قانون کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لیے اندلس کے ان مہاجر مسلمانوں کو بھی قشتالہ کے شاہی کفریہ قوانین کی پابندی کرنی ہوتی تھی اور ظالم عیسائی بادشاہتوں میں پناہ لینے کے بدلے انہیں باج یا 'جزیہ' بھی ادا کرنا ہوتا تھا (خیال رہے کہ یہ جزیہ ویسا ہلکا پھلکا نہیں تھا جیسے اسلامی شریعت میں اہل ذمہ کے لیے مقرر ہے۔ تفصیل آگے آئے گی)۔ اس ذلت، مغلوبیت، ماتحتی اور تابعیت کے سبب انہیں 'مدجن' کہا جانے لگا۔

بد قسمتی سے آغاز سے ہی اندلس میں مسلمانوں کے دو طبقے وجود میں آ گئے تھے جو ہمیں قدیم اسلامی خلافتوں کے ماتحت مفتوحہ ممالک میں نہیں ملتے۔ ایک وہ مسلمان جو عالمِ اسلام سے ہجرت کر کے اندلس میں آباد ہوئے اور ایک اندلس کے وہ مقامی باشندے جنہوں نے ان کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کو یہ نظر آئے گا کہ باہر سے آنے والے اکثر مسلمان مدجن کی حیثیت سے عیسائیوں کے ماتحت رہنے کے بجائے ہجرت کر جاتے تھے۔ لیکن مقامی اندلسی مسلمانوں میں ایسے افراد کی تعداد زیادہ تھی جو مدجن بن کر اپنے آبائی وطن اور آبائی قوم میں رہنا قبول کر لیتے تھے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ دونوں طبقات میں سے ایسے بھی تھے جو ہجرت کی تمنا کے باوجود قدرت نہ رکھنے کے سبب مجبوراً پیچھے رہ گئے تھے اور ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے جہاد کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ لیکن حکمرانوں اور عوام میں دوستی اور دشمنی کے معیار کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ جذبہ 'حب الوطنی' اور 'قوم پرستی' کا اپنا اثر ضرور ظاہر ہوا (بالکل ویسے ہی جیسے آج کل ہند میں تمام تر مظالم کے باوجود وہاں کے مسلمان اپنے آپ کو سچے محب وطن ہندی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ہندوؤں کو برادران وطن کہتے ہیں۔ اور اسی طرح وہ مسلمان جو ہجرت کر کے مغربی ممالک میں آباد ہو گئے ہیں اور امریکی یا برطانوی ہونے پر فخر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو 'ان' میں سے ہی گردانتے ہیں نہ کہ 'ہم' میں سے)۔

آغاز میں مدجنوں کو نسبتاً آزادی حاصل تھی۔ وہ عبادات میں اور اپنے اندرونی معاملات میں شریعت پر عمل کر سکتے تھے یہاں تک کہ ان کے باہمی فیصلوں کے لیے مسلمان قاضی مقرر تھے۔ زیادہ سے زیادہ کہیں انہوں نے اپنے ہمسائے عیسائیوں کی قشتالوی زبان اپنائی تو کہیں اپنا

[1] شیخ مرابط حفظہ اللہ ہی کی مثال سے مربوط مثال کینیڈا کا پچھلے پچاس برس میں آباد ہونا ہے جہاں مسلمان معتد بہ تعداد میں موجود ہیں۔ (مدیر)

لباس تبدیل کر لیا۔ البتہ ہسپانیہ کی مختلف عیسائی بادشاہتوں میں رہنے والے مدجنین کے حالات مختلف تھے۔ مثلاً مملکت قشتالہ کی طرف جو ہجرت کرتا تو اسے وہاں کے عیسائی جاگیرداروں میں سے کسی کے ہاں جبری ملازم بننا پڑتا جیسے کہ ہمارے وڈیروں کے ہاں مظلوم ہاری کام کرتے ہیں۔ اس کے برعکس مملکت اراغون[1] کے مقامی مسلمان اپنے گھروں، گاؤں اور شہروں میں ہی مدجن بن گئے جہاں وہ پہلے سے آباد تھے۔ تعداد کے لحاظ سے غرناطہ اور بلنسیہ[2] کے مدجنوں کے بعد سب سے بڑی آبادی اراغون میں تھی اور سب سے کم قطلونیہ[3] میں رہتے تھے۔ قشتالہ کے برعکس اراغون اور قطلونیہ میں بادشاہوں نے مدجنوں سے ان کی زمینیں اپنے نام کر لیں اور مالکوں کو کاشتکار بنا دیا۔ آغاز میں انہیں اتنا حق دیا گیا کہ مرنے کے بعد ان زمینوں پر ان کے وارثین ہی کاشت کریں گے تاکہ ان کی روٹی روزی کا سلسلہ برقرار رہے۔ اسی لیے دیگر علاقوں کے برعکس اراغون کے مدجنوں نے پائیدار مکانات تعمیر کیے جن کے فنی آثار آج تک دیکھے جاسکتے ہیں۔

جن عیسائی مملکتوں میں مدجنوں کو شہروں میں رہنے کی اجازت تھی وہاں ان کی اکثریت 'موریریا'[4] نامی اپنے مخصوص علاقوں کے اندر رہتی تھی جہاں انہیں اپنی مسجدیں، حمام، مقبرے، حلال گوشت اور بازار کی اجازت تھی۔ ہر موریریا میں 'الجماعہ' کے نام سے ان کی انتظامیہ ہوتی تھی۔ ہر الجماعہ میں اپنے اپنے فقیہ، قاضی اور امام کے علاوہ کاتب اور امین بھی ہوتے تھے۔ امین اور کاتب بادشاہ یا جاگیردار کے ہاں مدجنوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

دیگر علاقوں کے مقابلے میں بلنسیہ کے مدجنوں عیسائیوں کے مقابلے میں اکثریت میں تھے۔ اس لیے وہاں مدجن کافی عرصے تک اپنے جداگانہ تشخص کے حامل رہے اور ان کے درمیان عربی بول چال رائج رہی۔ اس کے باوجود اقلیتی عیسائی وقتاً فوقتاً مدجنوں کے خلاف دھاوے بولتے تھے۔ حالانکہ کہنے کو ان مدجنوں کو بادشاہت کی طرف سے جان و مال کا ہی نہیں بلکہ ان کے شرعی قوانین کو بھی تحفظ حاصل تھا(جیسے بھارت کے قانون میں تحفظ کی ضمانت کے باوجود کشمیر میں فوج کے ہاتھوں اور بقیہ بھارت میں ہندو بلوائیوں کے ہاتھوں مسلمان اپنے اکثریتی علاقوں میں بھی mob lynching سے محفوظ نہیں)۔

یہ تھے پندرہویں اور سولہویں صدی میں اندلس کے حالات۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اسی طرح کا عمل برصغیر میں بھی دہرایا جانے لگا۔ اور برِّصغیر کے عوام پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی اور پھر براہ راست تاج برطانیہ کے شاہی قانون کے تحت جینے لگی۔ اندلس میں بھی قوانین نافذ کیے گئے اور برِّصغیر میں بھی۔ لیکن نہ قوانین صحیح تھے اور جو صحیح تھے ان پر عمل درآمد کی نیت ہی نہ تھی۔

یہ جاننے کے لیے کہ مدجنوں کے معاہدے کس قسم کے ہوتے تھے اور 'کفریہ آئین' کے تحت 'شرعی احکام' کیسے نافذ رہ سکتے ہیں۔ اور ایسے ممالک میں رہنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہے مناسب ہو گا کہ معاہدۂ غرناطہ پر نظر دوڑائی جائے کیونکہ یہ عیسائیوں کی طرف سے مدجنوں کے لیے سب سے فراخدلانہ معاہدہ تھا اگرچہ تاریخی اعتبار سے مسلمانوں کے زوال کے آخری سالوں میں طے پایا تھا(فراخدلانہ اس لیے تھا کہ اندلس بھر سے مدجنوں کے علاوہ باقی ماندہ سب مسلمان سقوط غرناطہ سے پہلے یہاں جمع ہو گئے تھے۔ سقوط کے بعد عیسائی بادشاہ کو خطرہ تھا کہ اگر زیادہ زور استعمال کیا تو شدید ردعمل پیدا ہو گا)۔

غرناطہ کا آئین دجن

یہ معاہدہ اصل میں ۱۴۹۱ میں طے پایا اور معاہدۂ غرناطہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جب غرناطہ کے مسلمان اس پر راضی ہو گئے کہ عیسائی بادشاہ کی اطاعت میں داخل ہوں لیکن اپنے تحفظ کے لیے کافی شرطیں منوائیں۔ معاہدے کے مطابق اگلے سال عیسائی فوج نے شہر[5] کا کنٹرول سنبھال لیا جس سے اندلس میں تقریباً اسلام کی ۷۸۰ سالہ حکمرانی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی (اگرچہ غرناطہ ایک وسیع ریاست تھی لیکن معاہدۂ غرناطہ سے پہلے شہر غرناطہ کے علاوہ تمام علاقے ویسے ہی عیسائیوں کے ہاتھ چلے گئے تھے)۔

امام مَقَّرِی نے اپنی کتاب[6] میں لکھا ہے کہ معاہدے کی ۶۷ شقیں تھیں جن میں سے صرف اہم شقوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم امام مقری کی درج شدہ شقوں کو یہاں مزید اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں:

۱. غرناطہ کے ہر بڑے چھوٹے کی جان، اہل و عیال اور مال کو تحفظ حاصل ہے(ایسے دعوے تو تمام ممالک میں کیے جاتے ہیں)۔
۲. مسلمانوں کے درمیان شریعت کو ویسے ہی قائم رکھا جائے گا جیسے پہلے تھی اور کوئی شخص بھی مسلمانوں پر ان کی شریعت کے علاوہ کوئی فیصلہ نہیں نافذ کرے گا۔(یہ شق پڑھ کر محسوس ہو گا کہ پاکستانی آئین پڑھ رہے ہوں!)
۳. مسلمانوں پر صرف وہ مسلمان یا یہودی والی مقرر ہوں گے جو ان کے سابقہ سلطان کی طرف سے پہلے متعین شدہ تھے(جبکہ پاکستان میں سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بھی ہندو بن سکتا ہے)۔

---

[1] Aragon

[2] Valencia

[3] Catalonia

[4] مسلمانوں کو ہسپانوی زبان میں 'مور' Moor کہتے تھے۔ اسی نسبت سے ان کے محلے موریریا کہلائے جانے لگے۔

[5] اگرچہ غرناطہ ایک وسیع مملکت تھی لیکن شہر کا ذکر اس لیے کیا کہ حقیقت میں شہر کے علاوہ باقی تمام علاقوں پر عیسائی پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے۔

[6] نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب (۴/ ۵۲۵)۔ امام مقری الجزائر کے مشہور عالم، تاریخ دان اور ادیب تھے جو کہ ۱۶۳۱ء میں وفات پائے۔

۴.	مساجد اور اوقاف حسب سابق رہیں گے۔ کسی مؤذن، نمازی، روزہ دار وغیرہ کو دینی شعائر ادا کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ جو کسی عبادت گزار کا مذاق اڑائے گا اسے سزا دی جائے گی (توہین مذہب کی ایسی شق تو پاکستانی آئین میں بھی نہیں)۔

۵.	عیسائیوں کو مسلمانوں کی مسجدوں اور گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ فصیل پر چڑھنے کی اجازت ہے اور نہ مسلمانوں کے گھروں میں جھانکنے کی۔

۶.	مسلمان یہودیوں اور دیگر علاقوں کے اہل دجن کی طرح کوئی امتیازی لباس یا نشانی نہیں اختیار کریں گے۔ (مقصد ایسا لباس یا نشانی جس سے ان کی تحقیر ہوتی ہو)۔

۷.	جو عیسائی اسلام قبول کرلے اسے دوبارہ عیسائی بنانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

۸.	مسلمانوں میں سے جو عیسائیت قبول کرے اسے کئی دن تک گرفتار رکھا جائے گا تاکہ اس کا حال معلوم ہو جائے۔ اس دوران اسے مسلمان قاضی اور عیسائی جج مہیا کیے جائیں گے۔ اس کے باوجود اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرے تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ (یہ شق آج کل مذہبی آزادی کے بالکل عین مطابق اور اسلامی شریعت کے عین مخالف نظر آتی ہے)

۹.	مقررہ سالوں کے لیے تمام ٹیکس معاف کیے جائیں گے اور کوئی نیا ٹیکس نہیں لاگو کیا جائے گا۔

۱۰.	سابقہ جنگوں کے دوران کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا ہو تو اس کا مواخذہ نہ ہو گا۔ اور اس دوران عیسائیوں سے چھینا ہوا سامان بھی واپس نہ کیا جائے گا۔

۱۱.	غرناطہ کے تمام قیدیوں کو رہا کیا جائے گا۔

۱۲.	عیسائی علاقوں سے اگر کوئی مسلمان قیدی بھاگ کر غرناطہ میں داخل ہو جائے تو اس کے مالک سمیت کسی شخص کو اختیار نہیں کہ اسے دوبارہ واپس لے۔ بلکہ عیسائی بادشاہ مالک کو اس کی قیمت ادا کرے گا۔

۱۳.	مسلمانوں کو عیسائی فوجیوں کی میزبانی کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

۱۴.	عیسائی علاقوں میں سفر کے دروان مسلمانوں کی جان و مال محفوظ ہو گی۔

۱۵.	مسلمانوں کو کسی دوسرے علاقے میں منتقل ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

۱۶.	جو شخص مغرب اسلامی (شمالی افریقہ) جانا چاہے اسے منع نہ کیا جائے گا۔ مقررہ مدت تک شاہی کشتیوں پر محض کرایہ ادا کر کے منتقل ہو سکتے ہیں۔ اس مدت کے بعد کرایے کے علاوہ اپنے مال کا دسواں حصہ ادا کر کے ملک چھوڑ سکتے ہیں۔

۱۷.	تمام شرائط پر پاپائے روم سے توثیق حاصل کی جائے۔

بظاہر کوئی اس معاہدے کو دیکھے تو بعض شقیں معاصر کافر ممالک ہی نہیں بلکہ مسلم ممالک کے آئین سے بھی زیادہ اسلامی نظر آئیں گی۔ لیکن یہاں کئی سوال ذہن میں ابھرتے ہیں:

- کفر کے غلبہ کے تحت شرعی احکام کے نفاذ کا کیا حکم ہے؟
- مسلمانوں کو پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونے اور اسلام غالب کرنے کا حکم ہے یا محض چند شرعی احکام کی پابندی کافی ہے؟
- جب شرعی احکام اور ملکی قوانین میں تضاد ہو تو مسلمان کے لیے کس پر عمل کرنا ضروری ہے؟
- کیا مسلمانوں کے لیے اصلاً جائز ہے کہ وہ کفریہ قوانین کی بالادستی کے تحت رہیں؟
- اضطراری کیفیت میں اگر بامر مجبوری غیر شرعی قوانین پر عمل کرنے کی اجازت ہو تو کیا مسلمان پر شریعت کے نفاذ کے لیے جدوجہد بھی ساقط ہو جاتی ہے؟

یہ کلیدی سوالات اس پہلو کے علاوہ ہیں کہ کفریہ قوانین بنانے والوں اور نافذ کرنے والوں کی نیت اور ارادہ کبھی یہ نہیں رہا کہ الٰہی شریعت من وعن اپنی اصل روح کے ساتھ نافذ ہو۔ نہ ہسپانوی بادشاہوں کی یہ نیت تھی جیسے کہ آگے واضح ہو گا۔ اور نہ ہی آج کل مسلم و غیر مسلم ممالک کے سربراہوں کی۔ جہاں ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کے لیے محدود دائرے میں ہی سہی شریعت نافذ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہے جو کہ وہاں کے حالات سے واضح نظر آتا ہے۔ وہاں بنگلہ دیش کا سیکولر دستور اس بات کا سرے سے دعویٰ ہی نہیں کرتا ہے۔ تیسری طرف پاکستانی حکومت اپنے مزعومہ اسلامی دستور کو شریعت کے مطابق نافذ کرنے کے بجائے آئے روز شریعت کے خلاف قوانین منظور کرتی ہے۔ تو پھر محض دستور کے لکھے جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

کسی سے سنا کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اقرار کرنے کے بعد ریاستِ پاکستان مسلمان ہو گئی ہے۔ اور جیسے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد گناہوں کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا تو ایسے ریاست بھی۔ لیکن سوال یہاں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھنے کے بعد ۷۰ سال تک مسلسل سود پر عمل کرنے کو جائز اور قانونی قرار دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ سود کی حرمت پر حلت کو ترجیح دے یا پسند کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور جب 'شرعی عدالت' کا قاضی اسے فتویٰ بھی دے دے کہ یہ حرام ہے اسے بند کرو لیکن وہ پھر 'غیر شرعی' 'عدالت عظمیٰ' کے جج کے پاس جا کر شرعی قاضی کا فیصلہ کالعدم قرار دے تو اسے کیا کہیں گے؟! پھر جب وہ انسان ڈھکے چھپے شرعی معاملے میں نہیں بلکہ سود جسے قطعی حرام کے بارے میں شرعی قاضی کے بجائے انگریز جج کا فیصلہ مان لے تو اسے کیا کہیں گے؟! پھر اگر زنا بالرضا پر زنا کی حد ختم کر دی جائے اور فحاشی کے دروازے کھول دیے جائیں تو اسے کیا کہیں گے؟ یہ صرف ایک شخص کے زنا کی ارتکاب کی بات نہیں ہو رہی بلکہ اگر 'شریعت' سے ہی اس سزا کو لغو کر دیا جائے؟! پھر اگر وہ مرد ہوتے ہوئے اپنے آپ کو عورت قرار دے کر کسی دوسرے مرد سے شادی کرے تو اسے کیا کہیں گے؟! اور یہ سب محض کسی ایک شخص کا، ایک وقت میں، شیطان کے وسوسے میں آنے کے سبب گناہ نہیں بلکہ جب ریاست کے آئین کے تحت ارکان شوریٰ مل کر اسے اپنی پسند، مرضی اور ارادے سے صرف جواز کا اقرار نہیں بلکہ اسے قانون بنا دیں تو پھر بھی وہ عین شریعت کے مطابق اسلامی ریاست کہلائے گی؟ اگر کوئی مسلمان اللہ کے صریح حلال کردہ حکم کو حرام کہے اور حرام کردہ کو حلال کہے تو وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور

اگر ریاست جیسے حاکمیت کا اعلان کر کے اسلامی ہو جاتی ہے تو آیا صریح حرام کو حلال قرار دے کر یا حرام کو حلال قرار دے کر مسلمانی باقی رہتی ہے؟؟

اگرچہ یہ ہمارا بنیادی موضوع نہیں لیکن آج کل 'اسلامی' اور 'غیر اسلامی' ریاست کے خلاف مسلح اور غیر مسلح جدوجہد کا موضوع چھڑ گیا تو مسلمانوں کے ماضی اور حال کو دیکھتے ہوئے ایسے سوالات اٹھانا مناسب سمجھا۔ ویسے مسئلہ اتنا بھی پیچیدہ نہیں۔ آپ پاکستان کے کسی عام مسلمان سے پوچھ کر دیکھ لیں کہ کیا وہ پاکستانی آئین اور قوانین کو 'شرعی' سمجھتا ہے؟ اور کیا اس کی نظر میں عمران خان اور شہباز شریف جیسے حکمران واجب الاطاعت شرعی اولوالامر ہیں؟

اپنے موضوع کی طرف دوبارہ لوٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اندلس کی تاریخ کے تناظر میں اللہ کی شریعت میں مداہنت کرنے اور کفریہ قوانین کے تحت زندگی گزرانے سے اسلامی معاشرہ کیسے بگڑ جاتا ہے۔ اور سوچیں آیا اللہ کی شریعت سے اعراض کے نتیجے میں برصغیر کا انجام بھی ویسے ہو سکتا ہے جیسے اندلس کا ہوا؟

ہسپانیہ کے قوانین دجن

اس سے قبل کہ ہم معاہدۂ غرناطہ کا انجام جانیں ہسپانیہ کے مختلف علاقوں اور ادوار میں حکومت کی جانب سے مدجنوں پر نافذ شدہ چند قوانین کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ کیسے قوانین کے ذریعے معاشروں کو تبدیل کیا جاتا ہے۔ اگرچہ شریعت کی تدجین کا عمل سقوط غرناطہ سے دو صدیوں قبل اراغون، بلنسیہ، قطلونیہ، قشتالہ سمیت ہسپانیہ کے دیگر علاقوں میں شروع ہو چکا تھا۔ لیکن غرناطہ کے معاہدۂ دجن کے دوران اور اس کے مکمل خاتمے کے بعد بھی ہسپانوی حکومت ایسے قوانین نافذ کرتی رہی جس سے اندلس کے باشندوں میں رہے سہے اسلام کے اثرات اور نشانیاں بھی مٹائی جا سکیں۔ اگرچہ عیسائیوں کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزیوں کے نتیجے میں بالآخر معاہدہ ٹوٹ گیا اور اس کے نتیجے میں ہسپانیہ میں کوئی 'مدجن'...... یعنی کہ مسلمان اہل ذمہ...... نہیں رہا۔ کیونکہ مدجنوں کو حکم دیا گیا تھا کہ یا وہ عیسائیت قبول کریں اور یا ہجرت کر جائیں (جسے ہندوستان میں آج کل گھر واپسی کہتے ہیں)۔ ہجرت کروانے میں نہ عیسائی حکومت سنجیدہ تھی بلکہ اس میں مختلف طریقوں سے رکاوٹیں ڈالتی رہی۔ اور نہ تمام مسلمانوں کے پاس اتنے وسائل تھے کہ وہ ہجرت کر سکیں۔ لیکن کئی مسلمان ایسے بھی تھے جو مغرب اسلامی میں معاشی پسماندگی کے سبب وسائل ہونے کے باوجود ہجرت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے مدجنوں کی اکثریت کو مجبوراً 'بظاہر' عیسائی بننا پڑا۔ اور ایسے مدجنوں کو 'موریسکو' یعنی 'چھوٹا مسلمان' کہا جانے لگا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عیسائی بننے کے بعد ان نئے عیسائیوں کے ساتھ سابقہ عیسائیوں جیسا سلوک کیا جاتا۔ لیکن چونکہ ہسپانوی حکومت کو علم تھا کہ ان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جو محض 'مجبوری' کے تحت عیسائی ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں اب بھی اسلام کی رمق باقی ہے اس لیے ان کے لیے باقی عیسائیوں کے برخلاف مختلف قوانین جاری کیے گئے تاکہ انہیں 'سچا عیسائی' بنایا جا سکے۔ اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ان میں سے کون دل سے عیسائی ہوا ہے اور کون بامر مجبوری 'تفتیشی عدالتوں' کو ذمہ داری دی گئی کہ وہ ہر طریقے سے دلوں کے بھید نکالیں۔ (بالکل ویسے جیسے آج کل پاکستان کے خفیہ ادارے شک کی بنیاد پر عوام کو غائب کر دیتے ہیں اور تفتیشی عدالتوں سے بڑھ کر ان کے ساتھ ہر سلوک روا رکھتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جیسے ہسپانیہ نے بربنائے قانون تفتیشی عدالتیں قائم کی تھی اسی طرح پاکستان میں بھی یہ سب پاکستانی قانون کے مطابق ہوتا ہے جہاں 'دہشت گردی' کی روک تھام کے لیے ان اداروں کو خصوصی اختیارات بھی دیے گئے ہیں اور دہشت گردی کی خصوصی عدالتیں بھی قائم ہیں)۔

اگرچہ یہ ہمارا بنیادی موضوع نہیں لیکن آج کل 'اسلامی' اور 'غیر اسلامی' ریاست کے خلاف مسلح اور غیر مسلح جدوجہد کا موضوع چھڑ گیا تو مسلمانوں کے ماضی اور حال کو دیکھتے ہوئے ایسے سوالات اٹھانا مناسب سمجھا۔ ویسے مسئلہ اتنا بھی پیچیدہ نہیں۔ آپ پاکستان کے کسی عام مسلمان سے پوچھ کر دیکھ لیں کہ کیا وہ پاکستانی آئین اور قوانین کو 'شرعی' سمجھتا ہے؟ اور کیا اس کی نظر میں عمران خان اور شہباز شریف جیسے حکمران واجب الاطاعت شرعی اولوالامر ہیں؟

یہاں معاشرے پر قوانین کے اثرات کے علاوہ یہ بھی دیکھیں گے کہ کیسے بظاہر عادلانہ قوانین جب بدنیتی کی بنا پر نافذ کیے جاتے ہیں تو خود قوانین بنانے والے ان قوانین میں پائے جانے والے سقم اور چور دروازوں سے انہیں بے اثر کر دیتے ہیں۔ تو ایسے میں اس آئین اور قانون کی کیا وقعت اور حیثیت رہ جاتی ہے۔ اور ایسی ریاست کے خلاف ہمہ گیر جدوجہد کے علاوہ بھی کوئی اور راستہ بچتا ہے۔ اور جو قوم ہمہ گیر جدوجہد سے منہ موڑتی ہے تو ٹیڑھے قانونی حربوں کو اپنانے سے اس کا بالآخر انجام کا کیا ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل فقروں میں مغربی کتب کے تمام حوالے شہید عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'تاریخ ناتمام' سے لیے گئے ہیں۔ درحقیقت یہی کتاب 'لال قلعے سے لال قلعے تک' تحریر کرنے کا باعث بنی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عکرمہ بھائی کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور ہمیں بھی اجر سے محروم نہ کرے، آمین۔ یہ بھی یاد دلاتے چلیں کہ مضامین کا یہ سلسلہ برصغیر میں رہنے والے تینوں مسلمان 'بھائیوں' کے لیے لکھے گئے ہیں۔ مشرقی ہند کے بھائی 'بنگلہ دیش'، وسطی ہند کے بھائی 'بھارت' اور مغربی ہند کے بھائی 'پاکستان' میں سے ہر کوئی اندلس کے آئینہ میں اپنے ملک کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ تینوں بھائی اندلس میں اسلام کے خاتمے کے مختلف حالات اور ادوار میں بٹ گئے ہیں۔ کوئی خاتمہ کے قریب اور کوئی ذرا دور۔ کہیں خاتمہ زور و زبردستی سے ہو رہا ہے اور کہیں رضا و رغبت سے۔

لباس وخوراک کی تبدیلی

آغاز میں مُدَجّنوں کو معاشرے کی طرف سے عمومی ہتک آمیز رویہ برداشت کرنے کے علاوہ لباس کے معاملے میں بھی ذلت اٹھانی پڑی:

> ”۱۲۱۵ میں روم میں منعقد ہونے والی چوتھی اعلیٰ سطح کی کیتھولک کونسل نے یہ مطالبہ کیا کہ تمام عیسائی بادشاہ اپنے علاقوں میں مسلمانوں اور یہودیوں کو مجبور کریں کہ وہ جداگانہ لباس پہنیں تاکہ آسانی سے پہچانے جائیں۔ یہ مطالبہ بعد میں ہونوریس سوم اور گریگوری نہم جیسے مشہور پادریوں کی طرف سے بھی دہرایا گیا۔ ان مطالبوں پر ہسپانوی بادشاہوں نے بغیر کسی لیت ولعل کے عمل کرنا شروع کر دیا بلکہ اپنی طرف سے مزید اضافہ بھی کیا۔ ۱۳ویں صدی میں نفاذ سے لے کر ۱۴ویں صدی کے نصف تک مسلمانوں کو جداگانہ ظاہر کرنے کی کوششوں میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ ......مثلاً اوڑھنی کے ساتھ سلی ہوئی مخصوص رنگ کی ٹوپی پہننا لازم تھی جبکہ سونے اور قیمتی جواہرات پہننے پر پابندی تھی۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی داڑھیاں لمبی چھوڑیں اور سر کے بال عیسائیوں کے طرز سے مختلف انداز میں کاٹیں۔“[1]

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلامی خلافت میں بھی تو ذمیوں کو مختلف قسم کا لباس پہننے کا پابند کیا جاتا تھا۔ جی، ایسا ضرور تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ نہ اہل ذمہ مسلمانوں سے مشابہت اختیار کریں اور نہ مسلمان ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ ایمان کی بنیاد پر جب ایک خاندان کے افراد آپس میں جدا ہو جاتے ہیں، جب قومیں اور ملک جدا ہو جاتے ہیں تو رہن سہن کے طور طریقے بطریق اولیٰ جدا ہوں گے۔ لیکن اس سے بڑا سوال یہ ہے کہ آیا مسلمان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ کی کبریائی اور پیغمبر آخر الزمان کی رسالت کا معترف ہو اور پھر اتنی ذلت میں گر جائے کہ تثلیث کا دعویٰ کرنے والا عیسائی پادری اس پر اپنے من گھڑت قوانین نافذ کرے؟

معاہدۂ غرناطہ ٹوٹ جانے کے بعد جب ہسپانویوں کو محسوس ہوا کہ موریسکوز اپنی باقی ماندہ شناخت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو انہوں نے موریسکوز کو 'قومی دھارے' میں ڈھالنے کے لیے سلسلہ وار اقدامات اٹھائے۔ چنانچہ ۱۵۱۱ کے فرمان میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مقامی 'عیسائی' لباس اختیار کریں۔ اور جو درزی عرب یا بربر طرز پر کپڑے سیتا پایا گیا اسے بھاری جرمانوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ اور خواتین کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے چہرے کھولے رکھیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر مسلمانوں کے لیے ذمیوں کی طرح مخصوص لباس پہننا توہین ہے تو اس سے زیادہ توہین اور بے عزتی یہ ہے کہ مسلم خواتین کو حجاب پہننے سے منع کیا جائے۔ جیسے کہ آج کل بھارت میں ہو رہا ہے (ابھی ہم بھارت پر برہم تھے کہ خبر آئی کہ سعودی عرب کے حکمرانوں نے طالبات کو کمرۂ امتحان میں برقع پہننے سے منع کر دیا ہے۔ وانا للہ وانا الیہ راجعون)

برصغیر میں دو صدیوں سے زائد فرنگی راج نے قانون ایسے بنائے کہ سرکاری، تعلیمی اور فوجی اداروں میں مغربی لباس رائج ہوا۔ پھر اس کے بعد ذہنی غلامی اور مرعوبیت نے باقی کام تمام کر دیا۔ یہاں تک کہ تقسیم ہند کے بعد مسلم اکثریتی علاقوں میں بھی عام محافل میں اس شخص کی قدر زیادہ ہوتی ہے جو مغربی لباس پہنے جبکہ اپنے لباس کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اسی طرح ۱۵۰۱ میں فرمان جاری ہوا کہ موریسکو عیسائی قصاب سے گوشت خریدیں گے اور جو قصاب اسلامی اصولوں کے مطابق ذبح کرے اسے جرمانے کے علاوہ جائیداد ضبط ہونے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آج کل یہی معاملہ ایک دوسرے انداز میں بھارت میں رائج ہو رہا ہے جہاں کئی ریاستوں میں قانوناً گائے کا ذبح منع کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں قانوناً منع نہیں وہاں کچھ ظلم و ستم کے ذریعے اور کچھ ذہنی غلامی کے ذریعے منع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بھارت کے بعض مؤثر مسلم ادارے 'برادران وطن' کے احساسات کا خیال رکھتے ہوئے از خود گائے ذبح کرنے سے اجتناب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

زبان اور تعلیمی قوانین

ہسپانوی غلبے کے سبب ۱۴ویں اور ۱۵ویں صدی میں مدجن رفتہ رفتہ عربی بھول کر قشتالوی زبان میں بولنے لگے البتہ اپنی ثقافت کے بعض الفاظ اس میں شامل کر لیے اور تحریر کے لیے لاطینی حروف کے بجائے عربی حروف استعمال کرنے لگے۔ اس طرح ہسپانیہ میں 'الاعجمیہ' Aljamiado کے نام سے ایک نئی زبان ایجاد ہو گئی۔ یہاں تک کہ دینی تعلیمات کو محفوظ کرنے کے لیے علماء مجبور ہو گئے کہ عربی کے بجائے ہسپانوی الاعجمیہ میں کتابیں لکھیں۔ مثلاً ۱۴۶۲ میں قشتالہ کے ایک مدجن عالم عیسیٰ شاذلی نے اپنی مشہور کتاب 'سنت کا تعارف' الاعجمیہ میں لکھی۔ لیکن ۱۶ویں صدی کے نصف میں عربی زبان کے استعمال پر قانوناً مکمل پابندی لگا دی گئی۔ (جیسے بھارت میں اب بڑی دینی جماعتیں ہندی زبان اپنانے لگی ہیں)۔

صرف زبان ہی تبدیل نہیں کی گئی بلکہ ایک نیا نظامِ تعلیم بھی متعارف کیا گیا۔ ۱۵۱۴ میں طلیطلہ کے پادری نے حکمرانوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے دماغ سے اسلام مسخ کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات اٹھائیں:

- بچوں کو ۶ سے ۱۶ سال کی عمر تک ہسپانوی زبان میں پڑھنے لکھنے کی تعلیم دی جائے۔

---

[1] باس ول P 330-331 .

- تمام بچوں کو رجسٹر کیا جائے اور ماسٹر غیر حاضری کی اطلاع گورنر کو دے تاکہ والدین سے جرمانہ وصول کیا جائے۔
- والدین انہیں اتوار اور چھٹیوں کے دن مذہبی رسومات میں شریک کریں۔[۱]

ظاہر ہے ہسپانوی سیکھ کر نئی نسلوں نے عربی بھول جانی تھی۔ اور صرف قرآن کریم ہی سے نہیں بلکہ پورے دین سے رشتہ ٹوٹ جاتا تھا۔ اس نظام میں بڑے ہو کر اگر کبھی خواہش پیدا بھی ہوئی کہ نئی نسل اپنے آباء و اجداد اور ان کے دین کے بارے میں کچھ جانے، تو اس وقت تک معرفت کے تمام ذرائع ان کے لیے اجنبی زبان میں ہونے تھے۔ اس تعلیم سے ان میں مسلمان یا عرب اور بربر سے زیادہ عیسائی اور ہسپانوی ہونے کا احساس پیدا ہوا۔ (اور یہی احساس آج مسلمانانِ ہند میں پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان سے پہلے اپنے آپ کو ہندی سمجھیں اور اسلام نہیں بلکہ ہندوستانی ہونے پر فخر کریں۔ یہاں تک کہ پاکستان کا بھی یہی حال ہو گیا کہ اسلام سے پہلے پاکستانی بننا ضروری لگتا ہے اور بنگلہ دیش تو پاکستان سے بھی چار قدم آگے ہے)۔

ہسپانویوں کی اس شاطرانہ چال کو برطانویوں نے ۳۵۰ سال بعد برصغیر میں استعمال کیا۔ 'سپریم کونسل آف انڈیا' کے برطانوی وزیر لارڈ تھوماس میکالے نے ۱۸۳۵ میں انڈین تعلیم کے بارے میں اپنی بدنام تحریر میں لکھا:

> "ہمارے محدود وسائل کے پیش نظر ہمارے لیے ناممکن ہے کہ ہم تمام عوام کو تعلیم دیں۔ لہٰذا فی الحال ہمارے لیے یہ لازمی ہے کہ ہم ایسا طبقہ بنانے کی پوری کوشش کریں جو ہمارے درمیان اور ہمارے لاکھوں محکوموں کے درمیان ترجمان بن جائے۔ ایسا طبقہ جو خون اور رنگ میں انڈین ہو لیکن مزاج، خیال، اخلاق اور ثقافت میں انگریز ہو۔ اس طبقہ کو ہم یہ ذمہ داری سونپیں گے کہ وہ اس ملک کے مقامی لہجوں کو سائنس کی اصطلاحات سے بھر دیں جو مغربی مفردات سے لی گئی ہوں۔ اور انہیں درجہ بدرجہ تبدیل کر کے عوام کی اکثریت کو علم پہنچانے کا ذریعہ بنا دیا جائے۔"[۲]

درحقیقت انگریزی تعلیم کا نظام جو میکالے کے شدید مطالبہ کے نتیجے میں آج تک پورے برصغیر میں نافذ ہے اسے غلام ذہن کے لیے عملاً واحد 'قابلِ افتخار' نظام بنا دیا گیا ہے۔ رہے دینی مدارس تو ایک طرف انہیں معاشرے کے ایک مخصوص دائرے تک محدود کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف جو باقی رہا ہے اس میں بھی انگریزی نظامِ تعلیم کی اتنی آمیزش کر دی گئی ہے کہ امتزاج کے عمل سے دین کا نکھار باقی نہ رہے۔ اور یہ ایک اصول بنا دیا کہ جس نے مغربی طرز پر تعلیم حاصل کی وہی ملازمت کے حصول یا پیشہ اختیار کرنے کے قابل ہے۔

مالی استحصال

مدجنوں پر جزیہ تو عائد ہی تھا جسے ہسپانیہ میں 'بیسنٹ' کہتے تھے۔ میئرسن Meyerson نامی مؤرخ کے مطابق:

> "ہر مسلم گھرانہ بیسنٹ نامی ایک ٹیکس ادا کرتا تھا جو اس بات کی علامت تھا کہ وہ عیسائی معاشرے میں محکوم اور ادنی درجے کا ہے۔ اس اعتبار سے یہ جزیہ کے مشابہ تھا، یعنی کہ وہ ٹیکس جو اسلامی معاشروں میں ذمی ادا کرتے ہیں۔"[۳]

لیکن مدجن صرف 'جزیہ' ہی نہیں ادا کرتے تھے بلکہ بادشاہوں کی طرف سے عائد کردہ انواع و اقسام کے ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ چناچہ ایک دوسرے مؤرخ باس وِل Boswell لکھتا ہے:

> "مختلف شہروں میں ٹیکس کے درمیان کافی فرق تھا جو کہ شہروں کے 'الجماعہ' کے ریکارڈ سے بہتر معلوم ہو سکتا ہے۔ ایامِ جنگ میں اکثر شہروں سے گھڑ سواروں کے اخراجات کے لیے 'کاولریاس' نامی اضافی ٹیکس بھی وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن بعض 'الجماعہ' پر کاولریاس کا ٹیکس حالتِ امن میں بھی عائد ہوتا تھا۔ شاہی مُدَجّن اپنے زیرِ کاشت جائیدادوں پر علیحدہ سے ٹیکس بھی ادا کرتے تھے......"[۴]

یہ ان ٹیکسوں کے علاوہ تھے جن میں یہودی، عیسائی اور مسلمان سب شریک تھے۔

قانونی خلاف ورزیاں

آپ نے قانون کی خلاف ورزیوں کی اصطلاح تو سنی ہوگی۔ آیا قانونی کی ایسی خلاف ورزیاں کے بارے میں بھی سنا ہے جو قانونی بن جاتی ہوں یا قانون کے دسترس سے ہی نکل جاتی ہوں؟

---

[۱] Ibid, 52(Lea, '1906', Vol. 2)

[۲] Macaulay's Minute on Indian Education ۔

[۳] یہاں سے آگے تمام مغربی کتب کے حوالہ جات ہم نے برادر عکرمہ شہید کی کتاب 'تاریخ ناتمام' سے نقل کیے ہیں۔ ان قارئین کی آسانی کی خاطر یہاں فقط ان کے انگریزی نام ذکر کریں گے جنہیں یہ شک گزرے کہ یہ یک طرف اسلامی مصادر سے لی گئی روایات ہیں۔

Meyerson, Mark D. The Muslims of Valencia: In the Age of Fernando and Isabel: Between Coexistence and Crusade. Beverly: University of California Press, 1991, P 146

[۴] Boswell, John. The Royal Treasure: Muslim Communities under the Crown of Aragon in the Fourteenth Century. Connecticut:Yale University Press,1977, P 196-199

بلنسیہ میں مدجنوں پر عیسائی بلوائیوں کے دھاوؤں کا عمومی ذکر تو پہلے کر چکے ہیں۔ آیئے یہاں مغربی تاریخ دانوں کی زبانی ہسپانیہ میں ہونے والی قانونی خلاف ورزیوں کے چند واقعات نقل کرتے ہیں:

”بعض دفعہ معزز عیسائی بے جا تشدد اور ظلم کے ذریعے مسلمانوں کی پوری آبادی پر دہشت پھیلاتے تھے۔ صلیبی جنگی سردار ڈی آلوس اور اس کے بیٹے ’الجماعہ‘ پر بھیانک ظلم کرتے تھے اور کسی کو جرات نہ تھی کہ بادشاہ کے ہاں مدجنوں کے لیے سفارش کرے۔ وہ بری طرح مسلمانوں کی بے عزتی کرتے اور جواب دینے پر انہیں مارتے۔ جانوروں کو عیسائیوں کی زمینوں پر چرانے جیسی معمولی خطاؤں پر ایسے مارتے کہ مسلمان کسی نہ کسی طرح معذور ہو جاتے۔ یہاں تک کہ بغیر کسی وجہ بھی ان کی مارپیٹ کرتے۔ حد تو یہ تھی کہ اس کے ایک بیٹے نے مسلمان خاتون کے گھر میں گھس کر اس سے زنا کیا۔ اور خاتون کے لیے شہر سے منتقل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔“[1]

ایک جگہ نقل کیا ہے کہ:

”۱۴اویں صدی میں یہ بہت عام بات تھی کہ مسلمان کو سینکڑوں من گھڑت توجیہات کے تحت یا حتیٰ کہ بغیر کسی معقول وجہ کے تاوان کی خاطر یرغمال کر لیا جائے۔ اس عمل میں سرکاری اہلکار اور عام عیسائی دونوں شریک تھے۔ اٹزوینا[2] میں تفتیش کے دوران شاہی اہلکار مسلمانوں کو الل ٹپ گرفتار کر لیتے تھے اور رہائی کے بدلے خطرناک رقم وصول کرتے تھے۔ بادشاہ کی طرف سے انہیں تب جا کر منع کیا گیا جب علاقے کے جاگیر دار نے شکایت کی کہ اغوا برائے تاوان کے خطرے سے بچنے کے لیے مُدَجّن بڑی تعداد میں ہجرت کر رہے ہیں جس سے انہیں نقصان ہو رہا ہے۔

ارندہ[3] کے کمانڈر نے ایک مُدَجّن کی بیٹیوں کو گرفتار کر کے ان کے والدین کو تاوان دینے پر مجبور کیا۔ جب بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے کمانڈر کو ایسا کرنے سے روک دیا لیکن اسے کوئی سزا نہ دی۔ جنگوں کے دوران سپاہیوں اور سرکاری اہلکاروں کے علاوہ عام عیسائی بھی مسلمانوں کو یہ بہانہ بنا کر گرفتار کر لیتے تھے کہ وہ ’باغی‘ ہو چکے ہیں اور تاوان کی خاطر قید کیے رکھتے تھے۔ اور مقصد صاف واضح تھا۔ کیونکہ فقیر یا نامعلوم مدجنوں کے بجائے تقریباً ہمیشہ ایسے معزز اور بادشاہ کے وفادار مُدَجّنوں کو گرفتار کیا جاتا تھا جو بھاری رقم ادا کرنے کے قابل ہوتے تھے۔ پھر بادشاہ اغوا کاروں کو سزا دینے کے بجائے رہائی کے بدلے مدجنوں کو تاوان کی کچھ نہ کچھ رقم ادا کرنے پر آمادہ کر لیتا تھا۔ چاہے ہر دفعہ یہ ثابت ہو جاتا ہو کہ مسلمانوں کو جھوٹے الزامات کے بہانے گرفتار کیا تھا۔“[4]

قانون میں تحفظ کے ہزار وعدے ہوں لیکن قانون نافذ کرنے کی اگر نیت ہی نہ ہو تو ایسے قوانین کی کیا حیثیت۔ پھر جب قانون بنانے والے ہی قانون شکنی کرتے ہوں تو انہیں کون منع کرے۔ گویا قانون کی یہ خلاف ورزیاں خود قانونی بن جاتی ہیں۔ دیکھا جائے تو اندلس کی اس حالت میں اور آج پاکستان کے فوجیوں، وڈیروں اور بھارت کے ہندو انتہا پسندوں میں کوئی فرق نہیں۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ ان سب خلاف ورزیوں کے باوجود محض قوانین پاس کرنے سے قانون ساز پاکستانی اسلامی ریاست کے شرعی حکمران اور انڈیا کی سیکولر ریاست کے علم بردار بن جاتے ہیں!

جبری فوجی خدمات

اسلامی خلافت میں ذمیوں کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی عقیدہ پر ایمان لانے والے سے......چاہے وہ عقیدہ باطل ہی کیوں نہ ہو...... توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے ہی عقیدے کے ماننے والوں کے خلاف لڑ پائے یا ان کے خلاف لڑنے والوں کے خلاف نہ ہو جائے۔ لیکن دیکھیے ہسپانیہ میں کیسے قوانین کے بہانے اہل ایمان کو اہل کفر کے لیے اپنی جان و مال قربان کرنے پر آمادہ کیا جاتا رہا۔ اور کیسے کفریہ قانون کے تحت رہنے والے اہل ایمان میں ’ایمان‘ کی حس جاتی رہی۔ ایک جانب ہسپانوی ریاست نے مسلمانوں پر تمام مظالم ڈھا رکھے تھے اور دوسری جانب اس ریاست کے تحت مدجن کے طور پہ رہنے والے چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے اپنی ’قومی شاہی قانونی‘ ریاست کے لیے فوجی خدمات بھی ادا کرتے تھے۔ چاہے ان کے مدمقابل اپنے ہی ’اہل ایمان‘ بھائی کیوں نہ مر رہے ہوں۔ چنانچہ مغربی تاریخ دان روایت کرتے ہیں:

”ان مدجنوں کی ذمہ داریاں اراغون کے دیگر ملازموں اور غلاموں کی طرح ہوتی تھیں۔ چاہے یہ خدمات بادشاہ کے لیے ہوں، یا معززین کے

[1]- باسول 356-357

[2]- Atzuena

[3]- Aranda

[4]- باسول 333-334

لیے یا کلیسا کے لیے......مثال کے طور پہ رکلہ[1] میں بادشاہ کے مسلمان ملازم کو سال میں چھ دن عسکری خدمت انجام دینی پڑتی تھی......۱۴ویں صدی میں ان خدمات سے مستعفی ہونے کے بدلے حکومت نقدی یا اجناس کی صورت میں ادائیگیاں وصول کرنے لگی۔"[2]

یہاں تک کہ سقوط غرناطہ سے قبل غرناطہ کے مسلمانوں کے خلاف طویل عرصے پر محیط صلیبی یلغار کے دوران مُدَجّنوں کو اپنے ہم وطن عیسائیوں کی مدد کرنے کے علاوہ انہیں مسلسل رقم بھی ادا کرنی ہوتی تھی:

"......۱۴۸۴ سے ۱۴۸۷ تک یہودی اور مسلمان غرناطہ کی مہمات کے لیے حکومت کو 'کچھ مقدار' ادا کرتے تھے۔"[3]

فضیحت کی فہرست میں مزید اضافے کے لیے یہ بھی جان لیں کہ ۱۴ویں صدی کے آغاز میں جب عیسائی فوج مُدَجّنوں کے علاقے میں ٹھہرتی تو انہیں فوجیوں کے لیے گھر سمیت دیگر لوازمات مہیا کرنے ہوتے تھے۔ چنانچہ مغربی روایت میں لکھا ہے:

"صرف بادشاہ یا جاگیر دار کے خاندان کے لیے ہی رہائش نہیں فراہم کرنی ہوتی تھی بلکہ تمام سپاہیوں اور یہاں تک کہ ان کی عیسائی اور غیر عیسائی کنیزوں کے لیے بھی! مُدَجّنوں کے گھروں کو ان طوائفوں سے بھر دیا جاتا تھا۔ انہیں مقامی عیسائیوں کے گھروں میں تب ہی بھیجا جاتا تھا جب مدجنوں کے گھر تنگ پڑ جاتے تھے...... بعض جگہوں پر مُدَجّنوں کے ذمے قریبی قلعے میں رہنے والے سپاہیوں کے لیے بستر اور چادریں فراہم کرنا بھی تھا۔"[4]

مدجن صرف مالی اور لوجسٹک مدد ہی فراہم نہیں کرتے تھے بلکہ باقاعدہ عسکری خدمات بھی ادا کرتے تھے۔ جیسے کہ مغربی روایت میں آتا ہے:

"اگرچہ مسلم آبادیوں اور عیسائی قابضین کے درمیان اکثر معاہدوں میں یہ شقیں موجود تھیں کہ مسلمانوں کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا، لیکن یہ شقیں آنے والے ادوار میں تقریباً مکمل طور پہ نظر انداز کر دی گئیں......اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۵ویں صدی سے قبل مسلمان سپاہیوں کو بادشاہ کی فوجی مہمات میں مدد دینے کا رواج بہت عام ہو چکا تھا۔ برنز Burns نے ۱۳ویں صدی کے حوالے سے اس رواج کو کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کی ابتدا پیٹر دی سریمونیوس Peter the Ceremonious کے پردادے نے ۱۲۸۳ میں فرانسیسیوں کے خلاف ایک جنگ میں کی جب اس نے بلنسیہ کے تمام 'الجماعہ' سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے فقیہ کی طرف سے 'منتخب کردہ' بہترین تیر باز اور نیزے باز دستہ فراہم کریں۔ زیورٹا Zurita کے مطابق پیٹر چہارم Peter IV کی یونین کے خلاف جنگوں کے دوران شاطبہ[5] کے کمانڈروں نے بلنسیہ اور دیگر علاقوں سے ایک بڑی تعداد میں مدجنوں کو اس غرض کے لیے جمع کیا......"[6]

یہاں تک کئی مسلمان واقعی یہ سمجھنے لگے کہ وطن کی خاطر عیسائی بادشاہ کے دشمنوں کے خلاف لڑنا ان پر فرض ہے:

"معلوم یہ ہوتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے زور و زبردستی کے بغیر بھی مُدَجّن سمجھتے تھے کہ اپنے وطن کے دفاع کا کچھ بوجھ اٹھانا ان پر لازم ہے۔ بلنسیہ کے عیسائیوں اور مسلمانوں نے رضاکارانہ طور پر قشتالہ کے خلاف حفاظتی پہرہ شروع کیا۔ اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ایسا کرنا منع تھا اور ایسی کارروائیوں میں ملوث پائے جانے والوں پر جرمانہ بھی عائد ہوتا تھا۔"[7]

اور مدجنوں کے عمائدین بادشاہ کے لیے از خود سپاہی منظم کر کے فراہم کرتے تھے:

"...... مسلم گھڑ سواروں کی فراہمی کا ذریعہ صرف 'الجماعہ' کی تنظیم نہ تھی۔ بے شمار معزز مُدَجّن اپنے خرچے پر چند گھڑ سواروں کا بندوبست کرتے تھے چاہے رضاکارانہ طور پہ ہو یا بر بنائے ذمہ داری۔ فرائج نامی ایسا ایک مدجن اراغون اور بلنسیہ کی سرحدوں کی خدمت کے لیے ہمیشہ کم از کم ایک گھڑ سوار تیار رکھتا تھا...... جبکہ محمد ابودمی جنگ کے آغاز سے ہی ذاتی طور پہ بادشاہ کے لیے گھڑ سوار کے طور پہ خدمت انجام دیتا تھا۔ اس ذاتی خدمت کے باوجود اسے 'الجماعہ' کی طرف سے بھی مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ ان کے ساتھ جنگی مہمات میں شرکت کرے۔ علاوہ بر آں اسے فصیل کی حفاظت

---

[1] Ricla

[2] باسول 166-167

[3] میرسن 170

[4] باسول 169-171

[5] Jativa

[6] باسول 171-173

[7] باسول 173-174

اور 'الجماعہ' کے ملازمین کی تنخواہیں بھی ادا کرنا پڑتی تھیں۔ بلنسیہ کے نمایاں معزز اور مالدار سعد القفاس شاطبہ میں گھڑ سواروں کے ایک دستے پر آنے والے اخراجات برداشت کرتا تھا۔"[1]

یہ تو ان کا حال تھا جو خود شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار بنتے تھے دوسری طرف جن مدجنوں سے غداری کا شک پڑتا تھا عیسائی ان کے اہل و عیال کو یرغمال بنا کر خدمات لیتے تھے:

"......ان حالات میں بھرتی کیے گئے افراد کی وفاداری کو یقینی بنانے کے لیے مُدَجّن کے بیوی بچوں کو یرغمال رکھا جاتا تھا۔"[2]

بتائیے کہ ان مدجنوں کی حالت میں اور آج کل تمام ممالک کفریہ میں رہنے والے مسلمانوں میں کیا فرق ہے جو قوانین کے مطابق حکومت کو ٹیکس ادا کرتے ہیں یا خود فوج میں بھرتی ہوتے ہیں اور پھر یہ افواج مل کر اسلامی ممالک میں آکر قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ اور فحش و فجور کے مرتکب ہوتی ہیں۔ اور پھر سوچیے کہ ان مسلمانوں کے درمیان کیا فرق جو اپنی ہی ممالک کی افواج میں شامل ہو کر کفار کے شانہ بشانہ اور ان کے اشاروں پر اپنی ہے ہم وطن مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ بھارتی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی افواج میں بھرتی مسلمان خود سوچ لیں! اور یہاں کے رہنے والے عوام جو دفاعی بجٹ پورا کرنے کے لیے ٹیکس ادا کرنے کے بجائے دنیا بھر کے مقروض ہو جاتے ہیں وہ کہاں تک اس گناہ میں شریک رہیں؟

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

بقیہ: مع الأستاذ فاروق

سچی بات تو یہ ہے کہ اپنے دین کا ولی و ناصر اللہ جَلَّ جَلَالُہُ ہے، اصل کامیابی اس کی رضا کا حصول ہے اور اسی کو اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اب اس کشور کشائی کو ظاہری معنیٰ میں لیں کہ سرزمینیں فتح کرنا یا معنوی معنیٰ میں لیں کہ سرزمینوں پر شریعت اور اللہ کے دین کو نافذ کر دینا، یہ دونوں مقاصد اللہ کی رضا اور اللہ کے بتائے دین و منہج کے مطابق محنت کرنے کے بعد کے ہیں۔

البتہ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ تحریکاتِ اسلامی کا اصل ایندھن قربانی ہوتا ہے خصوصاً شہادتیں اور خون، جس قدر یہ زیادہ ہوں اس قدر تحریکِ اسلامی آگے بڑھتی ہے، جو تحریکات اور ان میں موجود افراد اپنا اس قدر بچاؤ کریں کہ خون بچا بچا کر رکھیں تو یہ خون مثلِ فاسد خون ہو جاتا ہے جو تحریک کو ایک ساکت تالاب میں بدل دیتا ہے، دِل مردہ کی مانند جو وینٹی لیٹر سے زندگی حاصل کرتا ہو۔

محفلِ استاذ کو یہیں روکتے ہیں، اللہ پاک اس سلسلے کو راقم سمیت تمام امت کے لیے نافع بنائیں، ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھیں اور عمداً و خطاءً جو گناہ ہم سے سرزد ہو جائیں تو انہیں اپنے فضلِ خاص سے معاف فرمادیں، آمین یا ربّ العالمین!

وما توفيقي إلّا بالله. وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.
وصلى الله على نبينا وقرة أعيننا محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

بقیہ: جمہوریت کا جال

یہ چیز تصفیے کے مزاج کو جنم دیتی ہے، جہاں استعمال کے بعد چیزوں کو تلف کر دینا لوگوں کا عام مزاج بن جاتا ہے۔ پرانے لباس پر صبر اور اس کو ٹھیک کرنے کے بجائے اس کو ختم کر کے نئے سے تبدیل کر لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ازدواجی اور دیگر تعلقات بھی اسی رویے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کی خواہشات پر پورا نہیں اتر رہا تو اس سے جان چھڑا کر کسی ایسے سے تبدیل کر لیں جو پورا اترے۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

بقیہ: انہیں گھیرو!

اے مسلم عزیز! دشمن پر فتح اور خلافت کے قیام کا راستہ محض مسلّح عمل تک محدود نہیں، بلکہ یہ ان تمام جائز طریقوں اور راستوں پر مشتمل ہے کہ جن کے ذریعے عسکری جدوجہد کو طاقت، نصرت اور مہمیز ملتی ہے اور جو مستقبل میں امّتِ مسلمہ کی فتح کی طرف لے جاتے ہیں۔ تو تاخیر مت کیجیے، آج ہی سے جہاد میں اپنا کردار ادا کیجیے، چاہے وہ کردار عسکری ہو، مالی و اقتصادی ہو، تعلیمی و تربیتی ہو، ترغیبی و تحریضی ہو یا کسی اور قسم کا۔ صابر اور ثابت قدم رہیے، اپنے ارد گرد اپنے بھائیوں اور ساتھیوں میں بھی صبر اور استقلال پیدا کیجیے کیونکہ یہ جنگ ابھی اپنے عہدِ طفولیت میں ہے۔

والحمدللہ ربّ العالمین!

☆☆☆☆☆

---

[1]- باسول185

[2]- باسول183-182

مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

ہدایات برائے اعلام اور امنیت کی اہمیت

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء.

اللّٰهم وفقني كما تحب وترضى والطف بنا في تيسير كل عسير فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمين!

پچھلی محفل مع الأستاذ فاروق میں پاکستان میں تبدیلی لانے کے لیے انٹرنیٹ کے منصوبوں کے حوالے سے کچھ گفتگو کی تھی اور حضرت الأستاذ کے ایک خط سے چند اقتباسات اور ترشید و ہدایات تحریر کی تھیں۔ محفلِ ہٰذا میں بھی حضرت الأستاذ کے اسی خط سے چند اور باتیں پیش کرنے کی خواہش ہے۔ حضرت کے اس خط میں کئی ایک قیمتی باتیں ہیں، لیکن چونکہ پہلے سے اعلام کا موضوع چل رہا ہے تو وہیں سے آغاز کرتا ہوں۔

ہمارے مرشد، ظہیر بھائی (اسامہ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے اعلام کے حوالے سے چند شرعی سوالات استاذ سے پوچھے تھے۔ مرشد کا خط اور سوال تو میرے سامنے موجود نہیں، لیکن جوابوں کے مطابق اور پھر اس وقت چونکہ راقم مرشد کے ساتھ تھا تو اپنی یادداشت و حالات کے مطابق راقم یہاں اولاً سوال درج کرتا ہے ثم جواب جو استاذ نے لکھا۔ یہ سوالات استاذ نے ایک عالم (جن کا نام استاذ نے نہیں بتایا) اور اس وقت مرکزی تنظیم القاعدہ کے مسئولِ شعبۂ اعلام شیخ ابو عبد الرحمٰن المغربی سے پوچھے تھے اور استاذ شہید کی بھی اپنی رائے یہی تھی، فلہٰذا یہ جوابات ایک فتویٰ ہیں جو من و عن نقل کیے جا رہے ہیں، البتہ پروف کی غلطیاں درست کر دی گئی ہیں، جوابات واوین میں درج کر دیے گئے ہیں اور قوسین میں وضاحتی اضافے راقم کے ہیں۔

سوال: کیا اعلامی مقاصد کے لیے ہاتھ سے تصویر بنانا جائز ہے؟

جواب: ”اعلامی مقاصد کے لیے خود ہاتھ سے تصاویر مت بنائی جائیں۔“

سوال: ہاتھ سے بنی ہوئی ایسی تصاویر جو ہم نے نہ بنائی ہوں بلکہ کسی اور نے بنائی ہوں (مثلاً امریکی ڈالر کے نوٹ پر مختلف شخصیات کی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں) ان کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: ”پہلے سے بنی ہوئی تصاویر کو استعمال کر لیجیے، خواہ سوفٹ فارم میں موجود تصاویر ہوں یا پھر ہارڈ کاپی میں موجود کسی تصویر کو سکین کر کے یا کیمرے سے اس کی تصویر کھینچ کر اسے استعمال کر لیا جائے۔ یاد رہے کہ (مرکزی) السحاب سے نشر ہونے والی چیزوں میں (مرکزی) السحاب کی پالیسی یہی ہے کہ وہ ہاتھ کی تصویر کے استعمال سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ دروازہ کھولیں گے تو باقی جہادی سٹوڈیو ان کی اتباع کریں گے اور نجانے وسعت اختیار کرتے کرتے کہاں تک جائیں۔ نیز اگر مجبوراً کہیں استعمال کرنی پڑے تو (مرکزی) السحاب کے بھائی اس میں چہرے مٹا کر استعمال کرتے ہیں۔ البتہ آپ کو آپ کے کام کے لیے جو اجازت دی ہے وہ اس لیے ہے کہ السحاب کا نام نہیں آ رہا۔ نیز آپ لوگوں کو یہ جواز دینے کا ایک شرعی پس منظر یہ ہے کہ عرب دنیا کا 'المجد' اسلامی ٹی وی چینل علماء کی ایک لجنہ سے باقاعدہ فتاویٰ لے کر چلتا ہے اور وہ تصاویر استعمال کرتا ہے۔ نیز شیخ محمود رحمہ اللہ (شیخ عطیۃ اللہ اللیبی شہید) بھی ایک بھائی کو کارٹون فلمیں بنانے کی اجازت دے چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔“

سوال: کیا اپنی اعلامی اصدارت (productions: ویڈیو، آڈیو، پوسٹر سازی و تحریر) میں دشمنانِ دین کا تمسخر اڑانا، پھبتی کسنا، تذلیل کرنا، ہجو کہنا جائز ہے؟

جواب: ”رہی بات دشمنان دین کا تمسخر اڑانے، پھبتی کسنے، تذلیل کرنے، ہجو کہنے کی تو تین آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی اجازت ہے کیونکہ اصلاً کفر کرنے کے بعد کفار کی کوئی کرامت و حرمت باقی نہیں بچتی، خواہ وہ کفارِ اصلی ہوں یا مرتدین۔ یہ تین آداب درج ذیل ہیں:

أ. ان کا مذاق اڑانے کے لیے جھوٹ کا سہارا نہ لیا جائے، یعنی جھوٹی بات کہہ کر ان پر ہنسانے کی کوشش نہ کی جائے۔ وہی بات کہیں جو حقیقت پہ مبنی ہو۔

ب. نہ خود سے ان کے متعلق کوئی فحش بات کہیں، نہ ان کی کوئی فحش بات یا فعل تفصیل سے نقل کریں کہ اسے نقل کرنا خود فحاشی پھیلانے میں داخل ہو جائے۔

ج. تغییر خلق اللہ کے مرتکب نہ ہوں یعنی ان کی تصاویر، چہرے وغیرہ نہ بگاڑیں...... یعنی چہرے کو لمبا چھوٹا چوڑا وغیرہ نہ کریں...... البتہ کسی مکمل عضو کو بدل کر اس کی جگہ کسی جانور کا عضو لگا دینا اس سے خارج ہے، جیسے پرویز (مشرف) کا سر کتے پر لگانا یا کتے کا سر پرویز پر...... اس کا جواز شیخ محمود رحمہ اللہ (شیخ عطیۃ اللہ اللیبی شہید) دے چکے ہیں کیونکہ یہ جانور ان

انسان نما چوپایوں سے افضل ہیں اور ہم ان انسانوں کی ساخت سے چھیڑ چھاڑ نہیں کر رہے بلکہ عملاً اسے تصویری طور پہ کتا قرار دے رہے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

باقی، یہ بات فرق (مختلف) ہے کہ جب بات خالصتاً مجاہدین کی طرف سے یا ان کے کسی آفیشل سٹوڈیو (رسمی ادارے) سے آ رہی ہو تو ہم مصلحتاً کس انداز کو اختیار کرنا نامناسب سمجھیں یا اپنے اخلاق سے پست تر سمجھیں۔ آپ کے موجودہ پراجیکٹ[1] میں بہر حال اس کام کی گنجائش ذرا زیادہ ہے۔"

حضرت الأستاذ نے جب 'الطريق إلى التغيير' کے منصوبے کو اساسی طور پر تبدیل کرنے کا حکم دیا[2] تو ساتھ ہی استاذ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں تبدیلیٔ منصوبہ کا سن کر ظہیر بھائی فوراً واپس قبائل کی طرف آنے کا نہ سوچیں۔ اس لیے دو اسباب سے استاذ نے ظہیر بھائی کو قبائل کی طرف آنے سے منع کیا۔ پہلا تو یہ کہ منصوبے کو بدلا جارہا ہے لیکن جس نئے نہج پر منصوبے کو چلانے کی بات کی جارہی ہے تو یہ نہج کی تبدیلی ہے انٹرنیٹ و سوشل میڈیا پر مجاہدین کی اعلامی فعالیت کو ختم کرنے کی بات نہیں، بلکہ اس کی تو اشد ضرورت ہے۔ اس امر کی ۲۰۱۲ء میں بھی شدید ضرورت تھی کہ انٹرنیٹ پر خصوصاً سوشل میڈیا پر مجاہدین جو عالمی جہاد کے فکر و منہج سے واقف ہوں تو وہ عالمی جہاد کے فکر و منہج کے مطابق نئے اور غیر رسمی ناموں سے بھی دعوت چلائیں تا کہ

- مجاہدین کا جو موقف رسمی ناموں اور اداروں کی محدودیت، دشمن کی نگرانی و پروپیگنڈہ وغیرہ کے سبب خود عام مجاہدینِ عالی قدر، محبین و انصارِ مجاہدین اور اہلِ دین اور عوام المسلمین تک نہیں پہنچتا وہ نئے عناوین کے تحت پہنچنا شروع ہو جائے۔
- مجاہدین سے منسوب ایسے منصوبہ جات جو خود عالمی جہاد کے صحیح فکر و منہج سے واقف نہیں، یا جن کے یہاں غلو، شدت پسندی و انتہا پسندی یا مداہنت پائی جاتی ہے کے لیے بھی ان نئے ناموں سے چلتی دعوت ایک مقتدا و منبع بن جائے اور افراط و تفریط پر مبنی دعوت کا سدِّ باب کیا جا سکے (اس زمانے میں مجاہدین سے منسوب کئی ایک فورمز، بلاگز اور سوشل میڈیا صفحات ایسے تھے جن کے یہاں شدت کا پہلو غالب تھا، تفسیق و تفجیر حتیٰ کہ تکفیر بھی بعض نونہالوں کا کھیل بنی ہوئی تھی۔ اہلِ سنت کے مختلف طبقات کے علمائے کرام و قائدین کی ہجو کرنا اور ان پر پھبتیاں کسنا رواج سا بنا ہوا تھا، کی بورڈ پر ہاتھ دھرنے والے کئی ایک جذباتی نوجوان خود کو وقت کا شیخ الاسلام سمجھتے تھے۔ اس افراط نے مجاہدین کی دعوت کو اس وقت بہت نقصان پہنچایا، اللهم اهدنا الصراط المستقيم، اللهم الهمنا رشدنا وسددنا)۔

اس نہج و اسلوب پر صائب دعوت کی ضرورت و اہمیت کس قدر ہے سمجھنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جس وقت ان منصوبہ جات کے لیے اعلامی ساتھیوں کی تشکیلات کی گئیں تو شعبۂ اعلام کی مرکزی ٹیم میں کل پانچ ساتھی تھے، ظہیر بھائی خود (بطورِ امیر)، داود غوری بھائی (حفظہ اللہ)، ہشام گل بھائی، ابو محمد بھائی (حفظہ اللہ) اور راقم اور ان میں سے تین افراد کو اس کام کے لیے وقف کر دیا گیا جو کہ غیر رسمی تھا۔

جس طرح اس انداز و اسلوبِ دعوت کی ضرورت ۲۰۱۲ء میں 'شدید' تھی تو آج ۲۰۲۳ء میں اس انداز و اسلوب کی عالمی جہاد کے فکر و منہج کے مطابق ضرورت 'اشد' ہے۔

سبحان اللہ! عجیب بات ہے کہ انتہا کی کوکھ سے انتہا ہی جنم لیتی ہے۔ کل اگر افراط تھا تو بعد میں یہ تفریط میں بدلنا شروع ہو گیا۔ کل اس افراط سے داعشی خوارج پیدا ہوئے جن سے ناحق قتلِ مسلم، بھتہ خوری اور غیر صائب و غیر مصلحت افعال سرزد ہوئے تو بعد میں بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جو جا جا کر عالمی کفر کی اتحادی فوج کے سامنے تسلیم ہو گئے، انہوں نے اپنے شہید ساتھیوں کے خون اور اسیر ساتھیوں کی قربانیوں سے بے وفائی کی اور پشاور و ملتان میں خفیہ ایجنسیوں سے سیف ہاؤس وصول کیے اور منہجِ جہاد سے ایسے دستبردار ہوئے کہ عزیمت و عظیمت کے راہیوں کے متعلق بری زبان استعمال کرنے لگے اور مجاہدین کی صفیں توڑنے کی بھی کوشش کی، اور ایسے لوگ ان کی صفوں سے برآمد ہوئے جنہوں نے جہادی دعوت و اعلام کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کی گویا باطل کے ہم رکاب ہو گئے۔

اعلام جہاد کا حساس ترین شعبہ ہے کہ اعلام بیک وقت دعوت و قتال دونوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ ایک عرب عالمِ دین کا قول ہے کہ 'اعلام کے مجاہد کا رباط، خطرناک ترین رباط ہے کہ ذرا یہ راہ سے پھسلا تو ساری دعوت بھی ساتھ ہی راہ سے پھسل گئی'۔ اعلامی مجاہد کے زبان و قلم سے ایک بات نکلتی ہے اور مقاتل ساتھی کی گولی وہیں جا کر لگتی ہے جسے اعلامی کے زبان و قلم نے ہدف بنایا ہوتا ہے۔ ۲۰۱۳ء کی بات ہے کہ راقم السطور 'الطريق إلى التغيير' سے وابستہ تھا اور ظہیر بھائی کے ساتھ تھا تو ایک ماہ کے لیے راقم کا قبائل و افغانستان کی طرف جانا ہوا۔ وہاں ایک محترم شہید ساتھی سے اس بات پر بحث ہو گئی کہ بعض عسکری ساتھی قتال وغیرہ میں احتیاط نہیں کرتے۔ جواباً ان ساتھی نے مجھے کہا کہ عسکریت کے لیے ایک خاص عسکری یا فوجی مزاج کی

[1] موجودہ پراجیکٹ سے مراد 'الطريق إلى التغيير' ہے جس کے متعلق پچھلی نشستِ استاذ میں بات ہو چکی ہے۔

[2] پچھلا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

ضرورت ہوتی ہے اب آپ جیسے اور سراقہ بھائی[1] جیسے لوگوں کو کارروائی کے لیے نہیں بھیجا جا سکتا ناں! راقم یہ سن کر خاموش ہو گیا اور جب ظہیر بھائی کے پاس واپسی ہوئی تو یہ واقعہ میں نے ظہیر بھائی کو سنایا۔ جواباً مرشد ظہیر بھائی کہنے لگے کہ میں سمجھتا ہوں کہ سراقہ بھائی جیسے لوگوں کو میدانِ قتال میں ایسے لوگوں کی نسبت اتارنا چاہیے جن کے سامنے مفاہیم جہاد اور قتلِ ناحق کے مسائل واضح نہ ہوں کہ اگر محض عسکریت کی بنیاد پر ساتھیوں کو اتارا جائے اور وہ فکر و منہج اور ہدایاتِ شریعت سے مبرا ہوں تو پھر وہی ہوتا ہے جو ہو رہا ہے (غالباً مرشد شہید نے اس گفتگو کے بعد داتا دربار دھماکوں کی بات کی جن میں پچاس سے زیادہ عام لوگوں کو جاں بحق کر دیا گیا)۔

بہر کیف، بات یہ ہو رہی تھی کہ استاذ نے ظہیر بھائی کو پاکستان میں ہی رہنے کی تاکید اس لیے کی تاکہ دعوت کا کام آگے چلتا رہے۔ جبکہ دوسرا سبب امنیات تھا۔ استاذ مشائخ کی ہدایات کی روشنی میں چاہتے تھے کہ جس قدر ساتھی قبائل خصوصاً وزیرستان سے باہر محفوظ رہ سکیں اچھا ہے۔ حضرت الأستاذ نے ظہیر بھائی کو لکھا:

> ”آپ چند دن گزارنے کے لیے برائے مشاورت یہاں آنا چاہیں جیسا کہ آپ نے پہلے ذکر کیا تھا تو اور بات ہے [گو کہ ایسا کرنا بھی ضروری نہیں] لیکن مکمل واپس منتقلی کا ابھی فوری نہ سوچیں تو اچھا ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ امریکی انتخابات میں بس چھ ماہ باقی ہیں، اور پاکستانی انتخابات میں بھی تقریباً آٹھ ماہ۔ یہ چند ماہ بہت ہی نازک ہیں۔ اوباما جانے سے قبل زیادہ سے زیادہ بڑے کارنامے دکھا کر اور ہمارا مکمل علاج کر کے جانا چاہتا ہے تاکہ انتخابات میں کامیاب ہونے کے لیے اس کے پاس کوئی پتے موجود ہوں اور اس کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرے گا۔ نیز یہ خدشہ اسے بھی ہے اور شاید پاکستانی فوج کو بھی ہو کہ نئے پاکستانی انتخابات کے بعد آنے والی حکومت اور انتخابات کے بعد کی فضا کسی فوجی آپریشن اور امریکہ سے تعاون کے معاملے میں کتنی سازگار یا ناسازگار ہو گی؟ اس لیے فوج بھی شاید اس مرحلے پہ کچھ کرنا چاہے اور بظاہر اطلاعات بھی اسی امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ فوج کم از کم محدود پیمانے کا آپریشن تو چاہتی ہے۔ اس اعتبار سے بھی میری خواہش ہے کہ اگر آپ کے لیے اگلے چند ماہ نیچے محفوظ انداز سے گزارنا ممکن ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ **کام چاہے ٹکے کا نہ ہو، لیکن آپ محفوظ رہیں، یہ اس مرحلے میں میرے نزدیک زیادہ اہم ہے۔** امید ہے آپ ناراض ہوئے بغیر میری اس درخواست پہ غور کریں گے۔ صاحبِ صبح و قندیل (شیخ ایمن الظواہری) نے بھی یہاں سے رش کم کرنے اور ساتھی اِدھر اُدھر تقسیم کرنے کا پیغام دیا ہے۔ یہاں باہمی ربط، ملاقاتیں، نقل و حرکت کافی مشکل ہو چکی ہے۔ (میران شاہ) بازار اب ہر دوسری جگہ سے زیادہ خطرناک ہو چکا ہے جس کے سبب بازار کو بڑی حد تک چھوڑ دیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ باہمی ربط کو مشکل بناتا ہے۔ ایسے میں اگر آپ کے لیے وہاں ہی کچھ عرصہ اپنی ٹیم سمیت اطمینان و امنیت سے گزارنا ممکن ہو تو بہت اچھی بات ہے۔ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کے خطوط پر اگر آپ کی نگاہ پڑی ہو تو شاید وہ بھی آپ کے دل کو اس آپشن پہ مزید جما دیں۔ شیخ کا اصرار رہا کہ ساتھیوں کو یہاں سے نکال کر نیچے اتارا جائے اور یہ مفروضہ نہ قائم کیا جائے کہ نیچے اترنا لازماً گرفتاری کے مترادف ہے، بلکہ احتیاط کے ساتھ دنیا میں کہیں بھی رہا جا سکتا ہے اور بے احتیاطی کے ساتھ انسان جنگلوں و پہاڑوں میں بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور اصل حفاظت تو رب تعالیٰ کی ہے۔ اللہ آپ کی ہر شر سے حفاظت فرمائے، محفوظ رکھے، اپنے دین کی مزید خدمت آپ سے لے اور آپ کی صحبت و رہنمائی سے مجھے محروم نہ کرے، آمین۔“

درج بالا اقتباس میں اس جملے 'کام چاہے ٹکے کا نہ ہو، لیکن آپ محفوظ رہیں، یہ اس مرحلے میں میرے نزدیک زیادہ اہم ہے' کو جلی الفاظ میں لکھنا اور اس کے نیچے کشیدہ گیا خط، استاذ ہی کی جانب سے ہے۔ تحریکات کی زندگی میں بعض مواقع ایسے آتے ہیں جہاں افراد کا محض بچ جانا، تحریک کے فعال ہونے سے زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ تحریکِ مجاہدین کو سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی رحمہما اللہ کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو علَمِ جہاد کو گرنے نہ دیں، اس دعوت و تحریک اور فکر و منہج کی حفاظت کریں جو ان کے اسلاف نے چھوڑا ہوتا ہے اور اگلی نسل کے اہل وارثوں کو منتقل کر دیں۔ راقم کی دانست میں استاذ کا اشارہ بھی اسی جانب ہے اور مشائخ القاعدہ نے ہمیشہ اس نقطے کو ملحوظ رکھا ہے اور اسی نقطے کے حصول و اتمام کے لیے مختلف صلاحیتوں کے حامل ساتھیوں کو دنیا بھر میں بکھیر رکھا ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 91 پر)

[1] مولوی حافظ محمد سعد شہید رحمۃ اللہ علیہ جو دار العلوم کراچی کے فاضل عالم دین، ایک ہونہار اور عبقری طالبِ عالم اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ آپ کو میدانِ جہاد سراقہ کے نام سے جانتا ہے، حضرت الأستاذ کے محبوب شاگرد اور راقم کے بلا تکلف دوست و ساتھی تھے۔ ۲۰۱۵ء میں قندھار، افغانستان میں امریکی و امریکی غلام مرتد افغان فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

پہلی قسط

جمہوریت کا جال

جمہوری نظام میں شرکت کی جھوٹی امیدوں کا پردہ چاک کرتی ہوئی تحریر

محمد ابراہیم لَڈوِک

محمد ابراہیم لَڈوِک (زید مجدہ) ایک نو مسلم عالمِ دین ہیں جنھوں نے عالَمِ عرب کی کئی جامعات میں علمِ دین حاصل کیا۔ موصوف نے کفر کے نظام اور اس کی چالوں کو خود اسی کفری معاشرے اور نظام میں رہتے ہوئے دیکھا اور اسے باطل جانا، ثم ایمان سے مشرف ہوئے اور علمِ دین حاصل کیا اور حق کو علی وجہ البصیرۃ جانا، سمجھا اور قبول کیا، پھر اسی حق کے داعی بن گئے اور عالَمِ کفر سے نبرد آزما مجاہدین کے حامی اور بھرپور دفاع کرنے والے بھی بن گئے (نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا)۔ انہی کے الفاظ میں 'میرا نام محمد ابراہیم لَڈوِک ہے (پیدائشی طور پر الیگزانڈر نیکولئی لڈوک)۔ میں امریکہ میں پیدا ہوا اور میں نے علومِ تاریخ، تنقیدی ادب، علمِ تہذیب، تقابلِ ادیان، فلسفۂ سیاست، فلسفۂ بعد از نو آبادیاتی نظام، اقتصادیات، اور سیاسی اقتصادیات امریکہ اور جرمنی میں پڑھے۔ یہ علوم پڑھنے کے دوران میں نے ان اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جو دنیا کو متاثر کیے ہوئے ہیں اور اسی دوران اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک سیاسی اور اقتصادی نظام ہے جو حقیقتاً اور بہترین انداز سے ان مسائل کا حل لیے ہوئے ہے اور یوں میں رمضان ۱۴۳۳ھ میں مسلمان ہو گیا'۔ اللہ پاک ہمیں اور ہمارے بھائی محمد ابراہیم لڈوک کو استقامت علی الحق عطا فرمائے، آمین۔ جدید سرمایہ دارانہ نظام، سیکولرازم، جمہوریت، اقامتِ دین و خلافت کی اہمیت و فرضیت اور دیگر موضوعات پر آپ کی تحریرات لائقِ استفادہ ہیں۔ مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' شیخ محمد ابراہیم لَڈوِک (حفظہ اللہ) کی انگریزی تالیف 'The Democracy Trap' کا اردو ترجمہ بطورِ مستعار مضمون پیش کر رہا ہے۔ (ادارہ)

تعارف

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ نفس اور اعمالِ بد کے شر سے اللہ ہی کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ جسے ہدایت دے دیں اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ کر دیں، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

جمہوریت کیوں اسلام کے ساتھ میل نہیں کھاتی، اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اور اب اس حقیقت میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جانا چاہیے کہ جمہوریت شرک کی ایک قسم ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا ایک حق (قانون سازی) انسانوں کو تفویض کر دیا جاتا ہے۔

یہ کتاب اختصار کے ساتھ ایسی متعدد وجوہات کا تذکرہ کرتی ہے کہ جن کی بنا پر اسلام اور جمہوریت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور پھر مزید ان نکات پر بھی روشنی ڈالتی ہے جن سے بعض مسلمان اُس ''مصلحت'' کی آڑ میں صرفِ نظر کر جاتے ہیں جسے وہ جمہوری نظام میں داخل ہوتے ہوئے وجہِ جواز بناتے ہیں۔

اس تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ان بنیادی خرابیوں سے متعلق ہے جو جمہوریت میں بطورِ ایک حکومتی نظام موجود ہیں، تاکہ اس کے اسلام کے ساتھ مکمل طور پر ناموافق ہونے اور غیر شرعی ہونے میں کوئی شک نہ رہے۔ چونکہ اس پر پہلے سے تفصیلی بحثیں موجود ہیں اس لیے یہ حصہ بنیادی طور پر ایک تنقیدی جائزے کے طور پر ہو گا۔ جبکہ دوسرا حصہ بعض لوگوں میں پائے جانے والے اس خیال کہ: ''بلاشبہ جمہوریت غیر اسلامی ہے، مگر اس کو اسلامی اہداف وعزائم پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ کہ بحالتِ مجبوری اور مسلمانوں کے ضعف کے سبب اس کی اجازت ہے'' پر بحث و گفتگو کرتا ہے۔ مزید اس میں جمہوریت کے ان چند پہلوؤں، اس کے طریقۂ کار اور ان مضر اثرات کے بارے میں بھی بات کی گئی ہے جن سے اکثر مسلمان لاعلم ہو سکتے ہیں، جو یہ واضح کرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اگر یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ مجبوری میں جمہوریت کو اختیار کرنے کا جواز موجود ہے، تو بھی اس میں شمولیت کے نقصانات بالآخر اس سے حاصل ہونے والے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔ یوں یہ امر اس کو ناجائز بنا دیتا ہے۔

مسلمانوں کے لیے تو بس یہی کافی ہے کہ وہ قرآن و سنت کو سمجھیں اور جس حد تک ممکن ہو، اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں۔ لیکن متعدد وجوہات کی بنا پر آج کئی مسلمان یہ سمجھتے ہوئے کہ اصل اسلامی تعلیمات آج کے جدید دور کے لیے ناقابلِ عمل اور غیر موزوں ہیں، قرآن و سنت کی اتباع سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ جدید کا تو خاصہ ہی بدعنوانی ہے، سو اس کے موافق خود کو ڈھالنے کی کوشش کرنا کوئی دانشمندی نہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اِن حقیقتوں کو واضح کر سکے گی اور اُن جھوٹی امیدوں کو بھی رفع کرے گی جو شیطان نے مسلمانوں کے سینوں میں بسا رکھی ہیں، تاکہ نہ صرف یہ کہ مسلمان اس جمہوری نظام کا حصہ بننے سے باز رہیں بلکہ ان کا یہ ایمان بھی مضبوط ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا بہترین و کامل ترین راستہ ہے۔

جدیدیت تو بس ایک امتحان اور آزمائش کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ کا ہم سے وعدہ ہے کہ ہر وہ عمارت جس کی بنیاد باطل پر قائم ہو گی اس نے نیست و نابود ہو کر رہنا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ سود سے کمایا گیا مال ضائع ہو کر رہے گا۔ اگر ہم آج کے اس نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے پر نہ بھی نکلے، تو بھی اللہ کے وعدے کے مطابق اس عمارت نے زمیں بوس ہو کر رہنا ہے۔

اللہ نے ہمیں کفار سے لڑنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ ہم اپنی کوششوں اور قوت سے انہیں شکست دیں...... کہ بلاشبہ فتح تو اللہ کی طرف سے ہی آتی ہے نہ کہ ہماری قوت کے بل پر...... بلکہ

اللہ نے ہمیں کفار اور ان کے مظالم کے خلاف لڑنے کا حکم ہمارے اپنے فائدے اور ہمارے نفوس کی پاکیزگی کے لیے دیا ہے۔

کفر کے ساتھ مفاہمت یا سمجھوتہ کر کے اور اسے اپنا کر کبھی کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی، خواہ یہ مفاہمت جزوی ہو یا محض ظاہری۔ بلکہ ہمیں کامیابی صرف اسی صورت میں ملے گی جب ہم کفر کو مکمل طور پر رد کر کے، اس سے مکمل براءت کا اظہار کریں اور اسلام کو مکمل طور پر اپنا لیں۔

پہلا حصہ

اسلام

.....فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (سورۃ الغافر: ۱۲)

''بس اب فیصلہ اللہ بلند و بزرگ ہی کا ہے۔''

مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلاَّ أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ أَمَرَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ ○ (سورۃ یوسف: ۴۰)

''اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کرتے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالی ہی کے لیے ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

'حکم'، جس کا ترجمہ بعض اوقات 'امر' اور 'فیصلہ' بھی کیا جاتا ہے، اس سے مراد قانون سازی یا فیصلہ سازی ہے۔ عربی زبان کے لفظ 'حکومۃ' کا ماخذ بھی یہی ہے۔ اللہ کے فیصلے ظاہری و غیبی ہر دو طرح کے معاملات میں سب سے برتر ہیں۔

احکامات کی تعمیل بھی عبادت ہی ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاء شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (سورۃ الشوریٰ: ۲۱)

''کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔ اگر فیصلے کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو (ابھی ہی) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔ یقیناً (ان) ظالموں کے لیے ہی دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت میں لفظ 'شَرَعُواْ'، (یعنی قانون سازی) مذہب کے سیاق میں استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا اطلاق ہر طرح کی قانون سازی پر ہوتا ہے کیونکہ اسلام ایک طریقِ حیات ہے جس کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے۔ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ دینُ اللہ کی پیروی تو نہیں کرتے جو اللہ نے ان کے لیے نازل کیا ہے بلکہ جن و انس میں سے ان کے شیاطین انہیں جو احکام دیتے ہیں، یہ ان کی اتباع کرتے ہیں۔ انہوں نے بعض چیزوں کو از خود (اپنے اوپر) حرام کر لیا جیسے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام۔ اسی طرح انہوں نے اپنے لیے مردار جانوروں کا گوشت کھانا، جوا کھیلنا اور دیگر اقسام کی اختراعات، گمراہی اور جہالت کو اپنے لیے حلال کر لیا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں انہوں نے جہالت میں از خود ایجاد کیا۔ حلال و حرام کے لیے ہر قسم کے باطل احکام گھڑے اور عبادات کے طریقے اور دیگر باطل تصورات تراشے۔''

بغیر کسی واضح اور مستند الہامی علم کے حلال و حرام کے بارے میں احکامات وضع کرنا جاہلیت کی ایک صفت ہے۔

اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ (سورۃ التوبۃ: ۳۰)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔''

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''عدی، جو اپنی قوم (قبیلہ طے) کے سرداروں میں سے ایک تھے اور جن کے والد حاتم الطائی اپنی سخاوت کے لیے مشہور تھے، مدینہ آئے۔ جب لوگوں نے ان کی آمد کا اعلان کیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: 'ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے'۔

عدی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: 'وہ اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے'۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

بلی انهم حرموا عليهم الحلال وأحلوا لهم الحرام فاتبعوهم فذلك عبادتهم اياه

'کیوں نہیں، وہ (علماء اور درویش) ان کے حلال کو حرام قرار دیتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے، اور وہ (یہود و نصاری) ان کی اتباع کرتے تھے، یہی ان کی عبادت تھی'۔"

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيناً○ (سورۃ الاحزاب:۳۶)

"اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالی اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

یہاں ایمان کو اللہ تعالی کے احکامات پر تسلیم و رضا کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ یہ ایمان کا جزو ہے کہ ہر قسم کے حالات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو حرف آخر مانا جائے۔ اس طرز عمل کا اطلاق ان فیصلوں پر بھی ہو جو سرے سے ہماری سمجھ سے ہی باہر ہوں۔

مثال کے طور پر جب حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اسامہ بن زیدؓ کو اُس مہم پر روانہ کیا جس کا فیصلہ خود حضور ﷺ فرما چکے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد متعدد عرب قبائل مرتد ہو کر باغی ہو گئے تھے۔ تو انہی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض مسلمانوں نے رائے دی کہ فی الحال اس مہم کو مؤخر کر دیں، کیونکہ اس صورت میں مدینہ غیر محفوظ ہو جائے گا۔

لیکن ابو بکرؓ نے ان سب اعتراضات کو رد کرتے ہوئے آپ ﷺ کے فیصلے پر عملدرآمد کرنے پر زور دیا کیونکہ آپؓ کی نظر میں حضور ﷺ کا فیصلہ ہر رائے پر مقدم تھا، بے شک حالات کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہو گئے ہوں۔ وقت نے آپؓ کے اس فیصلے کو صحیح ثابت کیا۔

حضرت علیؓ کا یہ قول بھی اسی طرز عمل کی عکاسی کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا:

لو كان الدين بالراي لكان اسفل الخف أولى بالمسح من أعلاه و قد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه۔

"اگر دین رائے اور قیاس پر مبنی ہوتا تو موزوں کا نیچے والا حصہ اوپر والے کی بہ نسبت مسح کا زیادہ مستحق ہوتا، مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنے موزوں کے اوپر ہی مسح کیا کرتے تھے۔"

اگر اللہ سبحانہ وتعالی یا اس کے رسول ﷺ کسی بات کا حکم دے دیں تو ہم پر اس کی اطاعت لازم ہے، خواہ اس کی حکمت ہمیں سمجھ آئے یا نہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واضح احکامات کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دینا تو کفر ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُواْ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلاَلاً بَعِيداً○ (سورۃ النساء:۶۰)

"کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعوی تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔"

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"آیت اپنے حکم اور الفاظ کے اعتبار سے عام ہے۔ یہ ان سب کی کی مذمت کرتی ہے جو فیصلہ کرتے ہوئے کتاب و سنت سے رجوع کرنے کے بجائے اپنی مرضی اور پسند کے کسی باطل فیصلے کو ترجیح دیں، اور یہاں پر 'طاغوت' سے یہی مراد ہے۔"

'طاغوت' کا ایک معنی وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں کی بنیاد قرآن و سنت سے ہٹ کر کسی اور چیز کو بناتے ہیں۔ یہ آیت اس چیز پر مزید دلالت کرتی ہے کہ وحیٔ الہی کے مطابق اپنے فیصلے کرنا ایمان کا خاصہ ہے جبکہ اس سے منہ موڑنا کفر کا۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (سورۃ المائدۃ:۵۰)

"کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالی سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے جس کی ابتدا یونان کی شرکیہ تہذیب سے ہوتی ہے، جس میں قوانین انسانی خواہشات کے مطابق مرتب کیے جاتے ہیں نہ کہ وحی الہی کے مطابق۔ جمہوریت تو بلاشک وشبہ جاہلیت کے اندھیروں کی طرف واپسی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (سورۃ الانعام:۱۱۶)

"اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔"

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت کسی پختہ علم کی بنیاد پر فیصلے نہیں کرتی بلکہ وہ محض اپنے اندازوں اور قیاسوں کے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔ اصل میں تو جہالت اور لاعلمی یہی ہے۔ عام عوام چونکہ کم علم ہوتے ہیں لہذا یہ لازم نہیں ہے کہ وہ فیصلہ سازی کے اہل ہوں۔ اسلام میں سیاست کے لیے تقویٰ اور راست بازی بھی مطلوب ہیں، جبکہ جمہوریت میں یہ حق صرف شہریت کی بنیاد پر ہی دے دیا جاتا ہے، جس میں فاسق وفاجر دونوں کو ہی برابر حق دیا جاتا ہے۔

اس لیے یہ واضح ہونا چاہیے کہ جمہوریت شرک کی ایک قسم ہے، جہاں ایک ایسا حق جو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور عبادت کا جزو ہے، وہ غیر اللہ کو سونپ دیا جاتا ہے۔ لوگوں کی مجموعی خواہشات کو انتخابات کے ذریعے قانون سازی کے لیے ایک جگہ اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر اطاعت کی صورت میں ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ، صرف یہی نہیں کہ اللہ کا حق انسانوں کو سونپا جاتا ہے بلکہ جمہوریت جس طرز پہ چلتی ہے، وہ بذات خود اس طریق حکومت سے متضاد ہے جو اللہ نے ہمارے لیے مقرر کیا ہے۔

یہاں کچھ لوگ حکومت کے انتظامی اور قانونی شعبوں میں فرق کرتے ہیں، اور قانون سازی کے لیے رائے شماری کو تو شرک مانتے ہیں لیکن اس کے علاوہ دیگر معاملات جیسے صدر وغیرہ کے انتخاب کے لیے اس کو ٹھیک مانتے ہیں۔ جبکہ یہ درست نہیں ہے، کیونکہ یہ صدر یا حکومت کا انتظامی شعبہ ہی ہوتا جن کے ذمے مقنّنہ کی طرف سے بنائے گئے قوانین کو نافذ کرنا ہوتا ہے، اور اکثر جمہوریتوں میں تو انتظامیہ مقنّنہ کی طرف سے قانونی طور پر اس بات کی بھی پابند ہوتی ہے کہ وہ دستور کی پاسداری کریں۔

بعض اوقات تو صدر کے پاس 'ویٹو' کا اختیار بھی ہوتا ہے، جس سے وہ مقنّنہ کی طرف سے منظور شدہ کسی بھی قانون کو نافذ العمل ہونے سے روک سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون سازی کا کچھ نہ کچھ اختیار اب بھی صدر یا سربراہ حکومت کے پاس موجود ہے۔ مثال کے طور پر اگر قانون ساز ادارہ کسی ایسے قانون کو منظور کرتا ہے جو عین شرعی ہو، جیسے شراب پر پابندی کا، تو صدر کے پاس اختیار ہے کہ وہ اس کو نافذ ہونے سے روک دے۔

اسلامی نظام میں کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کسی قانون کو بدل سکے، کیونکہ یہاں حکومت اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوتی ہے۔ یہی اسلام ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی جمہوری پارلیمنٹ اور صدر یا وزیر اعظم کسی ملک کے تمام قوانین کو شریعت کے تابع کر دیں، تب بھی وہ شرک ہی رہے گا۔ کیونکہ اس صورت میں شریعت کی پاسداری اس لیے کی جائے گی کہ وہ حکومت کا فیصلہ ہے، نہ کہ اس لیے کہ وہ اللہ کا قانون ہے۔

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کے بعض علمائے کرام کا قول ہے کہ:

ما بني على باطل فهو باطل

"جس چیز کی بنیاد باطل ہو، وہ خود بھی باطل ہے۔"

جس کا آغاز صحیح منہج پر نہ ہوا ہو، اس کا انجام بھی صحیح طریق پر نہیں ہو سکتا اور کسی بھی منہج کے صحیح یا غلط ہونے کا پیمانہ اس کا کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مطابقت رکھنا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ' وَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ' ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ."(صحيح مسلم:١٠١٥)

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا اللہ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '**اے پیغمبرانِ کرام! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو جو عمل تم کرتے ہو میں اسے اچھی طرح جاننے والا ہوں**' اور فرمایا: **"اے مومنو! جو پاک رزق ہم نے تمہیں عنایت فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ"**۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہے۔ دعا کے لیے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے) اے میرے رب! اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کو غذا حرام کی ملی ہے تو اس کی دعا کیونکر قبول ہو گی؟"

اسلام میں عملِ حکومت بھی مراسم عبودیت میں شامل ہے۔ عبادات خلوص و پاکیزگی کی متقاضی ہوتی ہیں۔ عبادت کا ایک ایسا عمل جس میں کسی بھی اعتبار سے حرام عناصر کی آمیزش ہو، اللہ کے ہاں قابل قبول نہ ہو گا۔

عالم اسلام کے عظیم عالم عبد اللہ بن مبارکؒ ایک مرتبہ جہاد کی عظیم عبادت کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ راستے میں ایک چشمے کے کنارے آپؒ نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑھ کر گھوڑا اس کے ساتھ باندھا اور وضو و نماز کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا گھوڑا کسی کی کھیتی میں منہ مار رہا تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، ''یہ اس میں سے کھا چکا ہے جو اس کے لیے حلال نہ تھی، لہٰذا اب اسے جنگوں میں استعمال کرنا مناسب نہیں''۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ گھوڑا کھیتی کے مالک کے حوالے کیا اور اپنے لیے ایک نیا گھوڑا خرید کر سفر پر روانہ ہوئے۔

سورۃ الکافرون کی تفسیر یہ واضح کرتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورۃ اس مضمون پر نازل کر دی جب قریش نے نبی ﷺ کو طاقت و اختیار میں شراکت کی پیشکش کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ نصف وقت صرف اللہ کی عبادت کیا کریں گے اور باقی وقت اپنے بتوں کی، اور اس کے ساتھ نبی ﷺ کو سیاسی قوّت و اقتدار کا مقام و عہدہ عطا کریں گے۔

یقیناً آپ ﷺ اس عہدے کا اسلام کی ترویج کے لیے بہترین استعمال کر سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ حالانکہ یہ وہ دور تھا جب مسلمان معاشی بائیکاٹ اور جسمانی تشدد سمیت مختلف مصائب میں گھرے ہوئے تھے، اور یہ پیشکش قبول کر کے آپ ﷺ ان کی خلاصی کروا سکتے تھے۔

اس سب کے باوجود آپ ﷺ نے انکار کیا کیونکہ اللہ کو بندگی میں پاکیزگی و اخلاص مطلوب ہے جو کہ نجاست و غلاظت سے علیحدہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ اسی میں شامل ہو جانے سے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

الإسلام يعلو ولا يعلى عليه (البيهقي-١٠٦/٥-١٠٨)

''اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے، مغلوب ہونے کے لیے نہیں۔''

جب آپ ﷺ نفاذ و غلبۂ اسلام کے کام کے لیے اٹھے، تو آپ ﷺ نے اس کام کے لیے ایسے ساتھیوں کو تلاش کیا جو ہر حال میں اسلام کا غیر مشروط ساتھ دیتے۔ آپ ﷺ کو بنو بکر بن وائل اور بنو شیبان بن ثعلبہ کی حمایت قبول کرنے کا موقع و اختیار بھی حاصل تھا، مگر ان دونوں قبائل نے اپنی حمایت و نصرت کو فارسیوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے سے مشروط کر رکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے نصرت کی یہ پیشکشیں قبول نہیں کیں باوجود اس کے کہ اس وقت آپ ﷺ انتہائی مشکلات و مصائب کا سامنا کر رہے تھے۔ حالانکہ یہ ایک بہترین موقع تھا کہ آپ ﷺ معمولی مفاہمت کے بدلے مسلمانوں کو مشکلات اور تنگ دستیوں سے نجات دلا سکتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ انتظار فرمایا، یہاں تک کہ انصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی طرف سے مکمل طور پر <u>غیر مشروط</u> اعانت کی پیشکش نہ آ گئی۔

لہٰذا یہ پوری منطق اور یہ استدلال ہی سنت سے متصادم ہے کہ جمہوریت کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی مقاصد و اہداف کو حاصل کرنے کی سعی کی جائے، کیونکہ یہ ایک ایسی کوشش ہے کہ جس میں آپ ایک ایسی غیر اسلامی قوت کے تابع رہتے ہوئے خدمتِ اسلام سرانجام دینے کی کوشش کر رہے ہیں جو خود مقام و مرتبے کے اعتبار سے اسلام سے بلند تر ہے۔ جب آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم مل گیا تو آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے اصول و قوانین کا نزول شروع ہوا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم روزِ آخر تک ان قوانین کے نفاذ کی مقدور بھر کوشش جاری رکھیں اور ہجرت کا حکم بھی اُس وقت تک زندہ رہے گا۔

اس ہجرت سے مراد دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف منتقلی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے خطۂ زمین کی طرف منتقل ہونا جہاں اسلام سے بالا کوئی قوت نہ ہو، اور جہاں اسلام کسی بھی دوسری قوت کے تابع نہ ہو۔ بے شک اگر کسی ملک میں اسلام انسانی حاکمیت کے تابع ہو تو اس نظام حکومت کو کسی بھی صورت میں اسلامی نہیں کہا جائے گا۔

یہاں پیشِ نظر اسلام کا نفاذ اور اس کی توسیع ہے، اور ہجرت اسلام کو قوت فراہم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قریش مکہ مسلمانوں کی ہجرت کی راہ میں رکاوٹ بنتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی کفار مسلمانوں کو ان علاقوں کی طرف ہجرت سے روکتے ہیں جہاں اسلام کا غلبہ ہو۔

کامیابی اتباعِ سنت ہی سے حاصل ہو گی، کیونکہ یہ راستہ نبی آخر زماں ﷺ کا راستہ ہے۔ جو کوئی بھی اس کے علاوہ کسی راستے کا انتخاب کرے گا تو یہ راستہ اس کو ایسی منزل کی طرف لے جائے گا جو نبی ﷺ کی منزل نہ ہو گی۔

عقیدہ

یونانی اور دیگر کئی مشرکانہ دیومالائی داستانیں خدا کی ذات کا ایسا تصور پیش کرتی ہیں کہ گویا معاذ اللہ خدا کے انسانوں کے ساتھ تعلقات ہوں اور اس سے اولادیں بھی ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کو باقی انسانوں سے زیادہ مقدس تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانوں کو قانون و شریعت کا منبع و ماخذ سمجھ کر ان کی طرف رجوع کرنے کی نظریاتی داغ بیل پڑتی ہے۔

عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی خدا اقرار دے کر عبد اور الٰہ کے تصور کو خلط ملط کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک دفعہ اس نظریے کو اپنالے کہ کوئی انسان ہی خدا بھی ہے، تو پھر یہ اس کے لیے انسانوں کی بندگی کرنے کو بہت آسان کر دیتا ہے، اور اس بندگی میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ تسلیم کر لیتا ہے قانون و شرع وضع کرنے کا حق محض اللہ کا نہیں، بلکہ کسی انسان کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

نظریاتی سطح پر دیکھا جائے تو جمہوریت کی بنیاد شہریت کے اصول پر ہے۔ حقیقی یونانی جمہوریت میں صرف ریاست کے شہریوں کو یہ حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ سیاست میں حصہ لے سکیں، اور ایک غیر ملکی کبھی بھی شہریت حاصل نہیں کر سکتا تھا، اس بات سے قطع نظر کہ وہ یا اس کا خاندان کتنے ہی عرصے سے یونان میں کیوں نہ آباد ہو۔

آج کل کے دور میں بھی شہریت کے تصور کو جائے پیدائش یا نسلی خطوط پر استوار کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مشرک کو بھی کم و بیش اتنے ہی حقوق حاصل ہوں گے جتنے کسی مسلمان کو ہیں، اور تقویٰ اور راست بازی کسی کے سیاسی شمولیت کے حق پر اثر انداز نہیں ہو سکتی سوائے ہر ملک کے (قابلِ ترمیم) دستور و قانون کے مطابق بعض استثنائی صورتوں میں۔

یہ اس نقطۂ نظر کا قدرتی نتیجہ ہے کہ جو اس سوچ کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ بعض انسان طبعی و فطری طور پر دیگر سے زیادہ افضل و مقدس ہیں۔ یہاں (یعنی تصورِ جمہوریت میں) یہ باور کرایا جاتا ہے کہ شہریوں کو غیر شہریوں پر قدرتی برتری حاصل ہے، اور اس برتری کا سبب ان کا خاندان اور وطن ہے (یعنی ان کا علاقائی یا مقامی ہونا)، نہ کہ مذہب۔ اس کے برعکس اسلام اس چیز پر زور دیتا ہے کہ تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ کہ ہم سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے یکساں طور پر غلام ہیں۔

مذہب اور کردار کے بجائے حسب نسب اور قوم و نسل کی بنیاد پر ایک مخصوص گروہ کو برتر تصور کرنا اسلام سے پہلے کے تاریک دور جاہلیت کی ایک اہم صفت رہی ہے۔

> حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُتَيِّ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عِنْدَ أُبَيٍّ رَجُلاً تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعَضَّهُ أُبَيٌّ وَلَمْ يُكْنِهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ، قَالَ: كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمُوهُ؟ فَقَالَ: إِنِّي لاَ أَهَابُ فِي هَذَا أَحَدًا أَبَدًا، إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَعِضُّوهُ وَلا تَكْنُوهُ۔(ادب المفرد۔باب ۴۳۶)

> ”جناب عتی بن ضمرہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے آپ کو جاہلیت کی طرف منسوب کر رہا تھا، سیدنا ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے صاف گالی دی اور کنایہ نہ کیا، لوگ ان کی طرف تعجب سے دیکھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا: گویا کہ تم میری بات کو نامناسب سمجھ رہے ہو؟ پھر فرمایا: میں اس بارے میں کبھی کسی سے نہ ڈروں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص جاہلیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اسے گالی دو اور کنایہ اختیار نہ کرو۔“

’جاہلیت کی طرف منسوب کرنا‘ یا تَعَزَّى بِعَزَاءِ، سے یہاں مراد تکبر سے اپنے نسب پر فخر کرنا ہے۔ یہ جاہلیت کا جزو لاینفک ہے، جدھر لوگ اپنے نسب کی بنیاد پر خود کو دوسروں پر افضل سمجھیں۔

تاریخ

مغربی تہذیب کی جڑیں رومی اور یونانی تہذیب میں گڑی ہیں، اور وہ اس چیز کو فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ یورپی مؤرخین مذہبِ عیسائیت کے زوال کو ”روشن خیالی“ کا نام دیتے ہیں اور مذہب و اخلاقیات کے ترک کو ترقی کی علامت سمجھتے ہیں۔ اسی ترکِ عیسائیت کا ایک حصہ جمہوریت کا احیا تھا۔

وہ جس چیز کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں وہ یہ ہے کہ ایک ایسا معاشرہ کہ جس پر لوگوں کی خواہشات کی حکمرانی ہو وہ لامحالہ تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لوگ تو اپنے پیٹ اور شرم گاہ کی خواہشوں کے مطابق ووٹ دیتے ہیں، اور ہر اس شخص کو منتخب کرتے ہیں جو انہیں روٹی اور تفریح فراہم کرے۔ زوال پذیر اور فضول خرچ معاشرے عوام الناس کی کبھی نہ پوری ہونے والی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش میں دستیاب وسائل نہایت تیزی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ بالآخر ایسی آبادیاں پُر تعیش اور مسرفانہ طرزِ زندگی کے باعث کمزور ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ وسائل کی دستیابی بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔

پہلی بڑی جمہوریت جمہوریۂ روم تھی۔ سیکڑوں سالوں کے اسراف وضیاع پر مبنی طرزِ زندگی کا یہ نمونہ آخرکار تنزل کا شکار ہوا اور یورپ میں مزید قابلِ عمل نہ رہا۔ سماجی اور ماحولیاتی تنزل کے اس عرصے میں جمہوریت مزید قابلِ عمل نہ رہی اور اسی لیے ترک کر دی گئی۔ یورپ میں جمہوریت صرف تب ہی دوبارہ قابل عمل بن پائی جب یورپیوں نے یورپ سے باہر مختلف علاقوں پر قبضے کر انہیں اپنی نو آبادیاں بنانا شروع کیا جس سے ان کے وسائل میں اضافہ ہوا۔ اب البتہ پھر سے وہی مسرفانہ طرز زندگی جو کبھی قدیم رومی سلطنت کا خاصہ ہوا کرتی تھی، پوری دنیا کو متاثر کر رہی ہے۔ کیونکہ آج انسانیت کی اکثریت رومیوں کے جانشینوں کے زیر اثر ہے۔

جمہوریت اب یورپیوں کے نسلی برتری کے دعوؤں میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ شروع میں دیگر دنیا پر قبضے کرتے ہوئے یورپی اپنے مذہبِ عیسائیت کو اخلاقی جواز کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے، مگر جب انہوں نے عیسائیت کو ترک کر دیا تو پھر باقی دنیا پر قابض ہونے کے لیے نئے جواز گھڑے جس میں سائنس، عورتوں کے حقوق، اور جمہوریت بھی شامل تھے۔ وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جیسے یہ کوئی برتر نظام ہے، جس کے نتیجے میں وہ ایک برتر نسل مانے جائیں گے کیونکہ جمہوریت انہی کی تہذیبی روایات کی کوکھ سے نکلی ہے۔

یہ ہر اس ملک پر حملہ کر کے اپنے اس فریب کو حقیقت میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں جو جمہوری و لبرل اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو، اور ہر اس ملک کی حمایت میں پیش پیش ہوتے ہیں جو ان کی پیروی کرتا ہو۔ پھر وہ جمہوریت کے برتر ہونے کے ثبوت کے طور پر ان ممالک کی سماجی اور معاشی ترقی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جنہوں نے اس کو اپنایا اور اس سب کے نتیجے میں پھر اپنی تہذیب کی برتری ثابت کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، وہ جمہوری برتری کے اس فریب کو تقویت دینے کے لیے اس طاقت کا استعمال کرتے ہیں جو انہوں نے خود غیر جمہوری طریقوں سے حاصل کی ہوتی ہے۔

جب دوسری اقوام ان کے سیاسی ادارے، لباس، فنِ تعمیر، اور جمہوریت کے اصولوں کی پیروی کرتی ہیں تو اس سے ان کے مقام و مرتبے کو تقویت ملتی ہے اور ایک قائد یا راہنما کے طور پر دنیا میں ان کے مقام کی توثیق ہوتی ہے۔ یہ چیز پھر یورپ کی نسلی اور سماجی برتری جیسے افسانوی خیالات کی تائید کرتی ہے جو کہ دراصل یونانیوں ہی کے اس عقیدے کا تسلسل ہیں جس کے مطابق وہ تمام غیر یونانیوں سے افضل ہیں، اور ان کی اس برتری و فضیلت کا ایک سبب جمہوریت ہے۔

ظاہر ہے اس کی حقیقت ایک افسانوی خیال سے زیادہ کچھ نہیں ہے کیونکہ یونان کی جمہوریت ایک بہت بڑے طبقۂ غلاماں کے کندھوں پر کھڑی تھی۔ اور آج کی جدید لبرل ریاستوں کو بھی اپنا سیاسی نظام چلانے کے لیے اسی طرح ایک بڑی تعداد میں ایسی ظالم و جابر ریاستوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ان پر انحصار کرتی ہوں۔ ان کو ایسے ممالک سے سستے داموں وسائل درکار ہوتے ہیں جہاں مزدوروں کے کوئی حقوق نہ ہوں، جہاں کاریگروں کی اپنے حقوق کے لیے اٹھنے والی تحریکوں کو بدترین تشدد اور مظالم کے ذریعے کچلا جا سکے، بالکل اسی طرح جس طرح قدیم یونانی جمہوریت میں غلاموں کو محض اپنی خواہش اور مرضی پر مار پیٹ اور تشدد کا نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔

جب مسلمان جمہوریت میں حصہ لینے کے نقصانات و فوائد کا موازنہ کرتے ہیں تو وہ عموماً اس کے اس نقصان پر غور نہیں کرتے کہ جب وہ جمہوریت میں حصہ لیتے ہیں تو وہ اس سے یورپی و یونانی تہذیبی برتری کے سیاسی بیانیے کو تقویت پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ ایک یورپی مصنف کا قول ہے کہ ''تقلید چاپلوسی کی اعلیٰ ترین شکل ہے''۔ یعنی کسی کی پیروی کرنا درحقیقت یہ ہی کہنے کا ایک انداز ہے کہ ان کا طریقہ ہی صحیح یا اچھا ہے، اور اس چیز سے ان کی شان و شوکت اور طاقت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

استحکام

اہم فیصلوں پر دانا و نادان، نیکوکار و بدکار، ہر دو طرح کے لوگوں کو مشورہ و رائے اور اپنا حصّہ ڈالنے کی اجازت دینا بالآخر سنگین ماحولیاتی نتائج ظاہر کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے اس کے انجام پر غور نہیں کرتے کہ اگلے دس بیس سالوں میں اس فیصلے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔ طویل المدتی نتائج سے قطع نظر وہ صرف فوری حاصل ہونے والی راحت و سکون چاہتے ہیں۔

لہٰذا اس چیز کا امکان بڑھ جاتا ہے کہ ایسے سیاسی نمائندوں کو ووٹ دیے جاتے ہیں جو بدلے میں پیسہ فراہم کریں، قطع نظر اس بات کے کہ یہ پیسہ کیسے حاصل کیا جاتا ہے۔ جمہوریت میں سیاست دان اس دباؤ میں رہتے ہیں کہ لوگوں کی خواہشات کو پورا کرنے کا سامان کریں، جس کے نتیجے میں ان کی تمام تر توجہ اور صلاحیتیں صرف اگلے انتخابات، جو عموماً چند سالوں کی مدت میں دوبارہ آ جاتے ہیں، میں کامیابی حاصل کرنے پر مرکوز رہتی ہیں۔

یہ سیاسی نظام انہی سیاست دانوں کو نوازتا ہے جو ایسی پالیسیوں پر عمل پیرا ہوں جو وقتاً تو فوائد دے دیں لیکن مستقبل میں تباہ کن ثابت ہوں۔ اس کا اطلاق نہ صرف جمہوریت بلکہ وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو لبرل ازم پر بھی ہوتا ہے۔ جس کی بنیادی اساس ہی یہ ہے کہ حکومت کا مقصد صرف عوام کا معیارِ زندگی بہتر بنانا ہے۔

اس نظام نے یورپ میں جاگیرداری نظام کی جگہ لی۔ جس میں یہ مانا جاتا تھا کہ پادری و اشرافیہ معاشرے کی رہنمائی اور حکومت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ یہ بڑا اہم فرق ہے کیونکہ اگر معاشرہ اس بنیاد پر قائم ہو کہ زندگی کا مقصد بندگی ہے، تو حکومت کے کہنے پر لوگ ایک بڑی بھلائی کی خاطر تکالیف جھیلنے پر راضی ہو سکتے ہیں۔

اگر معاشرہ اس بنیاد پر قائم ہو کہ حکومت کا کام ہر ممکن حد تک عوام کی خواہشات کو پورا کرنا ہے تو پھر مشکلات برداشت کرنے کے لیے کوئی رغبت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ لوگ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ جیسے ہی معاملات ان کی خواہشات کے برعکس ہونا شروع ہوں تو وہ حکمرانوں سے جان چھڑا لیں۔

(باقی صفحہ نمبر 91 پر)

انہیں گھیر و!

الشیخ الشہید آدم یحییٰ غدن (عزام الامریکی) رحمہ اللہ

دو دہائیوں سے زائد عرصے سے مسلمانوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ فلسطین پر یہودی قبضے کا مناسب اور عادلانہ حل مغرب کی مدد و حمایت سے عربوں کے لیے ایک انتہائی لاغر، بے کس اور برائے نام خود مختاری کی حامل علیحدہ ریاست بنانے میں پنہاں ہے جو فلسطین کے کل رقبے کے ایک جزوِ حقیر پر مشتمل ہو گی، جبکہ زمین کا بڑا حصّہ یہود ہی کے ہاتھ میں رہے گا جس میں وہ اپنی مرضی سے حکومت کریں اور جیسے چاہیں بگاڑ اور فساد پیدا کریں۔ وہ نام نہاد 'دو ریاستی حل' جو کہ در حقیقت 'ڈیڑھ ریاستی حل' (یا شاید 'ایک اور ایک تہائی ریاستی حل') ہے، نہ صرف یہ کہ فلسطینیوں کی اکثریت کے لیے ناقابلِ قبول ہے بلکہ اسلام کے اصول و قواعد کے بھی خلاف ہے، اور اس حقیقت سے صرفِ نظر کرتا ہے کہ فلسطین ایک اسلامی علاقہ تھا اور ہمیشہ اسلامی علاقہ ہی رہے گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ فلسطینی 'مسئلے' (کے حل کے لیے) پیشرفت کا راستہ اور اس کا واحد عادلانہ حل 'اسرائیل' کو مکمل طور پر ختم کرنا اور مسلمانوں کے ہاتھوں، مسلمانوں ہی کے لیے پورے مسلم فلسطین کو آزاد و بازیاب کرانا ہے۔ فلسطین مسلمانوں کی زمین ہے، کیونکہ فلسطین انبیاء کی سرزمین ہے اور مسلمان...... نہ کہ یہود...... انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث و جانشین ہیں۔

جب تورات، انجیل اور قرآن مجید...... تینوں میں صراحتاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا وعدہ ظالموں کے لیے نہیں ہے چاہے وہ اولادِ انبیاء ہی کیوں نہ ہوں، تو پھر یہود کے اس دعوے میں کیسے کوئی صداقت ہو سکتی ہے کہ فلسطین پر ان کا پیدائشی حق ہے؟ بنی اسرائیل...... کہ جس میں سے یہود (کی نسل) برآمد ہوئی، نہ صرف یہ کہ ان فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہی جو ان پر عائد کیے گئے تھے کہ وہ صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے، اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نیک اعمال کریں گے، نیکی کی تلقین کریں گے اور بدی سے روکیں گے اور اس کا دین پھیلائیں گے...... بلکہ انہوں نے اپنی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث کیے گئے بعض انبیاء و رسل کا بھی انکار کیا، اور اس حد تک چلے گئے کہ ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو خدا کا شریک بنا لیا۔ تو پھر انبیاء کی قاتل اور ان کے پیغام کو مسخ کرنے والی نسل یہود، کس عدل کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ سرزمینِ انبیاء پر اس کا بھی کوئی حق ہے...... ماسوائے اسلامی ریاست کی پُر امن اور مطیع فرمان رعایا کی حیثیت سے؟

صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق، القدس میں واقع مسجدِ اقصیٰ زمین پر بننے والی اوّلین مسجد، مکّہ کی مسجد الحرام کی تعمیر کے چالیس سال بعد بنائی گئی۔ اگرچہ مؤرخین کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ کب اور کس نبیؑ نے سب سے پہلے انہیں تعمیر کیا، مگر اس حقیقت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان دونوں مساجد کی تعمیر اور مرمت انبیاءؑ ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ مسجد الحرام کی بنیادیں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم اور آپ کے بیٹے اور نبی حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اٹھائیں۔ وہی اسماعیلؑ کہ جن کی یہود و نصاریٰ اپنی مقدس کتابوں میں اپنے راہبوں، ربّیوں اور کاتبوں کی جانب سے گھٹائی بڑھائی اور اللہ کی جانب منسوب کی ہوئی باتوں کی بنیاد پر تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ بعد ازاں مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر و توسیع کا کام عظیم المرتبت نبی سیدنا سلیمانؑ نے کیا، جن پر یہود و نصاریٰ نہ صرف بت پرستی اور جادوگری کے الزامات لگاتے ہیں، اور ان کے والد پر زنا اور دیگر مکروہ و معیوب افعال کی تہمتیں لگاتے ہیں بلکہ وہ تو سرے سے اسی بات کے انکاری ہیں کہ سیدنا سلیمانؑ اور سیدنا داؤدؑ اللہ کے نبی تھے، اور تضحیک آمیز انداز میں ان کا تذکرہ 'بادشاہ سلیمان' اور 'بادشاہ داؤد' کے طور پر کرتے ہیں۔ تو کیسے ممکن ہے کہ انبیاء کے ایسے دشمنوں کو انہی انبیاء کی زمین اور علاقے سے کوئی نسبت ہو یا اس پر ان کا کوئی حق ہو؟!

عبرانی انبیاء کے زمانے سے لے کر زمانہ قبل از مسیحؑ تک، اور ان کے بعد آنے والی صدیوں میں بھی فلسطین...... بعض استثناءات کے علاوہ...... زیادہ تر ظالم و جابر اور مشرک حکمرانوں کے قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ ۶۳۷ء میں ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے خلیفۂ دوم، ہمارے سردار و سیّد عمرؓ بن الخطاب کی قیادت میں مسلمانوں نے اسے آزاد کرایا۔ عمرؓ نے مسجدِ اقصیٰ کی بحالی اور صفائی کا کام شروع کیا جسے ان سے پہلے نصاریٰ...... (کہ اس وقت القدس میں کوئی یہودی نہیں تھے)...... ایک کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ کے طور پر استعمال کرتے رہے تھے۔

مسلمانوں کے تحت فلسطین اور مسجدِ اقصیٰ پھلتے پھولتے رہے یہاں تک کہ القدس پر نصاریٰ کا قبضہ ہو گیا اور کتابِ مقدس (بائبل) پر ایمان لانے والے، عیسائی پاپا کے متبعین...... بلکہ اس کی عبادت و پرستش کرنے والے بنیاد پرست عیسائیوں نے ۱۰۹۹ء میں پہلی صلیبی جنگ کے دوران القدس کے سقوط کے بعد ایسی غارت گری مچائی کہ القدس کے تمام باسیوں (جن میں یہودی بھی شامل تھے، کہ اسلامی حکومت کے تحت القدس میں یہودی بھی آباد تھے) کا قتلِ عام کیا۔

۸۸ سال بعد ۱۱۸۷ء میں عظیم مسلمان قائد صلاح الدین ایوبیؒ نے القدس کو بازیاب کرایا اور اس پر اسلامی تسلّط بحال کیا۔ انہوں نے ایک بار پھر مسجدِ اقصیٰ کی صفائی اور تعمیر نو کا کام کیا، جسے صلیبی اپنے گھوڑوں کے لیے اصطبل کے طور پر استعمال کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد القدس پر اسلامی حکومت قائم رہی یہاں تک کہ ۱۹۱۶ء میں ایک بار پھر ہم یہودیوں اور صلیبیوں کے ہاتھوں فلسطین کھو بیٹھے، اس دفعہ یہ سانحہ قراردادِ بالفور اور سائیکس پیکو معاہدے کے ذریعے پیش آیا۔

بعض قارئین کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ میں نے فلسطین اور الاقصیٰ کی یہ مختصر تاریخ کیوں بیان کی ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ آپ ان مسلمانوں کی تعداد جان کر حیران ہوں گے جو فلسطین کی اسلامی تاریخ سے ناواقف ہیں اور اس حوالے سے بآسانی صہیونی پروپیگنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

فلسطین پر یہودی قبضے اور فلسطینیوں کی باقاعدہ نسل کشی اور ان پر مظالم و ایذا رسانی...... جس کا تازہ ترین مظہر غزہ کے خلاف حال ہی میں جاری اسرائیلی جارحیت ہے جس میں اب تک ۲۰۰۰ سے زائد مسلمانوں کی جانیں جا چکی ہیں اور ۸۰۰۰ سے زائد زخمی ہیں[1]...... سائیکس پیکو معاہدے کا لابدی نتیجہ ہیں۔ یہ وہی معاہدہ ہے جس کا مسوّدہ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ، فرانس اور روس نے رازداری سے تیار کیا اور ۱۹۱۷ء میں دنیا پر عیاں کیا۔ اسی منحوس معاہدے کی بدولت وہ مسلم قوم جو کبھی عظیم الشان قوت کی حامل اور متحد و متفق ہوا کرتی تھی، درجنوں کمزور و لاچار چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی جن پر مغرب ہی کے ٹوڈی اور ایجنٹ حاکم تھے۔ یہودیوں کے لیے فلسطین پر اپنے قبضے کو دوام دینا اور کسی سزا و پکڑ یا اپنے جرائم کے لیے جوابدہی کی فکر کے بغیر اور ہر قسم کی انتقامی کارروائی سے بے خوف ہو کر فلسطین کی آبادی کو مستقلاً اور انتہائی بے رحمی سے اپنی اطاعت پر مجبور کرنا اور ان کی تذلیل کرنا بھی براہ راست انہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا 'کارنامہ' ہے اور ان کی جانب سے اقوامِ متحدہ کے اساسی چارٹر کو منظور کرنے اور اس کی تصدیق و توثیق کرنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ یہ چارٹر تمام رکن ریاستوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ امریکی قیادت میں چلنے والی اور اسرائیلی رسوخ سے متاثر سکیورٹی کونسل کی قراردادوں کی پاسداری کریں گی اور تمام ممبر ریاستوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دیگر ممبر ریاستوں کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت کا دفاع کریں گی اور انہیں قائم رکھیں گی، بالخصوص اسرائیل۔ سائیکس پیکو معاہدے، اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور اس قسم کے دیگر تمام معاہدوں کو ردّ کر کے ہی ممکن ہے کہ فلسطین سمیت مسلمانوں کے تمام مقبوضہ علاقوں، اندلس تا مشرقی ترکستان، کو بازیاب کرایا جائے تاکہ ان علاقوں کی مسلم آبادی امن و سلامتی اور عزت و وقار کے ساتھ خلافتِ اسلامی کے سائے میں اپنی زندگی گزار سکے۔

- جب تک کہ اور بجز اس کے...... کہ اسرائیل کو نقشے سے مٹا نہ دیا جائے، غزہ امریکی حمایت و منظوری سے اور اس کی پابندیوں میں جکڑا ہوا، جدید دور کا ایک حراستی کیمپ ہی رہے گا اور انتہائی بیکار اور بودے ترین حیلے بہانوں کی بنیاد پر یہودیوں کی جانب سے بے اصول و اندھا دھند بمباری کا نشانہ بنتا رہے گا۔
- جب تک کہ اور ماسوائے اس کے...... کہ اسرائیل کو نقشے سے مٹا دیا جائے، فلسطین کے بچے ایک مستقل خوف کی فضا میں بڑے ہوں گے، ان کے حسّاس اور اثر قبول کرنے والے ننھے ذہن اسرائیل کی بمباریوں اور چھاپوں کی دہشت اور ان کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکت اور تباہی و بربادی کے انمٹ نقوش سے داغدار ہوتے رہیں گے۔
- تاوقتیکہ اور الّا یہ کہ...... اسرائیل کو نقشے سے مٹا دیا جائے، فلسطین کے بچے بدترین فقر و غربت اور محرومی سے گزرتے رہیں گے۔ ایک ایسی محرومی کہ جس میں وہ محض اپنے گھروں اور صحت سے محروم نہیں، بلکہ اپنی زندگیوں اور اپنے پیاروں سے بھی محروم ہیں۔
- تاوقتیکہ اور الّا یہ کہ...... اسرائیل کو نقشے سے مٹا دیا جائے، نہ صرف فلسطینی بچے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو گولیوں سے چھلنی ہوتا دیکھتے رہیں گے بلکہ ان کے والدین بھی اپنے بچوں کو اپنے ہی بازوؤں کے حلقے میں بھی...... قتل ہونے سے بچا نہ پائیں گے۔
- جب تک کہ اور مگر اس کے کہ...... اسرائیل کو نقشے سے مٹا دیا جائے، غزہ میں فلسطینی مائیں اور باپ اپنے بچوں کو ایک سست رفتار اور دردناک موت مرتے دیکھنے پر مجبور رہیں گے، کیونکہ وہ غزہ کے عملے اور وسائل سے محروم ہسپتالوں میں اپنے بچوں کو مناسب طبی علاج فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ اور یہ بھی تب ہو گا اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ اسرائیل اپنی فضائی بمباریوں میں ہسپتالوں کو نشانہ نہیں بنائے گا، جیسے اس نے عید الفطر کے روز الشفاء میڈیکل کمپلیکس اور بچوں کے کھیل کے ایک میدان کو نشانہ بنایا، جس میں کم از کم ۸ بچے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔
- جب تک کہ اور سوائے اس کے کہ...... اسرائیل کو نقشے سے مٹانے کے لیے عملی قدم اٹھائے جائیں، ایک ایسے عالمی اور علاقائی موقف کی آڑ میں جو واضح گٹھ جوڑ اور شرمناک خاموشی کے درمیان جھولتا رہتا ہے، اسی قسم کے ناقابلِ بیان جرائم کا ارتکاب کیا جاتا رہے گا۔

اور یہاں میں امیر المومنین ملّا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۴۳۵ھ کے پیغامِ عید کے الفاظ نقل کروں، جس میں انہوں نے کہا کہ

---

[1] شیخ عزام الامریکی نے یہ مضمون ۲۰۱۳ میں ضبطِ تحریر میں لایا تھا۔ للاسف پچھلے دس سالوں میں فلسطین کی حالت میں تبدیلی کے بجائے ابتری واقع ہوئی اور ابھی ۱۴۴۴ھ کے رمضان و شوال میں القدس اور غزہ پر ایک بار پھر اسرائیلی جارحیت کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ (ادارہ)

”ہم مظلوم فلسطینیوں کے خلاف قابض اسرائیل کی بہیمانہ جارحیت کی مذمت کرتے ہیں جس نے رمضان کے مبارک مہینے میں سینکڑوں اور ہزاروں فلسطینیوں کو قتل، زخمی اور بے گھر کیا ہے۔ ہم دنیا سے کہتے ہیں......اور بالخصوص عالمِ اسلام سے استدعا کرتے ہیں...... کہ ان جرائم پر خاموش نہ رہیں، کیونکہ ان پر خاموش رہنا ظلم ہے اور اس میں ہم سب کی شکست ہے۔ اس ظلم اور جارحیت کو روکنے کے لیے فوری اور عملی اقدام اٹھانا نہایت ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ اس علاقے اور پورے عالم کا امن و امان مزید خراب ہو جائے۔“

آج ہمارا پالا ایک ایسے وحشی دشمن اتحاد سے پڑا ہے جس کے افعال (مذہب) انسانیت، بقائے باہمی اور منطقی مذاکرات کے ان دروس کی کلیتاً مخالف ہیں جن کا وہ منافقانہ پرچار کرتا رہتا ہے۔ باقی دنیا سے ان اقدار کا پابند رہنے کا مطالبہ کرتے ہوئے بھی وہ خود انسانیت اور بقائے باہمی کے ہر اصول اور قاعدے کو جوتے کی نوک پر رکھے ہوئے ہے۔

غزہ میں شہری املاک، سکولوں، پناہ گاہوں، ہسپتالوں اور بچوں کے کھیل کے میدانوں پر وحشیانہ اور سنگدلانہ بمباری اور غزہ کی پٹی پر یہود و نصاریٰ اور ان کے اتحادیوں کی جانب سے عائد کردہ سخت گیر اور کبھی نہ ختم ہونے والا (معاشی) محاصرہ، پابندیاں اور بندشیں ایسے مظالم ہیں جو ظالم ہی کے دفاع کی خاطر، اور یہودیوں کے فلسطین پر باطل دعوے کے دفاع کی خاطر ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان ان سے صرفِ نظر یا اغماض نہیں کر سکتا۔ اگرچہ اقتصادی محاصرے اور تجارتی بندشیں وغیرہ جائز اور مؤثر عسکری تدبیریں / حکمت عملیاں ہیں، مگر تب جب ان کا متناسب استعمال کیا جائے اور حق اور اہلِ حق کے دفاع میں کیا جائے۔ مسلمان جیوش تاریخ میں بے شمار مواقع پر ان تدابیر کو بروئے کار لائے ہیں؛ یہودِ بنو قریظہ پر رسول اللہ ﷺ کی جانب سے عائد کردہ معاشی بندشوں سے لے کر عثمانیوں کی جانب سے قسطنطنیہ کے محاصرے تک؛ اور وہاں سے لے کر دورِ حاضر میں عراقی مجاہدین کی جانب سے بغداد میں صلیبیوں اور ان کے اتحادیوں کے محاصرے تک، بالخصوص گرین زون کے محاصرے میں کہ جس نے اس اتحاد کو کمزور کرنے اور بالآخر شکست دینے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ مگر فلسطینی شہروں اور دیہات کے خلاف اسرائیل کی بار بار دہرائی جانے والی جارحیت اور غزہ کی بے کس آبادی پر مسلّط معاشی محاصرہ اس بے عملی کی روش سے ختم نہیں ہو گا جس پر بدقسمتی سے عالم اسلام گامزن ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے اور یہودیوں اور صلیبیوں کو وہاں ضرب لگانے کے لیے کہ جہاں وہ تکلیف سے بلبلا اٹھیں، چاہیے کہ ہم ان پر اپنی جانب سے اقتصادی رکاوٹیں اور بندشیں نافذ کریں۔ بین الاقوامی تجارت و مالیات کو نشانہ و ہدف بنا کر ان کے اقتصادی قلب و شہ رگ پر حملہ کریں۔

مجاہدین کو چاہیے کہ دشمن ریاستوں کے لیے بین الاقوامی تجارت کو مفلوج کرنے کی سعی کریں۔ یا اگر یہ نہ کر سکیں تو کم از کم ان کے لیے اس کے اخراجات بڑھا دیں۔ اسلامی پانیوں میں موجود ان کے تجارتی جہازوں اور مال سے لدے بیڑوں کو نشانہ بنائیں، بندرگاہوں، آبی گزرگاہوں، آبناؤں، کھلے سمندر اور ان کے اپنے علاقائی پانیوں میں انہیں ہدف بنائیں۔ جب اور جیسے ممکن ہو ان کے سمندری راستوں میں خلل ڈالیں۔ یوں تو ان کا کوئی بھی جہاز ایک جائز ہدف ہو سکتا ہے، لیکن مغرب سمیت کسی بھی ملک کی معیشت کی اصل کلید اس کی برآمدات ہوتی ہیں۔

مجاہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی زمینوں میں صلیبیوں کے زیرِ انتظام تیل کے کنوؤں اور کانوں کو تباہ و خراب کر کے اور پائپ لائنوں کو تباہ کر کے تیل کو ساحل اور وہاں سے دشمن کے ہاتھوں میں پہنچنے سے روکیں اور اس طرح دشمن کو اس قیمتی تیل اور ان معدنی وسائل سے محروم کرنے کی بھرپور کوشش کریں جنہیں وہ ہم سے لوٹ کر ہم ہی پر مسلّط اپنی جنگی مشین کے لیے بطور ایندھن استعمال کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ دشمن کے پانیوں میں موجود ان کے آئل رِگز کو سبوتاژ کریں، ان کے سوپر ٹینکروں کو ڈبوئیں اور دریں اثناء ان کی انتہائی منافع بخش صنعتِ ماہی گیری کو اسی طرح تباہ و برباد کر دیں جیسے انہوں نے غزہ، صومالیہ اور دیگر جگہوں پر ہماری صنعتوں کو تباہ کیا۔

اس دوران، مسلمانوں کو چاہیے کہ امریکی، صلیبی اور یہودی کاروباروں اور مصنوعات کا بائیکاٹ اور مقاطعہ جاری رکھیں۔ گاڑیوں سے لے کر کمپیوٹروں تک اور ٹافیوں سے لے کر کپڑے تک، ہمیں چاہیے کہ جہاں اور جس قدر ممکن ہو، ان چیزوں کو خود تیار کریں اور مقامی طور پر دستیاب متبادل اشیاء کی خرید و فروخت اور استعمال کو ترویج دیں۔ وال مارٹ، مکڈونلڈز، پراکٹر اینڈ گیمبل، مائیکروسافٹ، نیسلے اور یونی لیور جیسی بڑی مغربی کمپنیاں اور کثیر الملل شراکتیں پوری دنیا پر چھائی ہوئی صلیبی گلوبلائزیشن کی علامات ہیں جس کی خصلت ہی یہ ہے کہ وہ غریب، کمزور اور درماندہ کا استحصال کرتی ہے اور مقامی منڈیوں اور معیشت کو تباہ کرتی ہے۔ بحیثیت مسلمان و مجاہد یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر قیمت پر اس کی روک تھام کریں۔

اسی طرح مسلمانوں کو چاہیے کہ حتی المقدور بینکوں اور مالیاتی منڈیوں سے بچیں، کہ وہ نہ صرف سود پر کھڑی ہیں (سود بھی وہ جو بدترین قسم کا بھاری سود ہے، جس کو استعمال کرنے والوں، اس میں شریک ہونے والوں اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں سب کے خلاف من جانب اللہ اعلانِ جنگ ہے......(البقرۃ: ۲۷۵ تا ۲۸۱) بلکہ بینک مغرب کے قائم کردہ عالمی اقتصادی نظام کا ایک جزو لاینفک ہیں، جو آج مسلمانوں اور دنیا کی دیگر مظلوم و مقہور قوموں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے کام آتے ہیں۔

اس کے بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سونے اور چاندی کو زرِ مبادلہ کے طور پر بحال کرنے کی کوشش کریں۔ صنعتی پیداوار کو مقامی اسلامی اقتصادیات سے جوڑنے کی ابتدائی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اجناس کے ادل بدل کے قدیم نظام (بارٹر سسٹم) کے ساتھ تجربہ کیا جائے تا کہ دشمن کی قومی اور عالمی معیشتوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ سونے کو زرِ مبادلہ کے طور پر بحال کرنا اس لیے بھی ناگزیر ہے تا کہ ہم خود کو اس سودی بینکاری نظام کی بندشوں سے آزاد کرا سکیں جو لاشئ سے پیسہ بناتا ہے، ہماری منڈیوں اور صنعتوں کو مغرب کی معیشت سے جوڑتا ہے، ہمیں ورلڈ بینک، انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہے، ہمیں بین الاقوامی پابندیوں اور معاشی و اقتصادی جال میں گھیرتا ہے، اور پھر ہماری حکومت اور ثقافت و معاشرت میں دخل اندازی کے ان گنت نت نئے طریقوں کے ذریعے ہمیں لاچار و بے بس کر دیتا ہے۔

یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ ''کیا عالمی کفر کی شکست اور ایک بڑی (عالمی) اسلامی امارت کے قیام سے پہلے مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرنا مناسب ہے کہ وہ خود کو بین الاقوامی اقتصادی نظام کی بندشوں سے آزاد کرانے کی کوشش کریں؟''۔

میرا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کی خود کو معاشی و اقتصادی طور پر اسلام کی فتح کے لیے تیار کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا بالکل مناسب اور انتہائی معقول بات ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم ان کی خود کو تیار و منظّم کرنے اور اپنی دینی، عسکری اور سیاسی تربیت کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تا کہ اسلامی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کی جا سکے! آج ہمیشہ سے زیادہ مسلمان اس فہم میں پختہ ہوتے جا رہے ہیں کہ جب تک وہ اپنے ملکوں کو عالمی سودی مالیاتی نظام اور بین الاقوامی ڈونرز (عطیہ کنندگان) کے انتہائی غیر متوازن حد تک بڑھے ہوئے اثر اور دباؤ سے آزاد نہیں کرا لیتے، وہ کبھی بھی اس اقتصادی خوشحالی اور سیاسی خود مختاری کا ہدف حاصل نہیں کر سکتے جس کی وہ تمنا کرتے ہیں۔

'دی گارڈین' میں تین سال قبل[1] مشہور عرب بہار کے آغاز ہی میں چھپنے والے ایک مضمون بعنوان 'پسِ پردہ، کاروبارِ دنیا حسبِ معمول رواں ہے' (Backstage, it's business as usual) میں سمیّہ غنّوشی نے علاقے میں اس حقیقت سے بڑھتی ہوئی آگہی کا اور ساتھ ساتھ انہی نظاموں اور اداروں کو استعمال کرتے ہوئے جن کی طرف میں نے گزشتہ گفتگو میں اشارہ کیا، مغرب کی عالمِ عرب میں اٹھنے والے ان نوخیز انقلابات کی بیخ کنی کرنے اور انہیں سبوتاژ کرنے کی کوششوں کا تذکرہ کیا۔ یہاں میں سمیّہ غنوشی کے مضمون سے بعض متعلقہ اقتباسات نقل کروں گا، خصوصی اہمیت کے حامل جملوں کو میں نے نمایاں کر دیا ہے:

انقلاب کے عمل کو قابو میں رکھنے کی کوشش میں مغرب محض مضبوط عسکری قوت لے کر میدان میں نہیں اترا بلکہ اس مقصد کے حصول کی خاطر وہ اپنا بھرپور اقتصادی زور بھی آزما رہا ہے، یعنی ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ذریعے۔ حال ہی میں ورلڈ بینک کے صدر رابرٹ زویلک نے عرب فعالیت پسندوں کے ایک گروہ سے مخاطب ہوتے ہوئے علاقے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کی ان الفاظ میں توصیف کی کہ یہ '' اپنی قوتِ رفتار آپ پیدا کرنے (اور بڑھانے) والے ایک زبردست دور'' ہے۔

شمالی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے لوگوں کو درپیش مسائل کے بارے میں اسے گفتگو کرتا سن کر کوئی بھی بآسانی اس مغالطے کا شکار ہو سکتا ہے کہ وہ تو محض ایک معصوم اور غیر جانبدار تجزیہ کار ہے اور ان علاقوں کو جن معاشی بحرانوں کا سامنا ہے ان سے اس کا کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔

یہ ایک باقاعدہ مہم کا حصّہ ہے کہ لوگوں سے یہ بنیادی حقیقت چھپائی جائے کہ درحقیقت ہو کیا رہا ہے: ''یعنی لوگ محض ایک عالمی حمایت یافتہ سیاسی استبداد کے خلاف بغاوت نہیں کر رہے بلکہ اس اقتصادی نمونے کے خلاف بھی بغاوت اور جدوجہد کر رہے ہیں جو آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور (مصر و تیونس کے معاملے میں) یورپی یونین کے سٹرکچرل ریفارم پروگرامز کی صورت میں ہم پر مسلّط کیا گیا ہے۔''

''۱۹۹۵ء میں یورو مڈیٹرینین ایسوسیشن اگریمنٹ پر دستخط کرنے والے پہلے عرب ملک، تیونس میں سرکاری ملکیت میں موجود کمپنیوں میں سے ۶۷ فیصد سے زائد کمپنیوں کی نجکاری کی جا چکی ہے۔ جبکہ مصر میں یہ تعداد ۳۱۴ میں سے ۱۶۴ پر کھڑی ہے۔ اور اس کے ساتھ ان ممالک کی معیشت قرض میں ڈوبی ہوئی ہے، نتیجتاً یہ ممالک یورپی یونین اور امریکہ کی دی گئی بخشش و خیرات کے ہاتھوں یرغمال بن چکے ہیں۔''

اور یہ تو اس شیطانی چکر کی ابتدا ہے جو عالمِ اسلام کو مغرب کے تابع رکھنے کے لیے تشکیل دی گئی ہے۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ حکومتی ملکیت میں موجود کمپنیوں کی نجکاری درحقیقت کیا معنی رکھتی ہے اور یہ جاننے کے لیے کہ اس قسم کی دیگر نوسامراجی پالیسیاں کس قدر ظالمانہ و جابرانہ ہیں، میں جان پَرکنز کی کتاب 'امریکی ایمپائر کی خفیہ تاریخ' (The Secret History of

[1] ۲۰۱۳ء میں تین سال قبل۔

(the American Empire)اور 'ایک اقتصادی قاتل کے اعترافات' (Confessions of an Economic Hit Man) کا مطالعہ تجویز کرتا ہوں۔

مگر یہ کہنے کی ضرورت پھر بھی باقی ہے کہ مخالفت کی وہ بڑھتی ہوئی لہر جس کی جانب غنّوشی نے اشارہ کیا، اس کے باوجود سمیّہ کے والد راشد الغنّوشی اور شوہر رفیق عبد السلام کی رہنمائی میں چلنے والی بظاہر 'اسلامی' حزب النہضة کی قیادت میں قائم ہوئی تیونس کی نام نہاد 'انقلابی' حکومت...... اور مصر، لیبیا اور یمن میں قائم نئے و پرانے آرڈرز (نظام و دستور) نے پچھلی حکومتوں کے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف سے قرضے حاصل کرنے اور امریکہ و یورپ اور دیگر خیراتی ممالک کی جانب سے مزید شرائط و پابندیوں میں لپٹی ہوئی خیرات وصول کرنے کے پرانے طور طریقوں کو جاری رکھنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے گزشتہ حکومتوں کی انسدادِ دہشت گردی کی جو پالیسیاں جاری و برقرار رکھی ہیں ان کا تو تذکرہ ہی نہیں، کہ یہ موضوع فی الحال کسی اور دن کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ اور یوں انہوں نے عوام الناس کی ان تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے جو ایک حقیقی تبدیلی کی آس لگائے بیٹھے تھے۔ در حقیقت انہوں نے محض اسی حاکم اشرافیہ کی واپسی اور انہی مخصوص اغراض و مفادات کے حصول کی راہ ہموار کی ہے کہ جن کو ڈھانے کی خاطر یہ بغاوتیں اٹھی تھیں۔

تاہم مغرب کے ایوان ہائے اقتدار میں اس امر پر اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ عالمی معاشی نظام فی الوقت اپنی تاریخ کے سب سے نازک مقام اور گھائل ہونے کی حالت میں ہے۔ بالخصوص عرب اور مسلم دنیا کے تغیر پذیر، زیر و زبر ہوتے حالات اور یورپ و امریکہ کے بے تحاشا اور مستقل بڑھتے ہوئے حکومتی قرضوں اور بجٹ کے بحران کی روشنی میں، کہ جن کے سبب مغرب بھی آج بڑے پیمانے پر سیاسی و معاشی انقلاب کی جانب بڑھ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی قائدین آج مستقبل کی مغربی تہذیب پر اس نظام کے منفی اثرات مرتب ہونے کے بارے میں بڑھتی ہوئی تشویش کا اظہار کر رہے ہیں، حتیٰ کہ بعض تو اس حد تک چلے گئے کہ اس نظام کو اساسی اعتبار سے ہی ناقص و خراب قرار دے دیا اور زمانہ قبل از بریٹن ووڈز[1] کے اقتصادی نمونے کی طرف لوٹنے کی تجویز پیش کی۔ ظاہر ہے کہ نئے سرے سے پورے اقتصادی نظام کی تعمیر و اصلاح کرنے کی اس تجویز پر عمل کرنے کا مطلب ہے مغرب کی عالمی اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے استعمال کیے جانے والے بہت سے ایسے ہتھکنڈوں سے ہاتھ دھولینا کہ جن کا نعم البدل ملنا ناممکن ہے، اور امریکہ اور اس کے حواری اس پر آمادہ ہوتے نظر نہیں آتے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تھکا کر مارنے والی یہ جنگ جاری رہے گی اور ان شاء اللہ ان کے معاشی نظام کے ساتھ ساتھ ان کی عالمی سلطنت کی تباہی و بربادی پر منتج ہو گی۔

سب ہتھیاروں کی طرح معاشی ہتھیار بھی ایک دو دھاری تلوار ہے، اور مغرب بھی اس تلوار کی اتنی ہی زد میں ہے جتنا کہ عالمِ اسلام۔ تاریخی بے یقینی اور عدم استحکام کا یہ دور ہر مسلمان سے متقاضی ہے کہ وہ...... چاہے وہ مرد ہو یا عورت...... اس لڑائی میں شامل ہو اور صلیبیوں اور صہیونیوں کے لیے زندگی کو تھوڑا سا مزید مشکل بنانے، زمین کو ان پر مزید تنگ کرنے میں اپنا کردار ادا کرے اور یوں بالآخر ان کو آخری و قطعی شکست سے دوچار کرنے میں اپنا حصّہ ڈالے۔

آج اللہ رب العالمین کے فضل و کرم اور مجاہدین اور ان کے صاحبِ بصیرت قائدین جیسے امیر المؤمنین ملّا محمد عمر مجاہدؒ، شہید شیخ اسامہ بن لادنؒ اور ہمارے مجاہد امیر شیخ ایمن الظواہری کی قربانیوں اور ان کی استقامت کی بدولت عالمی کفر کا سربراہ امریکہ کمزوری و ضعف کے ایسے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے کہ جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی اور جو اس سلطنتِ بد کی بنیادوں تک کے لیے ایک واضح خطرہ بن گیا ہے۔

اللہ کے فضل و احسان سے مسلمانوں نے امریکہ اور اس کے فسادیوں کے اتحاد کو کم از کم دو اہم معرکوں میں شکست سے دوچار کیا ہے۔ لیکن ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ عراق سے انخلا اور دریں سال افغانستان سے متوقع انخلا پوری دنیا میں جاری عالمی جنگ کا اختتام ہے[2]۔ پابندیوں اور مقاطعات میں جکڑی آفت رسیدہ امّتِ مسلمہ کے بے شمار علاقے آج کفار کے مقبوضات ہیں، فلسطین پنجۂ یہود میں جکڑا ہوا یہود کے رحم و کرم پر ہے، اور متبعینِ نبیٔ عربی محمد ﷺ مغرب میں مالی، نائیجیریا اور سنٹرل افریقن ریپبلک سے لے کر مشرق میں شام و عراق، برما اور تھائی لینڈ تک...... کفار کی یلغار کی زد میں ہیں۔ مسلمان ہر طرف نو سامراجیت و آمریت، غربت، جہالت و بے دینی اور کافروں اور مشرکوں کی اندھی تقلید اور اتباع میں مبتلا ہیں۔ ایسے میں ہمارے سامنے جو راستہ منتظر ہے وہ کسی بھی اعتبار سے آسان یا سہل نہیں۔ لیکن اگر ہم میں سے ہر ایک دشمنانِ اسلام اور مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھانے والے ان جابروں کے خلاف جاری اس جنگ میں خلوصِ نیت کے ساتھ شریک ہو اور اس جد وجہد میں حصّہ ڈالے، اور اسی کے ساتھ اپنی ذاتی زندگی میں پورے اخلاص کے ساتھ اپنے دین پر عمل کرنے اور اپنے ارد گرد کے افراد کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کرنے کی کوشش کرے تو ان شاء اللہ ربّ العزت ہماری کوششوں کو قبول فرمائے گا، ان میں برکت عطا فرمائے گا اور ہمیں ہمارے نفس کے شر پر اور کفار پر فتح عطا فرمائے گا، ہمیں متحد و متفق کر دے گا اور اس خلافتِ اسلامیہ کو قائم کرے گا کہ جس کی خاطر ہم سرگرم و کوشاں ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر 91 پر)

[1] بریٹن ووڈز کانفرنس: ۱۹۴۴ء میں اقوام متحدہ کی اقتصادی و مالیاتی کانفرنس جس میں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

[2] سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم، الحمد للہ کثیر اطیبا مبارکا فیہ، آج افغانستان میں امریکہ مکمل شکست سے دوچار ہو چکا ہے۔

میں کابل بستے دیکھ رہا ہوں! (2)

حسن تُرابی

پہلا باب

(گزشتہ سے پیوستہ)

حقوق و تعلیمِ نسواں

تحریرِ ہٰذا کے پہلے باب کے آخری عنوان تلے بعض مزید معلومات و حقائق درج کرنا فائدہ مند رہے گا۔

اللّٰهم وفقني كما تحب وترضى والطف بنا في تيسير كل عسير، فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمين!

امارتِ اسلامیہ کا عورتوں کو ان کے حقوق دینا

جبری نکاح کے خلاف اقدام

لڑکیوں اور خصوصاً کم سِن لڑکیوں کا جبری نکاح ایک قبیح روایت ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ (نصرہ اللہ) اپنے ایک فرمان کے ذریعے نکاح اور نکاح سے متعلقہ عورتوں کے حقوق سے متعلق کئی احکام جاری کر چکے ہیں اور حضرت امیر المومنین نے اللہ کی شریعت کے نفاذ میں 'ولا یخافون لومۃ لائم' کے مصداق کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا کیے بغیر اقدامات اٹھائے ہیں (نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا) اور اپنے تحت تمام منصوبین و مسئولین کو ان احکام کی کڑی پابندی کرنے کا حکم بھی جاری کیا ہے۔

فروری ۲۰۲۳ء کے وسط میں صوبۂ قندوز کے ضلع امام صاحب میں وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر و سمعِ شکایات کے فاضل اہلکاروں کو معلوم ہوا کہ ایک بارہ سالہ لڑکی کا نکاح ایک پچاس سالہ آدمی سے جبراً کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ فاضل وزارت کے اہلکاروں نے مداخلت کرتے ہوئے اس جبری نکاح کو رکوایا اور اس جرم سے متعلقہ افراد کو گرفتار کیا جنھیں بعد میں عدالت میں پیش کیا گیا۔ وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترجمان مولوی محمد صادق عاکف مہاجر نے اسی واقعے کے حوالے سے تفصیلات فراہم کیں اور آئندہ اس قسم کے جرائم کرنے والے افراد کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا اعلان کیا۔[1]

اولاد (خاص کر بیٹیوں) کو بیچنے کی روک تھام

فقر و غربت کے سبب اپنی اولاد خصوصاً بیٹیوں کو بیچنا ایک عرصے سے بڑھتا ہوا جرم ہے، ایسے کئی واقعات ہم نے ماضی میں پاکستان میں دیکھے۔ یقیناً فقر بری بلا ہے، لیکن مشکل حالات اور آزمائشوں کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے غلط راستوں کا انتخاب کرے۔ افغانستان کے صوبے ننگرہار میں بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا جس میں قرض کے ہاتھوں مجبور ایک آدمی نے اپنی کم سن بیٹی کو بیچنے کی کوشش کی۔ وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فاضل اہلکاروں کو جب اس معاملے کا علم ہوا تو انھوں نے فوری مداخلت کرتے ہوئے اس جرم کو رکوایا، اس غریب شخص کا قرضہ بیت المال سے ادا کیا اور اعلان کیا کہ آئندہ اس قسم کے جرائم میں ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور سزا بھی دی جائے گی۔

عورتوں کے لیے کام کے مواقع اور ان کو گھر بیٹھے وظائف دینا

جیسا کہ پہلے ہم یہ بات قدرے تفصیل سے کر چکے ہیں کہ مغرب کے جدید نظام نے بھی عورتوں کو قید ہی کیا ہے، بلکہ جدید نظام نے عورتوں کا بدترین استحصال کیا ہے۔ عورتوں کو گھروں سے نکال کر بازار و دفتر کی زینت بنانا اس نظام اور اس نظام کے ٹھیکے داروں کا مطمحِ و مقصد ہے۔ ایک عرب عالم کا ایک مقولہ مشہور ہے کہ 'آزادیٔ نسواں کا مطالبہ کرنے والے دراصل عورت کی آزادی کے نام پر "عورت تک پہنچنے کی آزادی" چاہتے ہیں!'۔

۱۵ اگست ۲۰۲۱ء کو فتحِ کابل کے بعد سے سرکاری دفاتر میں عورتوں کی آمد عموماً بند ہے[2]، الا یہ کہ بعض ایسے سرکاری دفاتر یا کارخانوں میں انھیں اب بھی آنے کی اجازت ہے جہاں کا سارا

[1] بحوالہ ٹوئٹر: @SadiqAkif

[2] اس کا سبب آگے تحریر میں درج ہے۔

عملہ ہی عورتوں پر مشتمل ہے اور عموماً ایسے کام کاج ہیں جو عرف میں عورتوں سے ہی منسوب ہیں جیسے کپڑوں کی سلائی وغیرہ[1]، یا پولیس فورس جہاں عورتوں یا عورت مجرموں سے متعلق بعض کارروائیوں میں زنانہ پولیس کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن بیوروکریٹک و دفتری کاموں وغیرہ کے لیے عورتوں کو دفاتر میں آنے کی اجازت نہیں۔ اس پابندی کے سبب عورتوں کی ایک بڑی تعداد دفتروں کو نہیں جاسکتی۔ امریکہ اور اس کے زیرِ اثر اقوامِ متحدہ کا ادارہ اور ان کے نمک خوار مستقل یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ عورتیں دفاتر میں نہیں جاسکتیں اور وہ اپنے خاندانوں کی واحد کفیل اور 'bread winners' ہیں۔ امریکہ، اقوامِ متحدہ اور ان کے ٹوڈی اداروں اور اہلکاروں نے 'نان، کار، آزادی' کا نعرہ مشہور کروایا ہے۔ لیکن نہایت چالاکی سے یہ سبھی فتنہ گر ایک اہم بات چھپا رہے ہیں اور وہ یہ کہ یہ بات صد فیصد درست ہے کہ طالبان کی حکومت آنے بعد عورتوں کے سرکاری دفاتر جانے پر عموماً پابندی ہے لیکن سبھی ملازم (کارمند) خواتین کو ان کی تنخواہیں گھر بیٹھے بنا کام کیے دی جا رہی ہیں۔ گھر بیٹھے بغیر کام کے تنخواہوں کی فراہمی کے سبب ان خواتین کو بہت سی سہولتیں حاصل ہو گئی ہیں جبکہ حکومت کو نقصان کا سامنا ہے۔

- یہ خواتین اپنی معاشی مجبوریوں کے سبب گھر سے باہر نکل کر کام کرنے پر مجبور تھیں اور یہ مشاہدۂ عام ہے کہ نوکری پیشہ خواتین اپنے خانگی فرائض انجام نہیں دے پاتیں۔ اب ان خواتین کو گھر بیٹھے تنخواہیں مل رہی ہیں اور یہ اپنے اسی وقت میں جو یہ پہلے حکومت کو دیا کرتی تھیں اپنے خانگی فرائض ادا کرتی ہیں۔
- جبکہ دوسری طرف حکومتِ وقت یعنی امارتِ اسلامیہ افغانستان کو مادّی طور سے نقصان ہو رہا ہے۔ متعلقہ کارمند خواتین کام نہیں کر رہیں اور ان کی تنخواہیں جاری ہیں اور جو کام یہ خواتین پہلے کیا کرتی تھیں اب ان کاموں کے لیے متبادل مرد کارمند لائے گئے ہیں جنہیں الگ سے معاوضہ دیا جا رہا ہے۔

امریکی قبضے کے دوران بیس سال تک افغانستان کا سالانہ بجٹ امریکہ اور اس کے حواریوں اور ان کے معاشی اداروں کے مرہونِ منت تھا، جبکہ فتحِ کابل کے بعد سے پوری افغان معیشت افغانستان ہی سے حاصل ہونے والی رقم (کسٹمز، ٹیکس، برآمدات و درآمدات، معادن وغیرہ) سے چل رہی ہے۔ یوں افغانستان کی معیشت پر پہلے سے ہی ایک خاص بوجھ ہے اور اسی کے ساتھ عورتوں کو بِنا کام کیے معاوضہ و تنخواہیں دینا ایک الگ سے مسئلہ و بوجھ ہے۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے بعض وزراء نے یہی مسئلہ امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کے سامنے پیش کیا، وزراء اور امیر المومنین کی گفتگو کو امیر المومنین نے خود ہی ایک اور مجلس میں بیان کیا:

”وزیروں نے مجھ سے کہا کہ یہ جو بعض (سرکاری کارمند) عورتیں وزارتوں (کے دفاتر) میں کام کے لیے نہیں آتیں، ہم اگر ان کی تنخواہیں بند کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو؟ سرکاری خزانے پر بھی بلاوجہ کا بوجھ ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ تم دعا کرو کہ اللہ ہمیں اتنی استطاعت دے دے کہ افغانستان میں بسنے والی، گھر بیٹھی ہر ہر عورت کے لیے تنخواہ مقرر کر سکیں، جن کو پہلے سے تنخواہ دی جا رہی ہے، ان کو تو لازماً تنخواہ دینی ہی دینی ہے!“[2]

بے حجابی پر پابندی

اللہ جل جلالہ کا ارشادِ پاک ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً ○ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

”اے نبیؐ! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں۔ اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو ان کو ستایا نہیں جائے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

ایک طرف جہاں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ عورتوں کو یہ حکم فرما رہے ہیں کہ وہ جب گھروں سے باہر نکلیں تو باحجاب ہو کر نکلیں تو ساتھ ہی دوسرے مقام پر مردوں کو عفت و حیا و پاک دامنی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ○ (سورۃ النور: ۳۰)

”مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے۔“

پھر اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا:

[1] اس کی ایک مثال افغانستان کی وزارتِ دفاع ہے جہاں ایک پورا شعبہ عورتوں ہی کے حوالے ہے اور یہ عورتیں امارتِ اسلامیہ افغانستان کی فوج کی وردیاں سیتی ہیں۔

[2] بروایت: ہدایت اللہ ہدایت، رئیس ادارۂ فراہمیٔ معلومات (Head of Access to Information Department)، بحوالہ ٹوئٹر اکاؤنٹ 'ہدایت اللہ (ہدایت)' (@Hedayutullah111)۔

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُوْلِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ○(سورۃ النور:۳۱)

"اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا ان کے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں یا ان خدمت گزاروں کے جن کے دل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہیں ہوتا یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔ اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔"

حکمِ اصلی تو ان آیاتِ مبارکہ میں بیان ہو چکا ہے، یہ مضمون علمائے کرام کی تشریحات کا محل نہیں ہے فلہٰذا ان آیات کی تفسیر دیکھنا بہت سود مند ہے۔ اللہ جل جلالہ نے پردے کا حکم اس قدر وضاحت سے بیان کیا ہے کہ اس کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں بچتی اور ایک مسلمان کے سامنے جب حکمِ الٰہی بیان ہو جائے تو اس کا ردِّ عمل تو بس اس حکم کے سامنے تسلیم ہو جانا ہوتا ہے۔ بہر کیف اگر عقلی پیمانے سے بھی سوچا جائے تو حجاب عورتوں ہی کے لیے نہیں مردوں کے لیے بھی بڑی رحمت ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ عورت کی ساخت ہی اللہ جل جلالہ نے ایسی بنائی ہے کہ اس کی چال سے لے کر اس کی آواز تک میں مرد کے لیے جاذبیت پنہاں ہے۔ یہ کارخانۂ حیات رب جل جلالہ نے گاہِ آزمائش بنایا ہے کہ جانے اور پرکھے کہ کون ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے، بہترین عمل کرتا ہے، فرائض ادا کرتا ہے اور حرام سے بچتا ہے۔ پھر جو اس آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے دنیا میں حیاتِ طیبہ کا وعدہ ہے اور آخرت میں ابدی نعمتوں اور راحتوں کا۔ یہ دنیا اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے، اس نے ہر ہر شئے میں ہر ذی روح کے لیے آزمائش رکھی ہے۔ انسان تو عقل مند، باشعور، حیوانِ ناطق ہے۔ جن ذی ارواح میں اللہ نے عقل و شعور نہیں رکھا تو ان کے لیے بھی بہت سی چیزوں میں جاذبیت و لذت بلکہ ضرورت بھی رکھ دی ہے۔ کتنی مشہور مثالیں ہیں کہ اگر آپ مٹھائی کو ڈھانپ کر نہ رکھیں گے تو مکھیاں اس پر آ بیٹھیں گی اور اگر ہاتھ میں گوشت بنا ڈھانپے لے کر چلیں گے تو راہ میں کتے اس پر لپکیں گے۔ پھر کیسی بے عقلی کی بات ہے کہ ہم جب اپنے سفید کپڑے دھو کر خشک کرنے کے لیے تار پر لٹکاتے ہیں تو ان کو کبھی تو الٹا کر کے پھیلاتے ہیں تو کبھی انہیں کپڑوں پر ایک اور رنگ کی چادر پھیلا دیتے ہیں کہ مکھیاں اور گرد و غبار ان کو گندا میلا نہ کریں، لیکن جس کو اللہ جل جلالہ نے 'عورت' یعنی چھپانے کی شئے بنایا ہے اس کو زینتِ زمانہ سمجھتے ہیں۔ چند روپے ہم جیب میں چھپا کر چلتے ہیں اور اپنی قیمتی ماں، بہن، بیٹی اور انہی رشتوں میں جڑی بیوی کو بازار میں بے حجاب گھماتے ہیں، فیاللعجب!

حجاب کی ضرورت کو عقلاً بیان کرتے ہوئے ہم ایک قدامت پسند امریکی مصنف اور ریڈیو میزبان 'ڈینس پریگر' کا ایک قول پیش کرتے ہیں۔ یہ قول ڈینس پریگر کے اعلامی ادارے 'پریگر یونیورسٹی' کی ایک ویڈیو کی تعلیق (commentary) ہے۔ ذیل میں یہ قول نقل کرتے ہوئے ہم نے 'انتہائی فحش' جملے، الفاظ و مکالمے حذف کر دیے ہیں، لیکن للاسف بعض 'سنگین' نوعیت کی باتیں اب بھی شامل ہیں:

> "مرد ہر سال مختصر لباس میں ملبوس عورتوں کو دیکھنے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً سالانہ کھیلوں کے موقع پر زنانہ لباسِ تیراکی کو دیکھ لیجیے۔ یا پھر مطلقاً بے لباس عورتوں کو دیکھنے کے لیے انٹرنیٹ ویب سائٹس اور 'مردانہ' میگزینوں کے صفحات...... جبکہ دوسری جانب عورتیں بے لباس مردوں کو دیکھنے کے لیے فعلاً کچھ بھی خرچ نہیں کرتیں، کیوں؟
>
> بعض لوگ کہتے ہیں کہ مردوں کی معاشرتی تربیت ہی عورتوں کو جنسی تلذذ کی شئے کے طور پر دیکھنے کی کی جاتی ہے۔ جبکہ عورتوں کی معاشرتی تربیت مردوں کو جنسی نظر سے نہ دیکھنے کی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہی حقیقت ہے تو پھر یہ لوگ (ایب نارمل و بد فطرت)[1] ہم جنس پرست افراد کی کیسے وضاحت کرتے ہیں؟ ہم جنس پرست افراد مردوں کی برہنہ تصویروں سے اسی طرح برانگیختہ ہوتے ہیں جیسے عام (نارمل) مرد عورتوں کی برہنہ تصویروں سے ہوتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ معاشرتی تربیت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ فطرت...... نہ کہ معاشرے...... نے مردوں کو بنایا ہی ایسا ہے کہ

[1] قوسین میں یہ اضافہ از طرف راقمِ تحریر ہٰذا ہے۔

وہ نظر آتے منظر سے جنسی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مرد عورتوں سے اس قدر مختلف ہیں کہ عورتوں کے لیے اس حقیقت کو صحیح سے سمجھنا غالباً ناممکن......بلکہ غالباً نہیں، یقیناً و فی الواقع ناممکن ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتیں بھی بعض مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں۔ بلاشبہ ایک عورت بھی کسی بے حد جاذب النظر مرد کو دیکھ کر شدید ردعمل کا اظہار کر سکتی ہے۔ لیکن ان دو باتوں کا کوئی موازنہ ہی نہیں۔ محض دیکھنا ہی مرد کے جذبات بھڑکانے کے لیے کافی ہوتا ہے، جبکہ ایک عورت میں شہوانی جذبات ابھارنے کے لیے محض ایک برہنہ مرد کو دیکھنا کافی نہیں ہوتا۔ ایک عام مرد میں جنسی خواہش دن میں بے شمار دفعہ بیدار ہوتی ہے، محض عورتوں کو اپنے سامنے دیکھنے سے، یا بل بورڈز اور میگزین یا ٹی وی کی سکرین پر، یا فقط اپنے تصور میں ہی دیکھنے سے۔

حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے لیے کوئی ایسا میگزین نہیں پایا جاتا جو ان کے دیکھنے اور جذبات بھڑکانے کے لیے مردانہ ٹانگیں پیش کرے۔ مگر مردوں کے لیے ایسے مناظر سے بھرپور ویب سائٹس اور میگزین موجود ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں میں بعض مردوں کو محض دیکھنے سے جنسی خواہش پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسا ہوتا ہے، مگر صرف بعض مردوں کو دیکھنے سے اور وہ بھی نہایت شاذ۔ مثلاً کسی اجنبی کو دیکھنے سے، یا زیادہ تر کسی نامور شخصیت کو دیکھ کر ایسا ہوتا ہے۔ مرد کے جذبات تقریباً ہر عورت کا محض زنانہ جسم دیکھ کر ہی برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ محض دیکھنے کا اثر ہی مردوں پر اس قدر شدید ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کی شدّت پر حیران ہوتے ہیں۔

مردانہ شہوانیت پر میرے لیکچر سننے کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ 'میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ میں ایک دکان کے سامنے کھڑا تھا جس کی کھڑکی میں نمائش کے لیے ایک عورت کا بیٹھا ہوا مجسمہ رکھا تھا۔ مجھے خود پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن میں نے خود کو اس کی سکرٹ کے پاس جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے پایا'۔ یہاں ایک بالکل نارمل اور ذمہ دار مرد ہے جو خود کو ایک بے جان چیز کی سکرٹ پر جھانکتا ہوا پاتا ہے صرف اس لیے کہ وہ چیز اپنی ساخت میں عورت سے مشابہہ ہے۔ مردوں کے لیے عورت کی جانب دیکھنا اس قدر فطری و جبلّی امر ہے۔

یہ بات قابلِ فہم ہے کہ عورتیں پوری طرح مرد کی اس طبیعت کو نہیں سمجھ پاتیں۔ لیکن اگر کوئی عورت مرد کی شہوانی طبیعت سمجھنا چاہے، تو جو پہلی چیز اسے سمجھنی چاہیے وہ نظر آتے منظر کی طاقت (power of visual) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو بل بورڈز پر، میگزینوں میں، ٹی وی پر، ہر جگہ عورت کے اشتہار نظر آتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو کوئی مرد خریدنا چاہے، اسے بیچنے کے لیے کمپنیاں قلیل کپڑوں میں ملبوس ایک عورت کو...... اور بعض اوقات محض اس عورت کے جسم کے ایک حصّے کو ظاہر کرتے ہوئے بیچتی ہیں۔ مجھے ایک مشہور شراب کا اشتہار یاد ہے کہ جس میں صرف ایک عورت کی ٹانگیں دکھائی گئیں اور ان کے ساتھ رکھی ہوئی شراب کی بوتل۔ کوئی چہرہ نہیں، محض ٹانگیں۔ کیا آپ کبھی ایسا اشتہار دیکھنے کی توقع کرتے ہیں جس میں کسی مرد کی ٹانگیں دکھائی جا رہی ہوں؟ لوگ ہنسیں گے کہ کیسی فضول اور مضحکہ خیز بات ہے۔ مگر ایک عورت کی ٹانگوں پر مشتمل اشتہار نہ لغو و فضول ہے اور نہ مضحکہ خیز......بلکہ وہ مائل کرنے والا اور اشتہا انگیز ہے۔

اس میں سے کسی بھی بات کو مردانہ غیر مناسب رویّے کے لیے عذر کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مردوں کو ہمیشہ خود کو کنٹرول کرنا چاہیے۔ مگر نظر آتی چیز یا منظر کے مرد پر اثر (power of visual) کا انکار کرنا ایسا ہی ہے، جیسے زمین کے گول ہونے کا انکار کرنا۔''

اللہ تعالیٰ 'ڈینس پریگر' کو ہدایت دے کہ وہ ایمان لے آئے، ڈینس پریگر کی باتیں عقل کے مطابق عقل کو مخاطب کرنے والی ہیں اور ڈینس پریگر ان سبھی باتوں کے لیے کسی آسمانی صحیفے یا مذہب سے متاثر نہیں ہوا۔ پس ڈینس پریگر کو یہ باتیں اس کی عقل اور فطرت نے سمجھائی ہیں، یہ نہایت rational باتیں ہیں۔ فلہٰذا ہم یہاں یہ سوال کرتے ہیں کہ اس فطرت اور اس عقل کا خالق کون ہے؟ اور اس عقل اور فطرت کے خالق نے اس مخلوق یعنی انسان کے لیے جو طریقۂ عمل 'مینوئل' اتارا ہے اس کی طرف رجوع کیوں نہ کیا جائے؟ کیسی عجیب بات ہے کہ جب ہم محض چند ہزار روپے کی کوئی مشین خرید کر لاتے ہیں تو اس کا مینوئل بغور پڑھتے ہیں کہ کہیں کوئی غلط بٹن دبا دینے سے یہ مشین خراب نہ ہو جائے، جبکہ انمول ترین مشین یعنی اپنا ہی جسم، اس کے مینوئل کو پڑھتے ہی نہیں اور اس کے مینوئل پر عمل ہی نہیں کرتے؟!

یہ ہے وہ فطری تقاضہ جسے اللہ جل جلالہ نے ایک طرف انسانیت کی آزمائش اور دوسری طرف انسانیت کی بقا کے لیے پیدا کیا (اگر یہ فطری جذبہ نہ ہو تو نسلِ انسانی بڑھنا بند ہو جائے)، لیکن

ساتھ ہی انہی فطری جذبات کو صحیح سمت استعمال کرنے اور مضر راستوں سے بچنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔

یہ موضوع پہلے زیر بحث آ چکا ہے کہ اسلام کی نظر میں مرد و عورت مساوی نہیں ہیں، نہ عقل میں، نہ وراثت میں، نہ امامت میں، نہ فیصلے کے اختیار میں، نہ شہادت یعنی گواہی پیش کرنے میں، نہ نکاح و طلاق کے معاملے میں وغیرہ اور اسی سب کے پیشِ نظر عورتوں کی مکلفیت بھی شریعت نے کم رکھی ہے، تفصیل کا مقام نہیں لیکن نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ البتہ اسلام نے ان دونوں کے تعلق کو متاوزن کر دیا ہے، دونوں ایک دوسرے کے بنا نامکمل ہیں۔ انسانی فطری جبلت و ساخت کے مطابق جہاں اسلام نے عورت کو اپنا جسم ڈھانپنے، سفر میں فاصلے کی تعیین، بلا ضرورت گھر سے نہ نکلنے کا حکم کیا ہے تو وہیں مردوں کو بھی عین اسی فطری جبلت اور ساخت (جسے ڈینس پریگر 'power of visual' کہتا ہے) کے مطابق 'غضِ بصر' کا حکم دیا ہے۔ قربان جائیے ربّ العالمین پر کہ اس نے جب مردوں کو غضِ بصر یعنی نامحرم عورتوں کے سامنے نظریں جھکانے کا حکم فرمایا تو اس کے فوراً بعد شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم بھی دیا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ 'سب سے پہلے نظر بہکتی ہے، پھر دِل بہکتا ہے اور پھر شرم گاہیں صحیح راہ سے ہٹ جاتی ہیں'۔

انہی الٰہی احکامات اور شرعی و عقلی دلائل کے سبب مختلف علمائے کرام، وزرائے امارتِ اسلامیہ اور دیگر ذمہ داران نے امیر المومنین کی خدمت میں افغانستان کی بے حجابی سے متعلق حقیقی صورتِ حال مختلف خطوط و پیغامات میں لکھ کر بیان کی اور ساتھ ہی حجاب کی تطبیق سے متعلق ایک مجوزہ حکم نامہ بھی بھیجا۔ امیر المومنین کو بھیجے گئے ان پیغامات اور مجوزہ حکم نامے کے بعد امیر المومنین نے اس مجوزہ حکم نامے کو منظور کیا اور وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو امر جاری کیا کہ وہ اس فرمان کو نشر کریں اور اس میں موجود اوامر کی تطبیق عملاً شروع کریں۔ فلہٰذا وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نے افغانستان میں ایک عوامی اجتماع میں حجابِ شرعی کی تطبیق کا فرمان جاری کیا اور حجاب کو شرعی واجب کے طور پر لازمی قرار دیا۔ ذیل میں اس فرمان کو نقل کیا جاتا ہے:

خواتین کے پردے اور حجاب سے متعلق ہدایات

(از) وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

باوجود اس کے کہ ملک بھر میں عرصۂ دراز سے خواتین کی بے پردگی کو عام کرنے کے لیے ایک منظم شکل میں پروگرامات اور منصوبے تشکیل دیے جا رہے تھے، لیکن جہاد اور غیرت سے سرشار ملت کی عفت مآب خواتین سو میں سے ننانوے فیصد پردے کو شریعت کے حکم اور افغانی رسم و رواج کے طور پر قبول کرتی ہیں۔ چونکہ شرعی پردے کے بارے میں ہمارے معاشرے کے اندر کوئی عذر اور موانع موجود نہیں، لہٰذا باقی خواتین کو بھی چاہیے کہ اس شرعی حکم پر عمل اپنے اوپر لازم کریں۔

پردے کا حکم:

مسلمانوں کی بالغ خواتین کے لیے شرعی پردہ کرنا فرض اور ضروری ہے۔

پردے کی تعریف:

ہر وہ لباس جس سے جسم کو ڈھانپا جائے اسے حجاب کہتے ہیں، لیکن وہ لباس اتنا باریک نہ ہو جس میں سے جسم نظر آئے اور اتنا چست بھی نہ ہو کہ جس میں جسم کے اعضاء معلوم ہوں۔

پردے کی اقسام:

- چادرے (ٹوپی برقع) جو ملک بھر میں عرصۂ دراز سے باعزت افغانی رسم و رواج کا حصہ ہے، شرعی پردے کا بہترین ذریعہ ہے۔
- برقع کے نام سے سیاہ رنگ کا لباس اور چادر بھی شرعی پردے کا ذریعہ ہے، لیکن تنگ اور چست نہ ہو۔
- گھر سے بغیر ضرورت کے باہر نہ نکلنا بھی شرعی پردے کا اوّلین اور بہترین طریقہ ہے۔

پردے کی شرائط:

وہ خاتون جو عمر کے لحاظ سے بوڑھی یا چھوٹی نہ ہو، نامحرم مردوں کا سامنا کرتے وقت فتنے کے خوف سے شرعی ہدایات کے مطابق آنکھوں کے علاوہ پورے چہرے کو پردے میں لازماً چھپائے گی۔

پردے کے فوائد:

- پردہ امر خداوندی ہے اور اس پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔
- حجاب مسلمان اور باعفت خواتین کی نشانی ہے۔
- باپردہ خواتین اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے محفوظ رہتی ہیں۔
- عزت اور وقار سے معمور ہوتی ہیں۔

- مفسدین کے شر ور اور فساد سے امن میں رہتی ہیں۔
- فتنہ پر وروں کے منصوبوں کا آسانی سے شکار نہیں ہو تیں۔

شرعی پر دے کی تطبیق کا طریقہ اور اس کے مراحل:

۱. ترغیب:

- میڈیا اور مساجد کے منبروں سے پر دے کا حکم، اہمیت اور اس کے فوائد سمیت بے پر دگی کے نقصانات بیان کرنا۔
- بازاروں، تفریح گاہوں اور عوامی جگہوں پر شرعی پر دے کے بارے میں ترغیبی جملے لکھنا اور اس موضوع پر پمفلٹ جاری کرنا اور سٹیکر لگانا۔

۲. تنبیہ اور ترہیب:

- بے پر دہ عورت کا پہلی بار گھر معلوم کیا جائے اور اس کے ولی کو نصیحت اور تنبیہ کی جائے۔
- دوسری دفعہ عورت کے ولی کو متعلقہ ادارے میں بلا کر اس کا محاسبہ کیا جائے۔
- تیسری دفعہ عورت کے ولی کو تین دن کے لیے قید میں رکھا جائے۔
- چوتھی دفعہ عورت کے ولی پر مقدمہ چلایا جائے اور اس کو مناسب سزا دی جائے۔
- وہ خواتین جو امارت یا حکومتی اداروں میں کام کرتے ہوئے پر دہ نہیں کر تیں، ان کو کام سے نکالا جائے۔
- اگر حکومتی مامورین اور مسئولین کی خواتین اور بیٹیاں شرعی پر دہ نہیں کر تیں تو ان افراد کو کام سے روکا جائے۔ (فرمان ختم ہوا)

کابل میں منعقدہ اس مذکورہ اجتماع میں یہ فرمان پڑھ کر سنایا گیا اور ساتھ ہی وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترجمان مولوی محمد صادق عاکف مہاجر نے بعض باتوں کو تکراراً دوبارہ کہا:

”ایسی خواتین جو عمر کے لحاظ سے ادھیڑ عمر یا کم عمر نہ ہوں، ان پر آنکھوں کے علاوہ اپنا چہرہ ڈھانپنا لازمی ہے!“[1]

امارتِ اسلامیہ کے اس فرمان اور اس کے بعد اس حکم کہ خواتین پر چہرہ چھپانا بھی لازمی ہے پر افغانستان سمیت دنیا بھر میں یہ بحث چھڑ گئی کہ آیا عورت کا چہرہ 'ستر' میں داخل ہے یا نہیں؟ آج کے 'جدید' علماء قدیم علمائے کرام کی آراء کی بنیاد پر عورت کے چہرے کے پر دے کے قائل نہیں۔ اور بلا تکلف عرض ہے کہ جدید علماء کے عورت کے چہرے کے پر دے کے قائل نہ ہونے کا سبب علمائے متقدمین اور اسلاف کے فتاویٰ وطرز العمل نہیں بلکہ جدیدیت سے متاثر ہونا ہے۔ ہمیں یہی علماء (انہی میں جاوید احمد غامدی اور اس کی قبیل کے عمار خان ناصر جیسوں کو بھی شامل کر لیا جائے) مسلمانوں کو مغربی ممالک میں مورگیج، انشورنس، بینک انٹرسٹ، امریکی ویورپی افواج و پولیس و انٹیلی جنس اداروں میں نوکریوں کے جائز ہونے کے فتاویٰ بھی دیتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ علمائے متقدمین (بشمول ائمۂ اربعہ) بھی خاص کر اَحناف عورت کے چہرے کے پر دے کے قائل نہیں، لیکن آج کے اہلِ حق علمائے کرام عورت کے چہرے کو ستر میں داخل سمجھتے ہیں اور اس کے چھپانے کو فرض قرار دیتے ہیں اور اس کا سبب اسلامی فقہ کے قاعدہ 'سد الذرائع' کو بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایسے ہر فعل کا پیشگی سدِباب جو آئندہ شر وفساد، گناہوں اور اللہ کی معصیت کی طرف لے جائے۔ البتہ متقدمین میں سے بھی تمام فقہائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر فتنے کا خدشہ ہو تو عورت کا چہرہ ہی کیا اس کے ہاتھ پیر بھی چھپانا لازمی ہے۔ نیز امارتِ اسلامیہ کا بطورِ حکومت ایک ایسے فعل کا امر کرنا جو اصلاً مباح ہے، خود واجب کے درجے میں آجاتا ہے کہ شرعی حاکم وقت یعنی شرعی اولوالامر (امام المسلمین) کے مباح امور کو کرنے کا حکم دینے سے وہ کام کرنا واجب اور منع کرنے سے وہ کام ناجائز و حرام ہو جاتا ہے، اور اس قاعدے پر علمائے اسلام سلف تا خلف متفق ہیں اور یہ امر اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

گو کہ اصلاً عورت کے چہرے کو ڈھانپنے کے احکام قرآنِ مجید میں صراحت کے ساتھ نہیں آئے لیکن احادیث و آثار میں مذکور صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اقوال و اعمال چہرے کے پر دے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ جب آیاتِ حجاب نازل ہوئیں تو حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عورتوں نے اپنی بڑی چادروں کو پھاڑ کر ان سے جلباب بنا لیے اور چہرے ڈھانپنے لگیں، یہ کوئی عام عورتیں نہ تھیں امت ہی کیا مخلوقات کی بہترین عورتیں یعنی صحابیات رضی اللہ عنہن تھیں، یہ تو عین حضور علیہ اَلف صلاۃ وسلام کا زمانہ ہے اور آپؐ کے سامنے یہ فعل ہو رہا ہے گویا کہ یہ فعل خود شرعی حجت ہے۔ نیز حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دیگر صحابیات

---

[1] بحوالہ ٹوئٹر پر نشر کر دہ ویڈیو از یلدا حکیم (@BBCYaldaHakim)

کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب حج کے لیے روانہ تھیں اور راستے میں اپنے چہرے کھلے رکھتی تھیں، لیکن جیسے ہی کوئی مرد ان کی سواریوں کے قریب آتا تو وہ اپنی اوڑھنیوں سے اپنے چہرے چھپا لیتیں اور مرد کے جانے کے بعد اپنے چہرے دوبارہ کھول لیتیں[1]۔ اسی طرح دیگر صحابۂ کرام بھی عورت کے چہرے کے پردے کے قائل تھے۔

عقلی طور پر سوچیے تو چہرے ہی سے انسان سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور یہ چہرہ ہی تو ہے جس کی تزئین و آرائش کے لیے کاسمٹکس انڈسٹری (cosmetics industry) کا وجود ہے، اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۲۶ء میں عالمی کاسمٹک انڈسٹری کا صرف ریونیو (محصول) ایک سو ستاسی اعشاریہ سات ارب ڈالر (187.68 bn USD) پر مشتمل ہو گا اور ۲۰۲۱ء میں مجموعی طور پر عالمی منڈی (global market) میں صرف skin care کا حصہ اکتالیس (41) فیصد تھا[2]۔ عورتیں تو چہرے کو نہ چھپانے کا جو بھی عذر تراشیں لیکن مردوں کے لیے تو سوائے تلذذ کے عورتوں کے کھلے چہرے سے اور کوئی سروکار نہیں!

افغانستان میں بے حجابی کس قسم کی رائج تھی تو اس کا بیان 'امارتِ اسلامیہ کے ۲۰۲۱ء میں قیام سے قبل افغانستان کی صورتِ حال' کے عنوان تلے گزر چکا ہے۔ امارتِ اسلامیہ کے فرمان کے مطابق حجاب کی تطبیق کے دو مراحل تھے: پہلا ترغیب اور دوسرا تنبیہ اور ترہیب۔ حجاب کی تطبیق کے فرمان کو جاری ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور ابھی ترغیب کا مرحلہ جاری ہے۔ اس مرحلے میں 'میڈیا اور مساجد کے منبروں سے پردے کا حکم، اہمیت اور اس کے فوائد سمیت بے پردگی کے نقصانات' کا بیان ہو رہا ہے۔ مختلف ٹی وی شوز وغیرہ میں یہ موضوع اکثر اٹھتا رہتا ہے اور افغانستان کا سرکاری ٹیلی وژن چینل 'ملی' اس حوالے سے تحریضی و ترغیبی پیکیجز بھی نشر کرتا ہے۔ اسی طرح 'بازاروں، تفریح گاہوں اور عمومی جگہوں پر شرعی پردے کے بارے میں ترغیبی جملے لکھنا اور اس موضوع پر پمفلٹ جاری کرنا اور سٹیکر لگانا' وغیرہ بھی راقم کی معلومات کے مطابق کافی عام ہے، بلکہ شہر کابل سے راقم السطور کے ایک دوست نے مختلف مقامات پر ہونے والی وال چاکنگ کی تصاویر بھی راقم کو بھیجی ہیں (جنہیں مضمونِ ہٰذا کے آخر میں ان شاء اللہ شامل کیا جا رہا ہے)۔ لیکن راقم کی نہایت طالبِ علمانہ اور خام نظر یہ ہے کہ میڈیا کے شعبے میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے متعلقہ اداروں اور وزارتوں مثلاً وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور وزارتِ اطلاعات و فرہنگ کو اپنی فعالیت مزید بڑھانے کی ضرورت ہے۔ بتوفیق اللہ راقم السطور کا شروع کردہ یہ سلسلہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے دفاع و مدح کا بیان ہے، بلکہ راقم اپنے کئی افغان دوستوں کو یہ بات کئی بار کہتا رہا ہے کہ اس امارتِ اسلامیہ کی جو اہمیت شاید کسی مہاجر مجاہد کے دل میں ہو وہ شاید اکثر افغان مجاہدین کے دِلوں میں نہ ہو گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ مہاجرین ایک خاص مقصد یعنی اقامتِ خلافة علی منہاج النبوۃ کی خاطر دنیا کے کونے کونے سے نکل کر دنیا کے مختلف جہادی محاذوں پر پہنچے ہیں اور انہوں نے اپنا مقصدِ محض طاغوتِ اکبر امریکہ اور اس کے ورلڈ آرڈر کو دنیا میں ختم کر کے اقامتِ دین 'لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ' کے مصداق بنا رکھا ہے، جس کا فہم لازمی نہیں کہ ہر ہر عام مسلمان اور عام مجاہد کے قلب و ذہن میں بھی ہو (اس جملے میں کسی بھی عام مسلمان یا مجاہد کی تحقیر کرنا یا اپنے آپ کو بلند تر بتانا نہیں، بلکہ حقیقتِ حال کا بیان مقصود ہے ورنہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ!)۔ فلہٰذا اس حوالے سے چند طالبِ علمانہ اور خام ذہن کی پیداوار تجاویز تحریر ہٰذا کے آخر میں پیش کرنے کی کوشش ہے۔

پارکوں اور تفریح گاہوں میں عورتوں کے دخول پر پابندی

امارتِ اسلامیہ افغانستان نے حجاب کی تطبیق کے حکم کے بعد پارکوں اور تفریح گاہوں میں مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ ایام مختص کر دیے تھے، مثلاً پیر کا دن مردوں کے لیے تو منگل کا دن عورتوں کے لیے۔ اسی طرح بعض بڑی (رقبے کے لحاظ سے) تفریح گاہوں میں مردوں کے لیے الگ حصہ اور عورتوں کے لیے الگ حصہ مختص کر دیا گیا تھا اور فیملی کے نام پر ایک جگہ مردوں اور عورتوں کا اجتماع ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ یہ بات بخوبی معلوم ہے فیملی کے نام پر تفریح گاہوں میں مردوں اور عورتوں کا اجتماع محض ظاہری لیپا پوتی ہے، بلکہ فساد کی طرف ایک قدم ہے۔ فیملی تو ایک جگہ جمع ہو سکتی ہے لیکن دو الگ الگ خاندان جن کا محرم تو درکنار قوم و قبیلے یا محلے و شہر بلکہ مزید آگے بڑھیں تو ملکوں کی بنیاد پر بھی کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوتا کا اجتماع ایک فاسد تاویل نہیں تو اور کیا ہے۔ سعودی بادشاہ عبد اللہ بن عبد العزیز کے زمانے میں سنہ ۲۰۰۸ء میں راقم السطور کا خود سعودی عرب کے شہر جدہ کے ساحل پر قائم ایک تفریح گاہ پر جانا اسی 'فیملی پلیس' کے عنوان تلے ہوا۔ ۲۰۰۸ء کا سعودی عرب اپنے ظاہری رکھ رکھاؤ کے سبب اپنے ظاہر میں آج ابنِ سلمان کے سعودی عرب سے ایک سو اسّی درجے کے زاویے پر مختلف و متضاد تھا۔ آج تو ابنِ سلمان نے سعودی عرب ہی کیا عین حرمین شریفین کے گرد فاحشاؤں کو لا بٹھایا ہے اور فحش مناظر عین کعبۃ اللہ کے سامنے مطاف میں دیکھے جاتے ہیں، فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون! بہر کیف جدہ کی اس ساحلی تفریح گاہ پر بدقسمتی سے ہم نے ایک وِلا (villa) کرایے پر لیا، وہاں ہر ہر وِلے کے ساتھ اولاً ریگِ ساحل اور ثم سمندر کے اندر تک تقریباً بیس میٹر تک جنگلا لگا ہوا تھا اور بیس میٹر سے آگے نیلے رنگ کے ڈرم سمندر میں تیر رہے تھے جن کا مقصد 'پردہ' تھا۔ اس ریزورٹ میں اپنے وِلے سے ریگِ ساحل پر قدم رکھتے ہی راقم کو احساس ہو گیا کہ ہمارے 'سعودی' میزبانوں نے فیملی کے نام پر ایک فریب گاہ بنائی ہے۔ ساحلِ ریگ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ساحل پر قطار سے موجود وِلاز اور ان کے جنگلوں کے ساتھ مغربی ساحلوں والا دو چیتھڑوں کا انسانیت و حیا سوز منظر تو نہیں تھا لیکن

---

[1] سنن أبي داود (كتاب المناسك باب في المحرمة تغطي وجهها)

[2] www.statista.com/topics/3137/cosmetics-industry

اس سے کچھ کم بھی نہ تھا، یہاں عرب بھی تھے، یورپی بھی اور یہ سب فیملی کے نام پر جائز تھا۔ اس سنگین نوعیت کے واقعے کے بیان کا مقصد 'فیملی' کے نام پر ہونے والی حیا سوزی اور بے شرمی کا پردہ چاک کرنا تھا۔ فیملی تو اگر ہے تو میری ہے یا تمہاری ہے، کسی بھی دوسرے کا کیا لینا دینا، چاہے تمہارے لیے میں ہوں یا میرے لیے تم ہو؟!

افغانستان کے معاشرے کی قدیم روایت پسندی کے سبب یہاں بھی فساد فیملی ہی کے نام پر لایا گیا اور یہاں کے پارک و تفریح گاہیں اسی فیملی فحاشی کا مظہر تھیں۔ اسی سبب سے اس فیملی فحاشی پر امارتِ اسلامیہ نے کڑی قدغن لگائی۔ لیکن عورتوں اور مردوں کے لیے الگ الگ ایام اور بڑی تفریح گاہوں میں الگ الگ جگہوں کا انتظام بیس سال میں خراب ہوئی نسل کو راہِ راست کے مطابق خوش چلنی فراہم نہ کر سکا۔ نتیجتاً امارتِ اسلامیہ کے مسئولینِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو پارکوں اور تفریح گاہوں میں خواتین کے مطلقاً داخلے پر پابندی کا قدم اٹھانا پڑا۔

بغیر محرم کے سفر پر بندش

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے منور و مطہر و معطر فرامین میں (اسیر اور دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے والی عورت کے علاوہ) عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنے کی واضح شرائط موجود ہیں۔ انہی فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں بعض علماء عورت کے تنہا یعنی بنا محرم کے سفر کو مطلقاً ناجائز گردانتے ہیں اور بعض نے مخصوص فاصلہ (جیسے بعض کی رائے میں بارہ میل) اس کے لیے بیان کیا ہے۔ حدودِ فاصلہ میں تو علمائے کرام کے یہاں اختلاف موجود ہے لیکن اس امر میں کوئی اختلاف موجود نہیں کہ اصلاً و اصولاً عورت کا بنا محرم کے سفر کرنا ناجائز ہے۔ اسی کے ساتھ علمائے کرام اور خاص کر عصرِ حاضر میں امارتِ اسلامیہ کے مسئولین نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ اپنے مخصوص علاقوں اور شہروں کے اندر عورتوں کا ضرورتِ شرعی کے مطابق بنا محرم سفر کرنا جائز ہے۔

دوسری طرف ایک ایسا واقعہ بھی سامنے آیا جب وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے وابستہ ایک محتسب نے بلخ صوبے میں ایک ٹیکسی ڈرائیور کو اس بات پر سرِ عام مارا پیٹا کہ اس نے بنا محرم کے ایک مسافر عورت کو اپنی ٹیکسی میں کیوں بٹھایا؟ حالانکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت حدودِ شہر ہی میں سفر کر رہی تھی۔ اس واقعے پر وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فاضل اہلکاروں نے اپنی ہی وزارت کے اس متعلقہ محتسب کو گرفتار کر لیا اور متعلقہ قانون نافذ کرنے والے ادارے کے حوالے کر دیا۔[1]

یہ واقعہ تطبیقِ شریعت کی ایک دلیل ہے کہ حکومتِ وقت فقط عام لوگوں یا عورتوں پر پابندیاں نہیں لگاتی بلکہ اپنے ہی وہ اہلکار جو شریعت اور شریعتِ اسلامی ہی کی روشنی میں مرتب کردہ امارتِ اسلامیہ کے لائحہ جات کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کو بھی پکڑتی ہے، پابندِ سلاسل کرتی ہے اور ان کے خلاف باقی قانونی کارروائی بھی کرتی ہے۔

تعلیمِ نسواں

عورتوں کی تعلیم کے حوالے سے حکمِ شرعی اہلِ حق علمائے کرام نے بیان کیا ہے۔ عورتوں کی تعلیم کے حکمِ شرعی اور امارتِ اسلامیہ کے عملی اقدامات کے ضمن میں ہماری نظر میں ایک بہترین موقف، امارتِ اسلامیہ افغانستان کے قاضی القضاۃ فضیلۃ الشیخ علامہ عبد الحکیم حقانی (حفظہ اللہ ورعاہ) کا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب 'الإمارة الإسلامية ونظامها' میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب امارتِ اسلامیہ کے مختلف شعبوں، امارت کے نظامِ حکومت وغیرہ کے بارے میں ایک مستند دستاویز ہے اور امارتِ اسلامیہ کا رسمی منہج بھی ہے کہ اولاً لکھنے والی شخصیت امارت کے ایک اہم ترین ادارے کی سربراہ ہے ثم امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ (نصرہ اللہ) نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا ہے۔ ہم بھی ان شاء اللہ اپنے اس سلسلے میں بعون اللہ اس کتاب سے گاہے بگاہے مدد لیتے رہیں گے اور ابھی تعلیمِ نسواں کے حوالے سے بھی اس کتاب سے استفادہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وأمتہ وسلم نے فرمایا:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم." (رواه البخاري)

یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور یہاں مسلمان سے مراد مرد و عورت دونوں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابیات رضی اللہ عنہن خصوصی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ بعض صحابیات تو فقیہات و عالمات و معلمات تھیں جن میں سرِ فہرست اُم المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے دو ہزار سے زیادہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہیں۔

ساتھ ہی حکمِ شریعت یہ بھی ہے کہ:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

"اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی بار جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا۔"

فلہٰذا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لیے حکمِ اصلی گھروں میں ٹِک کر رہنا ہے سوائے ضرورتِ شرعی کے، حتیٰ کہ ان کو نمازیں بھی گھر میں اور گھر میں بھی گھر کے اندرونی حصے میں

---

[1] بحوالہ ٹوئٹر: SadiqAkif@ (محمد صادق عاکف مہاجر: ترجمان وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر و سمعِ شکایات) اور راحم لغمانی (RahimLaghmani@)

پڑھنی چاہییں جیسا کہ احادیثِ نبویہ (علی صاحبہا اَلف صلاۃ وسلام) میں وارد ہے۔ جن فقہائے کرام نے عورتوں کو ظہر و عصر و جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھنے کی اجازت مساجد یا عید گاہ میں دی ہے تو ان کے بھی نزدیک فتنے کے زمانے میں اس کی اجازت نہیں، لہٰذا کہاں ان فقہائے کرام کا زمانہ اور کہاں آج کا دور جس میں عورت سے متعلق فتنے وفساد کے ایسے ایسے دروازے کھلے ہیں کہ جن کا تصور ان فقہائے کرام کے زمانے میں نہیں بلکہ آج سے بیس سال قبل کرنا بھی ناممکن تھا۔ علامہ عبد الحکیم حقانی کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم نساء دراصل گھر میں ہونی چاہیے اور یہ سربراہِ خانہ یا عورت کے اولیاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کو تعلیم دیں یا ان کی تعلیم کا گھر میں انتظام کریں۔ اور بالفرض اگر عورتوں کی تعلیم کا انتظام گھروں میں نہ ہو سکے تو گھر سے باہر عورتوں کو تعلیم دینے کے لیے استاد عورت ہو، حتیٰ کہ نابینا مرد سے بھی بہتر یہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم دینے والی عورت ہو۔ پھر اگر ایسی ضرورت پڑ جائے کہ عورت کو تعلیم کوئی مرد دے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان پردہ حائل ہو 'وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ'[1]۔ پھر جب اس شرط کے ساتھ تعلیم کا انتظام ہو تو عورت کے لیے علامہ عبد الحکیم حقانی نے درج ذیل شرائط کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کو جائز کہا ہے [یہاں ان شرائط کو ہم نہایت اختصار سے بیان کر رہے ہیں اور اس شکل '{}' کے قوسین میں راقم السطور کا اضافہ ہے، تفصیل کے لیے فاضل علامہ (حفظہ اللہ) کی کتاب ملاحظہ ہو]:

۱. اپنی زینت (بناؤ سنگھار، زیور، خاص قسم کے کپڑے وغیرہ) کو چھپا کر نکلنا سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے (مثلاً اوڑھنی، برقع وغیرہ کے نیچے کے کپڑے یا ہاتھ اور پاؤں {اور اگر ہاتھ اور پاؤں فتنے کا سبب ہوں تو ان کو بھی ڈھانپنا چاہیے})۔
۲. جو لباس پہنا ہوا ہو (مثلاً برقع یا اوڑھنی) وہ خود زینت نہ ہو۔ {جیسا کہ آج کل کے برقعوں میں عام رواج ہے کہ رنگ برنگے، کڑھائیوں، لیسوں سے مزین، کمر پر بیلٹ والے برقعے جو عورت کا سارا ہی نقشہ بیان کر رہے ہوتے ہیں، اسی طرح برقعوں کے اوپر ایسے کوٹ پہننا جو خود جاذب النظر ہوں، شہوت کو متوجہ کرتے جوتے خصوصاً اونچی ایڑی کے جوتے وغیرہ، نیز شرائطِ حجاب پہلے حجاب سے متعلق فرمان میں بھی گزر چکی ہیں۔}
۳. لباس/برقع/اوڑھنی کا کپڑا باریک نہ ہو۔
۴. لباس/برقع/اوڑھنی چست نہ ہو بلکہ کھلی ڈلی ہو۔
۵. خوشبو لگا کر نہ نکلا جائے کہ خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے والی عورت کے لیے بہت سی وعیدیں وارد ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'جو عورت عطر (یا خوشبو) لگائے اور پھر وہ لوگوں کے پاس جائے اس لیے کہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ زانیہ ہے' (سنن النسائی)۔
۶. مردوں سے مشابہہ لباس نہ ہو۔
۷. کافر عورتوں سے مشابہہ لباس نہ ہو۔
۸. شہرت و نمود و نمائش کے لیے لباس نہ پہنا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شہرت (و نمود و نمائش) کی خاطر (قیمتی) لباس زیب تن کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کو رسوائی کا لباس پہنائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

علامہ عبد الحکیم حقانی مزید لکھتے ہیں کہ گھر سے باہر نکل کر تعلیم حاصل کرنے کی یہ شرائط تو دینی تعلیم کے لیے ہیں، دنیوی تعلیم میں خیاطی اور علمِ طب وغیرہ بھی ان میں شامل کیے جا سکتے ہیں، جبکہ دیگر علوم جیسے علومِ کیمیا و ہندسہ (انجنیئرنگ) وغیرہ تو ان کے لیے تو گھر سے باہر نکلنا شرعی ضرورت نہیں ہے۔ نیز علم کے درجات ہیں فرضِ عین اور فرضِ کفایہ۔ فرضِ کفایہ علوم تو سب کے سب، سب کے سب مردوں پر بھی حاصل کرنا لازمی نہیں ہیں، لوگوں میں سے ایک خاص تعداد حاصل کر لے تو کافی ہے، سو جب مردوں کے لیے یہ لازمی نہیں تو ان علوم کے حصول کی خاطر عورتوں کو گھروں سے باہر نکالنا کون سی شرعی ضرورت ہے؟

اسی کے ساتھ ایک عجیب و غریب مسئلہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط کا ہے۔ یہ اختلاط شرعاً سراسر ناجائز اور حرام ہے۔

علامہ عبد الحکیم حقانی کی ان باتوں سے ہمیں امارتِ اسلامیہ کا صاف اور واضح موقف معلوم ہو جاتا ہے۔ ان شرائط کا پورا نہ ہونا نیز دیگر خرابیوں کا بھی پایا جانا وہ امور ہیں جن کے سبب امارتِ اسلامیہ نے بالغ عورتوں کے تعلیمی اداروں میں عورتوں کی تعلیم پر تا امرِ ثانی بندش لگا دی ہے۔ دوبارہ غور کیجیے کہ حصولِ علم پر بندش نہیں ہے بلکہ تعلیمی اداروں میں آنے جانے پر تا امرِ ثانی بندش ہے۔ ذرا دیکھتے ہیں کہ تعلیمی اداروں میں عورتوں کا گشت و گزار کس طرح سے ہوتا ہے اور ہوتا تھا؟

- شریعتِ اسلامی جب بنا محرم کے خاتون کو سفر کی اجازت نہیں دیتی (حدودِ فاصلہ کی شرط کے ساتھ) تو یہ کہاں صحیح ہے کہ صوبہ میدان وردگ کی ایک لڑکی ننگرہار میں جا کر تعلیم حاصل کرے یا یوں سمجھ لیجیے کہ اسلام آباد کی ایک لڑکی لاہور میں

[1] ''جب تمہیں نبیؐ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہو گا۔'' (سورۃ الاحزاب: ۵۳) علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس میں تمام مسلمان عورتیں شامل ہیں۔

جا کر تعلیم حاصل کرے، وہ بھی دنیوی؟ پھر وہ پرائے شہر میں رہ بھی پرایوں کے یہاں یا ہاسٹلوں میں رہی ہو؟ آج ہمارے معاشروں میں جو لڑکیوں کے بھاگ جانے کے واقعات ہیں کیا ان میں ایک بڑا سبب یہی لڑکیوں/عورتوں کا اس قدر آزاد چلن نہیں؟ راقم السطور کو اس کے ایک فاضل عالمِ دین ساتھی اور استاد نے بتایا کہ بنات کے بعض دینی اقامتی مدارس میں بعض ایسی کردار و اخلاق کی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کو راقم یہاں لکھتے ہوئے بھی شرم محسوس کرتا ہے، سو دنیوی اداروں میں کیا حال ہو گا۔ اس بے باکی پر راقم کو عذر دیجیے لیکن راقم کی براہِ راست معلومات کے مطابق پاکستان کی مشہور یونیورسٹی، اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد میں علومِ دینی پڑھنے والی طالبات کی ایک خاص تعداد ایسی تھی جنہیں عرفِ عام میں 'لوفر' کہا جاتا ہے، علومِ دینی پڑھنے والی طالبات 'بوائے فرینڈ' بھی رکھتی تھیں، نیز راقم کے پاس اب بھی ارشیف (archive) میں اسی یونیورسٹی کا ایک سرکلر کہیں رکھا ہو گا جس میں طالبات کو ایک ہی بستر پر سونے سے منع کیا گیا تھا اور یہ سبھی مسائل بنیادی طور پر ہاسٹلوں میں پائے جاتے تھے رہیں! کیا یہ سب جائز ہے؟ فلہٰذا اگر تو حکومتِ اسلامی کے پاس اتنے وسائل ہوں کہ وہ خواتین کی تعلیم کا انتظام شرعی شرائط کے ساتھ کر سکے تو فبہا، بصورتِ دیگر اس فساد کو روکنے کا طریقہ ایسے اداروں میں خواتین کا آنا جانا بند کرنے کے سوا کیا ہے؟

- اکثر تعلیمی اداروں میں علومِ دینی و دنیوی پڑھانے والے مرد اساتذہ ہوتے ہیں اور ان تعلیمی اداروں میں حجاب یا استاد اور شاگرد کے درمیان پردے کا انتظام نہیں ہوتا۔ یہ منظر بھی یونیورسٹیوں میں کس قدر عام ہے کہ پڑھانے والے مرد اساتذہ بعد میں اپنی ہی شاگرد خواتین کے خاوند بن جاتے ہیں، یہ خاوند بننا تو فی نفسہ برا نہیں لیکن اس سے قبل جو کچھ چلتا ہے اور جس کے متعلق اپنی کتاب میں الشیخ العلامہ عبد الحکیم حقانی نے بھی لکھا ہے کہ عورت کے گھر سے نکلنے کا ایک نتیجہ عشق معشوقی کی بلا کا پھیلنا بھی ہے۔ یہ عشق معشوقی کہیں استاذہ اور شاگردوں کے درمیان پروان چڑھتی ہے تو کہیں شاگردوں کے مابین اور للاسف پڑھانے والے اساتذہ خود بھی تو مخلوط ماحول میں بستے ہیں سو یہ تباہی وہاں بھی آتی ہے۔
- بے حجابی جو افغانستان کے شہروں میں چاہے صرف ایک فیصد عورتوں ہی میں عام تھی اور اب تک ختم نہیں ہوئی ہے، اس قدر مضر اور شہوت انگیز ہے کہ امارتِ اسلامی کو پارکوں اور تفریح گاہوں کو اولاً بند کرنا پڑا۔ بار بار شرائط کی تکرار کے باوجود یہ بے حجابی بقول وزیرِ تحصیلاتِ عالی (ہائر ایجوکیشن) شیخ ندا محمد ندیم (حفظہ اللہ) بند نہ ہوئی اور امارتِ اسلامی کو اس پر پابندی لگانا پڑی۔
- تبرُّج یعنی غیر محرم مردوں کے سامنے زینت کا اظہار، چہرے کے میک اَپ سے لے کر کھلے بالوں، کھلے گلوں، کھلی پنڈلیوں، ہاتھوں سے کہنیوں تک کھلے بازوؤں، زیورات، لباس، زرق برق رنگا رنگ چست و ڈیزائن دار برقعوں، خوشبوؤں کا استعمال وغیرہ وہ سبھی امور ہیں جو افغانستان کی ایک فیصد عورتوں میں پائے جاتے تھے اور اب بھی معتد بہ حد تک پائے جاتے ہیں۔ امارتِ اسلامی ان سبھی امورِ غیر شرعی پر ترغیب ثم ترہیب کے ذریعے کنٹرول کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ایک اسلامی حکومت کے لیے یہ کہاں جائز ہو گا کہ وہ اپنے زیرِ انتظام پارکوں، تفریح گاہوں، دفاتر اور تعلیمی اداروں میں اس بد چلنی کو چلنے کی اجازت دیں؟ تصور کیجیے کہ ایک صاحبِ خانہ کو خدانخواستہ اپنے گھر کی کسی خاتون سے اس قسم کی شکایت ہو اور یہ شکایت ترغیب سے نہ ختم ہوتی ہو تو وہ اپنی حدودِ عملی (jurisdiction) میں کیا اس سب پر جبری پابندی عائد نہیں کرے گا؟[1] اس سب کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جو آداب و شرائط شریعت نے بتائے ہیں ان کو پامال کیا جائے کہ شر و فساد مزید بڑھ جائے۔ بلکہ یہاں یہ بتانا بھی لازمی ہے کہ امارتِ اسلامی نے اپنے ہر اہلکار، ہر مجاہد، ہر فوجی، ہر پولیس اہلکار، بلکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اہلکاروں اور محتسبین کو بھی کھلی چھوٹ نہیں دے رکھی کہ وہ جہاں جس بے حجاب عورت کو دیکھیں تو اس پر جا مسلط ہوں اور سختی و درشتی سے پیش آئیں یا اس عورت کی تادیب کریں۔ بلکہ جو ایسا کرے تو وہ اس بے حجاب عورت سے پہلے کٹہرے میں لایا جاتا ہے کہ امارت کی شرعی پالیسی ابھی مرحلۂ ترغیب میں ہے ترہیب میں نہیں اور ترہیب بھی اس عورت کی نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے ولی اور سرپرست کی ہو گی اور اس کے بھی مراحل و آداب متعین کیے جا چکے ہیں۔ پچھلے صفحات میں

---

[1] بلکہ ذرا غور کیجیے کہ آخر الزمان کے فتنوں اور تاریخِ انسانی کے سب سے بڑے فتنے، فتنۂ دجال کے بیان میں ایک حدیث میں وارد ہے کہ 'دجال مرقناۃ کی دلدلی زمین سے نکلے گا اس کی طرف زیادہ نکلنے والی عورتیں ہوں گی یہاں تک کہ آدمی لوٹے گا تو اپنے دوست، ماں، بیٹی، بہن اور پھوپھی کو مضبوطی سے باندھ دے گا کہ کہیں اس کی طرف نہ چل دے' (مسندِ احمد و طبرانی بحوالہ کنز العمال)۔ پس بعض دفعہ فتنوں سے مامون ہونے اور اپنے اہل کو مامون کرنے کے لیے ان پر حد درجہ سختی بھی کرنا پڑتی ہے۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کا ارشادِ پاک ہے 'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً' یعنی 'اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ'۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہمارے گھر کا کوئی فرد بیمار پڑ جائے تو ہم اسے لے لے کر ہسپتالوں میں پھرتے ہیں کہ کہیں یہ بیماری جان لیوا نہ ہو جائے یا خدانخواستہ کوئی خودکشی پر آمادہ ہو جائے اور چھت سے اپنے آپ کو سب کے سامنے گرانے لگے تو ہم مل کر اسے دیوانہ وار روکتے ہیں، جبکہ جان سے بھی زیادہ قیمتی، قیمتی ترین متاع 'ایمان' اور اس ایمان کے تقاضے میں 'فرائض و واجبات' قربان ہونے لگ جائیں جس کا نتیجہ جہنم کی آگ ہے تو ہماری عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں؟! فاعتبروا یا اُولی الألباب!

ایک ایسی مثال ہم نقل کر چکے ہیں جہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ایک محتسب نے ناجائز طور پر ایک ٹیکسی ڈرائیور کو مارا تو یہ محتسب بھی پابند سلاسل کر دیا گیا۔

- امارتِ اسلامی کی پابندئ احکامِ حجاب کے باوجود افغانستان کی کئی یونیورسٹیوں میں لڑکے لڑکیاں جوڑا جوڑا بن کر گھومتے تھے (مثلاً مزار پوہنتون، ننگرہار پوہنتون، کابل پوہنتون، قندھار پوہنتون، کابل لینگویج سنٹر، کاردان پوہنتون، کاتب پوہنتون وغیرہ۔ پوہنتون: یعنی یونیورسٹی)، بلکہ امارتِ اسلامی کی پابندی کے بعد بھی بعض نجی تعلیمی اداروں میں فیئر ویل (farewell) اور گیٹ ٹوگیدر (get-together) کے نام پر اسی فحاشی وحیاسوزی و بے شرمی کا مظاہرہ کیا گیا، تو یہ اختلاط کہاں جائز ہے اور اس کو بند کرنے کا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟
- ان یونیورسٹیوں میں جو علوم عام طور پر پڑھائے جاتے ہیں یا عورتیں جو پڑھ رہی تھیں وہ تو مردوں کے لیے بھی فرضِ کفایہ ہیں۔ کہاں شریعتِ اسلامی کا یہ حکم کہ فتنہ و فساد و شر سے بچنے کے لیے عورتیں نمازِ ظہر و عصر و جمعہ و عیدین بھی نہ پڑھیں، عیدین بھی نہ پڑھیں، جو سال میں دو مرتبہ ہیں، اور کہاں ہر روز شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ان علومِ دنیوی کو پڑھنے کے لیے جانا آنا؟

پس یہ وجوہات تھیں جن کے سبب امارتِ اسلامیہ کو بالغ لڑکیوں کی گھر سے باہر نکل کر تعلیمی اداروں میں جا کر تعلیم حاصل کرنے پر پابندی عائد کرنا پڑی۔ اسی موضوع سے متعلق ہم امارتِ اسلامیہ کے وزیرِ تحصیلاتِ عالی شیخ مولوی ندا محمد ندیم صاحب (دامت برکاتہم) کے 'ملی ریڈیو ٹیلی وژن' کو دیے گئے انٹرویو کی چند باتوں کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں:

"بسم الله الرحمن الرحيم. حامداً ومصلياً وبعد!

قال الله تبارك و تعالى:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (سورۃ آلِ عمران: ۱۹)

'بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'

وقال تعالى:

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ○ (سورۃ المائدۃ: ۴۴)

'اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم (وحی) کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی لوگ کافر ہیں۔'

ہمارا نظام اسلامی نظام ہے اور ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے۔ اسلامی نظام اس کو کہا جاتا ہے جہاں اسلامی نظام کے پاس اسلام کو نافذ کرنے کے لیے قوتِ تنفیذ ہو۔ چونکہ نظام اسلامی ہے، مملکت اسلامی ہے اور عوام مسلمان ہیں اس لیے مسلمانوں کے امیر پر واجب ہے کہ جو ہدایت اللہ کی کتاب لے کر آئی ہے وہ ہدایت لوگوں تک پہنچائے اور جس چیز سے اللہ کی کتاب نے منع کیا ہے اس سے منع کرے۔

ہمارا جو نظام افغانستان پر مکمل طور پر حاکم ہوا ہے یعنی کہ اسلامی امارت تو اس کو چودہ پندرہ ماہ ہو چکے ہیں اور اس میں عورتوں کی تعلیم رواں تھی۔ اس رواں نظام میں کئی رکاوٹیں اور مشکلات موجود تھیں اور حصولِ تعلیم کے نظام میں منکرات موجود تھے۔ اسلامی نظام کے حکام نے مصالحت سے کام لیتے ہوئے کوشش کی کہ یہ نظام چلتا رہے اور اس نظام میں جو مشکلات و منکرات موجود ہیں وہ حل ہو جائیں اور نظام صحیح سمت گامزن ہو جائے اور جس طرح عورتوں کی تعلیم کا نظام جاری ہے یہ چلتا رہے اور یہ مستقل بنیادوں پر قائم ہو جائے۔

لیکن متاسفانہ، وزارتِ تحصیلاتِ عالی یا امارتِ اسلامیہ نے جو ہدایات عورتوں کی تعلیم کے حوالے سے جاری کی تھیں، چودہ ماہ گزر جانے کے باوجود ان پر عمل نہ ہو سکا۔ فلہٰذا بوجوہ امارتِ اسلامی اس امر پر مجبور ہو گئی کہ ایک ایسا فیصلہ کرے جو اسلامی شریعت کا تقاضہ ہے، اللہ کے دین کا تقاضہ ہے اور ملت کے مسلمان عوام کی فکر کے مطابق ہو۔ اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ عورتوں کی تعلیم تا امرِ ثانی معطل کر دی جائے۔ مختلف مسائل کے سبب عورتوں کی تعلیم کو معطل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

- پہلا مسئلہ یہ تھا کہ یونیورسٹیوں میں ہاسٹل فعال تھے۔ ایک صوبے کی عورتیں دوسرے صوبے میں جا کر تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ کئی کئی ماہ دوسری جگہ اقامت اختیار کرتی تھیں اور راستے میں آنے جانے کے لیے ان کے ساتھ کوئی محرم نہیں ہوتا تھا۔ ہماری اسلامی اور افغانی غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ایک مسلمان دوشیزہ اپنے صوبے سے ایک دور دراز ولایت میں اقامت اختیار کرے اور زندگی گزارے۔ ہاں اگر اس کا باپ اس کے ساتھ ہو، اس کا بھائی اس کے ساتھ ہو یا اس کا خاوند اس کے ساتھ ہو تو اور بات

ہے اور پھر اپنے محرم کے ساتھ یہ خاتون تعلیم حاصل کرے۔

- دوسری مشکل یہ تھی کہ جو طالبات اپنے علاقوں میں رہتے ہوئے ہی گھر سے یونیورسٹیوں تک آتی جاتی تھیں تو ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ پوری طرح سے حجاب اوڑھیں پہنیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ حجاب عملاً نہ اوڑھا پہنا گیا۔ اسلامی امارت نے مصالحت سے کام لیا کہ آج اصلاح ہو جائے گی، کل بہتری آ جائے گی، لیکن چودہ ماہ گزر گئے اور بہتری نہ آئی اور حجاب صحیح سے نہ کیا گیا۔ یونیورسٹیوں کی طرف رفت آمد ایسے لباس میں کی جاتی رہی جو زینت میں داخل ہے اور ایسے حلیے میں یہ خواتین یونیورسٹیوں میں حاضر ہوتی تھیں جیسے عورتیں شادی میں جا رہی ہوں۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اور مشکل ہے۔ اللہ ربّ العالمین نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ (سورۃ الاحزاب:۵۹)

’اے نبیؐ! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں۔‘

جو حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو بڑی چادریں اوڑھ پہن کر گھروں سے باہر نکلنے کا دیا ہے، اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی ہے وہ حجاب عملاً نہیں پہنا جا رہا تھا۔ یہ بھی ایک نہایت اہم مسئلہ تھا۔ اور حجاب کا اسلام میں درجہ فرضیت کا ہے، حجاب اسلام میں فرض ہے۔

- ایک اور اہم مسئلہ یہ تھا کہ اکثر یونیورسٹیوں میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مخلوط ماحول ختم نہیں ہوا تھا۔ شریعت اس اختلاط کی قائل نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اختلاطِ مرد و زن ایک ممنوع اور ناجائز امر ہے۔

- چوتھا مسئلہ یہ تھا کہ یونیورسٹیوں کا موجود نصاب ایک سو ساٹھ مضامین پر مشتمل ہے اور اس میں بعض ایسے مضامین ہیں جو طبقۂ نسواں کی شان کے، عزت اور وقار اور افغانی کلچر کے منافی ہیں۔ مثلاً انجنیئرنگ اور اس کی اقسام اور زراعت کا شعبہ ہے یا اور دیگر اسی قسم کے مضامین۔

پس ان وجوہات و مسائل کے سبب امارتِ اسلامی نے تاامرِ ثانی خواتین کی تعلیم کو معطل کر دیا۔ اسلامی نظام ہو، اسلامی مملکت ہو، مسلمان عوام ہوں، مسلمانوں کی سرزمین ہو اور اس میں ایسے منکرات ہو رہے ہوں تو مسلمانوں کا امیر اس بات کا مکلف ہے کہ اس کو روکے اور اکابرینِ ملت ان مسائل کا حل نکالیں، اس لیے امارتِ اسلامی اس فیصلہ پر مجبور ہو گئی۔

آئندہ کے لیے ہمارا کیا منصوبہ ہے؟ تو ہم افغانستان کے سبھی عوام کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں سبھی کے حقوق کے قائل ہیں اور ہر ایک کو اس کا حق ادا کرنا اپنی ذمہ داری جانتے ہیں۔ چاہے وہ تعلیم سے متعلق حقوق ہوں یا عزت و ناموس کے حوالے سے حقوق ہوں یا مادّی (دنیوی) حقوق ہوں۔ جو حقوق اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کو عطا کیے ہیں تو اسلامی امارت مکلف ہے کہ لوگوں کو وہ حق دے۔ لہٰذا آئندہ کے لیے پلان یہ ہے کہ شریعت کے تقاضوں کے مطابق ان حقوق (تعلیمِ نسواں) کا اجرا کیا جائے اور بڑی سطح پر ذمہ داران اور اکابرینِ امارت اس بارے میں منصوبہ بندی کر رہے ہیں، پھر چاہے جواز کا فیصلہ ہو یا عدم جواز کا یہ سلسلے آگے بڑھایا جائے گا۔

لیکن اصولاً ہماری فکر و نظر یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہم تعلیم کے خلاف ہیں یا عورتوں کے خلاف ہیں یا یہ نہیں چاہتے کہ افغانستان ترقی نہ کرے۔ ہم نے، مسلمانوں نے، مجاہدین نے جو اتنی قربانیاں دی ہیں تو ان کا مقصد یہی تھا کہ افغانستان کے عوام کی عزت اور آبرو کی حفاظت کریں اور اللہ کے دشمن جو ان لوگوں پر مسلط تھے اور ان مسلمانوں پر ظلم ہو رہے تھے ان کو ختم کرنے کی خاطر یہ سب قربانیاں پیش کی گئیں۔ پس ہم تمام لوگوں کے حقوق کے، عورتوں کے حقوق کے قائل ہیں اور اللہ کی شریعت

کے دائرے میں سبھی کو ان کے حقوق عطا کریں گے اور یہ ہمارا عہد اور وعدہ ہے!'''[1]

یہاں تعلیمِ نسواں کے عنوان کو روکتے ہیں، امید ہے کہ امارتِ اسلامیہ کا موقف صراحت و وضاحت کے ساتھ قارئین کے سامنے آگیا ہو گا۔

مرحلۂ ترغیبِ تطبیقِ حجاب کے لیے امارتِ اسلامیہ کی خدمت میں گزارشات

اب یہاں اس باب کے آخر میں راقم السطور امارتِ اسلامیہ افغانستان کی وزارتِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معزز و مکرم، فاضل مسؤلین کی خدمت میں حجابِ شرعی کی عملی تطبیق میں مرحلۂ ترغیب کے ضمن میں چند طالبِ علمانہ گزارشات پیش کرتا ہے۔ اگر ان گزارشات کو پیش کرنے میں انداز بے باکانہ یا بے احترامانہ ہو جائے تو یہ قصداً نہیں اور اگر کچھ امور پہلے سے جاری ہیں تو ان کی تکرار کا سبب راقم کی کم علمی ہے، امید ہے کہ اکابرینِ محترمین شفقت و عفو کا معاملہ فرمائیں گے:

خصوصی میڈیا پروڈکشنز بنانا

- مختصر و مفصل دستاویزی ویڈیوز بنانا۔ معاشرے کے باثر افراد (علمائے کرام، داعیانِ دین و صوفیائے کرام، اسلامی فلاحی و خیریہ مؤسسات سے وابستہ لوگ اور دین کا درد رکھنے والے سوشل میڈیا انفلوئنسرز) خصوصاً جو حکومت میں شامل نہ ہوں کے مختصر پیغامات ریکارڈ کرنا (تاکہ عوام اس دعوت و ترغیب کو محض 'سرکاری پروپیگنڈہ' کہہ کر رد نہ کریں)۔ حجاب کی شرعی حیثیت کو مستقل بیان کرنا۔ حجاب کی معاشرے میں عقلی ضرورت کو واضح کرنا۔ تاریخِ حجاب جو کفار میں بھی رائج رہی ہے کو بیان کرنا۔
- اسی نوعیت کی تحریرات لکھنا۔
- اسی نوعیت کے پوسٹرز بنانا۔
- ترانے اور آڈیو پروڈکشنز بنانا۔

سوشل میڈیا کا استعمال

آج کے زمانے میں اعلام و ابلاغ کے لیے سوشل میڈیا ایک نہایت اہم آلہ ہے۔ سوشل میڈیا پر مختلف قسم کی مہمات (campaigns) کا ترغیبِ حجاب کے لیے استعمال نہایت مفید و معاون ہو گا۔

- عام طور پر عوام میں استعمال ہونے والے میڈیا پلیٹ فارمز مثلاً یوٹیوب، فیس بک، ٹوئٹر و انسٹاگرام پر چینلز اور اکاؤنٹس کا اجرا اور ان پر درج ذیل اصناف کی پروڈکشنز کی نشر:
  - ویب پوسٹرز
  - GIFS
  - انفوگرافکس
  - مختصر ویڈیوز
  - مفصل دستاویزی ویڈیوز (جو پہلے ذکر ہوئیں)
  - سٹیٹس اپڈیٹس یا ٹوئیٹس
  - درج بالا اصناف کا #ہیش_ٹیگز کے ساتھ استعمال
- پچھلی قسم کے سوشل میڈیا کے لیے بنائی گئی اصدارات (پروڈکشنز) کو واٹس ایپ، ٹیلی گرام اور سگنل کے گروپس میں پھیلانا اور اپنے بھی مخصوص گروپس و چینل بنانا۔
- معاشرے میں موجود اہلِ خیر اصحابِ درد کو تھرڈ پارٹی پراجیکٹس دینا جن کے ذریعے غیر حکومتی لوگ سوشل میڈیا وغیرہ پر مہمات چلائیں۔
- پیسوں کے عوض اشتہاروں کے ذریعے اپنے مقصد اور نعروں کو فروغ دینا۔

ٹی وی اور ریڈیو پر اپنی دعوت کا فروغ

عملاً اس وقت سرکاری ٹیلی وژن و ریڈیو، 'ملی' پر حجاب سے متعلق اشتہارات و مہمات و ویڈیوز / آڈیوز وغیرہ چل رہی ہیں لیکن عوام کی ایک کثیر تعداد اس چینل کو نہیں دیکھتی یا سنتی۔ ایسے چینل جو افغانستان ہی سے براڈکاسٹ ہوتے ہیں جیسے، طلوع، شمشاد، آریانہ (ریڈیو چینلز کے نام راقم کو معلوم نہیں) وغیرہ تو ان پر ایئر ٹائم خرید کر بھی اپنے اشتہارات، مختصر و مفصل دستاویزی ویڈیوز / آڈیوز دکھائی جا سکتی ہیں۔

ایڈورٹزمنٹ کمپنیوں سے مدد لینا

ایڈورٹزمنٹ کمپنیوں کا کام ہی پراڈکٹس، آئیڈیاز، نعروں وغیرہ کو بیچنا ہوتا ہے۔ ایسی کمپنیوں سے بھی اپنی دعوت میں فروغ کے لیے مدد لی جا سکتی ہے۔ بلکہ وزارتِ اطلاعات و فرہنگ کے تحت پہلے سے یقیناً ایسے سرکاری ادارے بھی موجود ہوں گے جن سے سرکاری معاہدوں کے تحت مدد لی جا سکتی ہے۔

---

[1] بحوالہ یوٹیوب چینل 'RTA Pashto' (_تر امر ثاني پورې د_ اناثو د_ پوهنتونونو بندېدو په اړه د لوړو زده_کړو سرپرست وزير سره ځانګړې مرکه)

معاشرے کے بااثر افراد کے لیے خصوصی کاوشیں

- معاشرے کے بااثر افراد (علمائے کرام خصوصاً مساجد کے ائمہ اور مدارس کے مہتمین، داعیانِ دین و صوفیائے کرام، اسلامی فلاحی و خیریہ مؤسسات سے وابستہ لوگ اور دین کا درد رکھنے والے سوشل میڈیا انفلوئنسرز) کے لیے لائحہ جات تشکیل دینے کی بھی ضرورت ہے اور ایسے نکات واضح کرنے کی ضرورت ہے جو ان کے لیے عوام میں شعور بیدار کرنے میں معاون ہوں۔
- کانفرنسوں، سیمیناروں اور اجتماعات کا انعقاد جن میں بااثر افراد کو اس کام کو کرنے کی تحریض دلائی جائے۔
- بااثر افراد کے لیے واٹس ایپ، ٹیلی گرام اور سگنل پر خصوصی گروپس جہاں پہلے ذکر کردہ امور کو شریک (share) کیا جاسکے اور فیڈ بیک بھی لیا جاسکے۔

درج بالا چند گزارشات ہمارے ذہن کی خام پیداوار تھیں۔ یقیناً امتِ مسلمہ اور خصوصاً افغان قوم زرخیز دماغوں سے بھری پڑی ہے اور خود جن کی خدمت میں یہ گزارشات پیش کی گئی ہیں بہتر فکر و نظر اور وژن رکھتے ہیں۔ راقم السطور کا مقصد بس اس کارِ خیر میں شریک ہو جانا، باقی امت کے سامنے امارتِ اسلامی کے نظامِ اسلامی کی تصویر پیش کرنا اور عند اللہ اپنی حاضری اللہ کی شریعت کے نفاذ کی دنیا بھر میں کوشش و محنت کرنے والے احباب میں لگوانا تھا۔

وما توفيقي إلّا بالله. وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.وصلى الله على نبينا وقرة أعيننا محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

[تحریرِ ہٰذا کا پہلا باب یعنی 'حقوق و تعلیمِ نسواں' بحمد اللہ اختتام کو پہنچا۔ اللہ جل جلالہ اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں، آمین! قارئینِ کرام اپنے مشورے، تبصرے اور آراء مجلہ ٔہٰذا سے وابستہ برقی پتوں (emails) پر ارسال فرماسکتے، جزاکم اللہ خیراً کثیراً]

☆☆☆☆☆

بقیہ: عامرہ احسان صاحبہ

یہی عمل مسلسل کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اس مصیبت کو ہٹادے۔'

نجانے پاکیزگی کے اس دور میں وہ کن غلط حرکتوں کا غم کھا رہے تھے۔ یہاں اللہ کا کون سا حکم ہے جو ہم نے توڑا نہ ہو۔ پوری بے خوفی سے LGBTQ کے گناہِ عظیم کو بڑھاوا دینے اور دنیا کی حیا باختہ اقوام کے ساتھ ہم قدم ہونے کو ڈٹ کر فلم بنائی، دکھائی، بل پاس کیا۔ سود نے مزید ہماری معیشت آلودہ کر رکھی ہے۔ رمضان میں اکا دکا صفحات پر روزے کے تذکرے کے آگے پیچھے فحش تصاویر حسبِ سابق رہیں، ماہِ مقدس کی تقدیس کو پامال کرتی۔ ادھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قحط سالی کی بلا سے نمٹنے میں انتظامات کے ساتھ ساتھ مسلسل استغفار اور دعاؤں پر متوجہ تھے۔ بالآخر تمام گورنروں، افسروں کو لکھا کہ فلاں دن سب میدان میں نکلیں، رب سے عاجزی و تضرع کریں کہ یہ بلا ہم سے ہٹادے۔ آپؓ خود بھی نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے۔ لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، اللہ سے گریہ زاری کی۔ آپؓ کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ (یہاں سارے آنسو عوام کا مقدر ہیں!) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباسؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے دعا کرائی۔ دعاؤں کے بعد رب تعالیٰ کی رحمت بھرپور برسی، یہاں تک کہ ہریالی چھاگئی اور لوگوں کو زندگی مل گئی۔

یہاں رجوع اِلی اللہ کی طرف حکمرانوں، سر پھٹول سیاست دانوں، قانون کا ہتھوڑا بجاتے منصفوں کے ہاں دور دور کوئی شائبہ، کوئی تصور تک نہیں۔ وہاں حساس حکمران (سیدنا عمرؓ جیسے بارعب، ہیبت طاری کرنے والے!) کا عالم دیکھیے۔ جب لوگ سیراب مطمئن ہو کر گھروں کو واپس ہونے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آنکھیں احساسِ تشکر سے اشک بار ہیں۔ ایک شخص نے آپؓ کی تعریف کرتے ہوئے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بلا آپؓ سے ٹل گئی، آپؓ آزاد خاتون کے سپوت ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو! اس (تعریف) کا میں اس وقت حقدار ہوتا جب اپنے یا اپنے باپ خطاب کے مال سے خرچ کیا ہوتا۔ میں نے تو اللہ کا مال خرچ کیا ہے۔ سیرت و کردار، طرزِ حکمرانی، احساس جوابدہی کا تقابل کر دیکھیں۔ ہم کیا تھے، کیا ہوگئے! تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو!

ہمارے حالات فرنچ انقلاب سے مشابہ ہیں۔ آٹا، روٹی تاج اچھالنے اور تخت گرانے کا سبب بن جایا کرتے ہیں۔ طبقاتی خلیج اتنی بڑھی ہو کہ ایک طرف راج کرنے والوں کی دولت ملک میں سما نہ سکے اور جائیدادیں یہاں سے پیسہ لوٹ کر دبئی، برطانیہ تک پھیلی ہوں۔ دوسری طرف عوام قسط در قسط آئی ایم ایف کے ہاتھ بھوک ننگ وصول کر رہے اور امراء کا پس خوردہ کھانے پر مجبور ہوں۔ یہ بے رحم خوفناک نظام تادیر چلنا ممکن نہیں۔ نظریہ، اقدار، آخرت کے تصور سے تہی دامن خانہ جنگی کی راہ دکھاتے ہیں۔ خدانخواستہ۔ انسانیت سوز نظام کا تریاق اسلام کی طرف لوٹنے میں ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کا فرمان فیصل ہے: 'خدا کی یہ ساری زمین سب انسانوں کے لیے ایک مسجد اور ایک سرائے کی طرح وقف ہے۔ جس طرح ایک وقف میں سب مسافروں کو فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق ہوتا ہے، اسی طرح سب لوگ خدا کے اس وقف (زمین) سے فائدہ اٹھانے میں برابر کے شریک ہیں۔'

[مستعار مضمون۔ یہ کالم ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔]

☆☆☆☆☆

مسلمان بہن! حجاب پاک دامنی، حیا، عفت اور غیرت کی علامت ہے۔

مسلمان بہن! بے حجابی شیطانی خواہشات اور وسوسوں پر عمل کرنا ہے۔

حجاب قید خانہ اور غلامی کا طوق نہیں، بلکہ تمہاری عزت اور وقار کا ہار ہے!

بے حجابی جاہلیت کی علامت اور فتنوں کا دروازہ ہے۔

حجاب: باپ کی عزت، ماں کا فخر، شوہر کی ناموس، بھائیوں کا وقار اور عورت کی خوبصورتی ہے۔

اے میری مسلمان بہن! بے حجابی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔

اے مسلمان بہن! تمہارا حجاب باپ کی عزت، بھائی کی غیرت اور مسلمانوں کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔

باحجاب عورتیں مفسدوں کے شر اور فساد سے محفوظ رہتی ہیں۔

مگر تم کیا ہو!

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

پاکستان ایٹمی قوت ہے۔ بڑے بڑے اداروں کی شان و شوکت میں کسی سے کم نہیں۔ عدلیہ، بیوروکریسی کے رعب داب، پروٹوکول ہوں یا صدارت، وزارت کی دھوم دھام۔ بڑے شہروں کی سڑکوں پر دمکتی امپورٹڈ گاڑیوں کا اژدہام۔ ہاؤسنگ سوسائٹیوں اور فارم ہاؤسز میں اکڑفوں۔ مگر ایک دوسرا منظر بھی اسی پاکستان کا ہے۔ مفت یاسستے آٹے کی بوریوں کے حصول کے لیے لڑتے کٹتے مرتے عوام۔ بے ہنگم ہجوم میں عورتیں بچے بھی ہیں، عمر رسیدہ مرد بھی۔ کراچی میں ہاتھاپائی اور بھگدڑ میں آٹے کی بوری کی چاہت میں دب کر مر جانے والے بارہ قیمتی انسان۔ شورکوٹ میں زخمی ہو کر ہسپتال پہنچنے والے ۵ زخمی بشمول ایک خاتون۔ گویا اب جہاں آٹا تقسیم ہو وہاں ایمبولینس اور فوری طبی امداد کا سامان بھی موجود رہے۔ کیا کسمپرسی ہے کہ ایک عورت اپنے سر پر آٹے کے چار تھیلے لادے چلی جارہی ہے، بھاری بھرکم! بدنظمی، مجروح عزتِ نفس، بنیادی انسانی ضرورت کے لیے دھکے کھاتے عوام! ان کے لیڈر کہاں ہیں؟

حکمران وہ ہیں جو پچھلی حکومت کی ناتجربہ کاریوں کے نتائج بھگتتے، سیاسی سر پھٹول اور آئی ایم ایف کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے جیسے تیسے حکومت چلانے بچانے میں الجھے پھنسے پڑے ہیں۔ عدلیہ، وہ جو ملک کو عدل وانصاف، عوام کے بنیادی آئینی حقوق دلانے سے بڑھ کر خود سیاسی کردار بنی ہلا مارے جانے والے متنازع فیصلے اور حکم صادر کر رہی ہے۔ جن کے اَمپائرُوں نے سیاست دھرنوں پر استوار کرنے کی طرح ڈال کر 'دھونس دھمکی جمہوریت' مسلط کی تھی، اب وہ چپ کا روزہ رکھے بیٹھے ہیں۔ جب عوام آٹے کے تھیلے پر جان سے جارہے ہیں، سیاست دان اور عدلیہ ان سے منہ موڑے فوری انتخابات کو ترجیح اول بنائے گرد باد اٹھائے دھول مچارہی ہے۔ آئی ایم ایف، ایف اے ٹی ایف اور ہمارے دوست نما دشمن ممالک جو ازل سے اس دن کے متمنی تھے، ہماری کھوکھلی معیشت اور عوام کی بے چارگی پر بغلیں بجارہے ہیں۔

سبھی پریشانیوں کی وجہ ہمارا قومِ نوح والا حال ہے، جس کی شکایت اولوالعزم نبی اللہ نے کی تھی۔ 'جب بھی میں نے ان کو (تیری طرف) بلایا کہ تُو انہیں معاف کر دے انہوں نے (نافرمانی کی روش چھوڑنے کے بجائے) کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اَڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔ پھر میں نے اعلانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے۔' (نوح:۷-۱۳) ہمارے حالات کی ابتری ایسی ہی اللہ سے بغاوت کی روش کا نتیجہ ہے۔ آزمائش تو ہر قوم پر آتی ہے مگر رجوع الی اللہ اور استغفار، خداخوفی ہر مشکل سے نکلنے کی راہ دکھاتی ہے۔ ہمیں سیکولرازم نے کہیں کا نہ چھوڑا۔ پھر اس پر تو وعید یہی ہے کہ: 'اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اندھا اٹھائیں گے۔' (طٰہٰ:۱۲۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جہاں خوشحالی کا دور دورہ رہا، ابتلا و آزمائش کی سنت بھی پوری ہوئی۔ جاں لیوا قحط، اس سے عہدہ برآ ہونے کا طریقہ، دردمندی دلسوزی، عوام کی خدمت گزاری میں ہلکان ہونا، منصوبہ بندی، رہتی دنیا تک کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ ۱۸ھ میں جزیرۂ عرب میں سخت قحط پڑا۔ اسے سیدنا عمرؓ نے اپنی جان پر لیا۔ قسم کھالی کہ جب تک عوام کو فراخی میسر نہ آئے اس وقت تک گوشت اور گھی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ فرمایا: میں رعایا کے دکھ درد کو کیسے سمجھ سکوں گا جب تک میں بھی ان کی حالت سے نہ گزروں۔ عوام کی خدمت اور ضروریات کی فراہمی میں جتے، حال یہ ہوا کہ رنگ سیاہ پڑ گیا بھوک، مشقت اور محنت سے۔ لوگ آپس میں کہتے کہ اگر اللہ نے قحط سالی دور نہ کی تو سیدنا عمرؓ شدتِ احساس و غم کے ہاتھوں وفات پاجائیں گے۔ ہر طرف سے لوگ مدینہ پہنچنے لگے۔ عمر فاروقؓ خود کھانا کھلانے کی نگرانی کرتے۔ انتظامات میں تندہی سے اپنے امراء کے ساتھ شریک رہتے۔ شام، مصر، عراق، فارس کے گورنروں کو فوری امدادی سامان روانہ کرنے کے لیے حکم جاری کیا۔ ہر طرف سے خوراک کے قافلے آنے لگے۔ مسلسل باورچی پکاتے اور کھانا تقسیم کیا جاتا۔ بدویوں اور دیہات کے باشندوں کو 'آٹا گھر' سے خوراک تقسیم کرتے۔

'آٹا گھر' ایک مالی ادارہ تھا جس کے سامان کو دورِ فاروقی میں ایام قحط میں وفودِ مدینہ میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس میں آٹا، ستو، کھجور، کشمش کی نوعیت کی خوراک رہتی۔ بحرانی حالات میں یہ بہت بڑا بنا دیا گیا تاکہ دسیوں ہزار لوگ جو نو مہینے تک مدینہ آتے رہے خوراک سے مستفید ہوتے رہے۔ دن کو یہ عالم کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ اپنی پیٹھ پر اناج سے بھری دو بوریاں اور ہاتھوں میں تیل سے بھرا ڈبا اٹھائے ہوئے تھے، پھر میں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا۔ پھر بیس گھرانوں پر مشتمل ایک جماعت کے لیے کھانا پکانے کھلانے میں لگ گئے، یہاں تک کہ سب کو آسودہ کر دیا۔ بکثرت نمازیں پڑھتے، مسلسل استغفار کرتے۔ گریہ کناں رہتے۔ کہتے: 'اے لوگو! مجھے خوف وخطر لاحق ہے کہ اللہ کی ناراضی ہم سب کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ اپنے رب کو راضی کرلو، غلط حرکتوں سے باز آجاؤ اور اپنے رب سے توبہ کرو، نیک اعمال کرو۔ ایسی بارش کا سوال کرو جو بارانِ رحمت ہو، بارانِ عذاب نہ ہو۔

(باقی صفحہ نمبر 120 پر)

کشمیر میں بلڈوزر گردی کا ظلم

سلیم منصور خالد

سات عشروں سے کشمیری اپنے حقِ خودارادیت کے لیے جان کی بازی لگا رہے ہیں، اور دوسری طرف انڈیا کی کبھی نام نہاد سیکولر حکومتیں اور کبھی فاشسٹ حکومتیں انہیں کچلتی اور ان کی اولادوں کو عذاب کی مختلف صورتوں میں دھکیلتی چلی آرہی ہیں[1]۔ نئی دہلی کے سفاک حکمرانوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلم دُنیا کے دولت مند ممالک اُن کی نازبرداری کرتے ہوئے انڈین تجارت، کلچر اور دفاعی تعاون تک کے لیے بچھے جارہے ہیں، تو اُنہوں نے کشمیری مسلمانوں پر ظلم و وحشت کے پہیے کو تیز تر کر دیا۔ جنوری ۲۰۲۳ء میں جب کشمیر شدید برف باری اور بارشوں میں گھرا ہوا تھا، ظلم اور توہین کی ایک نئی یلغار سے اہل کشمیر کو اذیت سے دوچار کیے جانے کا آغاز ہوا۔ یہ ہے سری نگر سمیت کشمیر کے تمام اضلاع میں، سرکاری املاک پر 'تجاوزات' کے نام پر سالہا سال سے مقیم کشمیری مسلمانوں کی دکانوں اور گھروں کو بلڈوزروں کے ذریعے مسمار کرنے اور شہری زندگی کے آثار کچلنے کا وحشیانہ عمل۔ اس پر نعیمہ احمد مہجور نے اخبار دی انڈی پنڈنٹ (۱۷ فروری) میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''عنقریب مقامی آبادی کا ایک حصہ سڑکوں یا گلی کوچوں میں پناہ لے رہا ہو گا یا روہنگیا مسلمانوں کی مانند لائن آف کنٹرول کی جانب بھاگنے پر مجبور ہو گا''۔

سری نگر سے بی بی سی کے نمایندے ریاض مسرور نے ۱۸ فروری ۲۰۲۳ء کو رپورٹ کیا: ''انڈیا کے زیرِ انتظام کشمیر میں مقبول احمد اُن ہزاروں بے گھر کشمیریوں میں شامل ہیں، جنہوں نے برسوں کی جدوجہد کے بعد دو کمروں کا گھر تعمیر کیا۔ ایسی بستیوں کو حکومت کی طرف سے بجلی، پانی اور سڑکوں جیسی سہولت بھی میسر ہے، مگر اب اچانک کہا جا رہا ہے کہ تم سب ناجائز قابضین ہو''۔

حکومت کی طرف سے 'ناجائز' یا 'غیر قانونی' قرار دی جانے والی تعمیرات کو گرانے کی مہم زوروں پر ہے اور ہر روز حکومت کے بُلڈوزر تعلیمی اداروں، دکانوں، مکانوں اور دیگر تعمیرات کو منہدم کر رہے ہیں۔ اس نئی مہم کے تحت کسی کی دکان جارہی ہے، کسی کا مکان اور کسی کی زرعی زمین چھینی جارہی ہے۔ مقبول احمد کہتے ہیں: ''ہماری تین نسلیں یہاں رہ چکی ہیں۔ ہم کہاں جائیں؟ یہاں کے لوگ خاکروب یا مزدور ہیں۔ اگر یہ گزشتہ ۷۵ برس سے غیر قانونی نہیں تھے تو اب کیسے ناجائز قابضین ہو گئے؟ یہ کون سا انصاف ہے''۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے مقامی کشمیری لیڈر الطاف ٹھاکرے نے اس صورتِ حال سے لاتعلق ہو کر کہا: ''بابا کا بلڈوزر تو چلے گا'' حالانکہ عالمی نشریاتی اداروں کی دستاویزی رپورٹوں میں تباہ شدہ گھروں کے ملبے پر کھڑی عورتیں فلک شگاف فریادیں کرتی نظر آتی ہیں کہ ''ہمارے ساتھ انصاف کرو، ہمیں برباد نہ کرو''۔

نئی دہلی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ حکومت نے گزشتہ تین سال کے دوران زمین سے متعلق ۱۲ قوانین ختم کیے ہیں، ۲۶ قوانین میں تبدیلیاں کی ہیں اور ۸۹۰ بھارتی قوانین کو جموں کشمیر پر نافذ کر دیا ہے۔ اکتوبر ۲۰۲۲ء میں ''جموں و کشمیر ری آرگنائزیشن تھرڈ آرڈر'' نافذ کیا گیا، جس کا مقصد مقامی کشمیریوں کو زمین سے بے دخل کر کے، سرزمینِ کشمیر کو پورے ہند کی چراگاہ بنانا ہے۔ اس کے بعد دسمبر ۲۰۲۲ء میں 'لینڈ گرانٹس ایکٹ' نافذ کیا گیا ہے، جس کے ذریعے تعمیرات کو ناجائز قرار دینے کا یہ سارا فساد برپا کیا گیا ہے۔

ان مسلط کردہ ضابطوں کے مطابق کہا جارہا ہے: ''کوئی زمین یا عمارت پہلے اگر لیز پر دی گئی تھی تو حکومت حق رکھتی ہے کہ وہ پراپرٹی واپس لی جائے''۔ سرینگر، جموں اور دوسرے اضلاع میں تقریباً سبھی بڑی کمرشل عمارتیں لیز پر ہی تھیں، اب وہ لیز ختم کی جارہی ہے۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ ''سابق وزراء، بڑے افسروں اور حکومت کے حامی تاجروں کی عمارات کو چھیڑا نہیں جارہا۔ مقامی صحافی ماجد حیدری کے بقول: ''ان بلڈوزروں کا نشانہ صرف غریب مسلمانوں کی جھونپڑیاں ہیں''۔ 'بلڈوزر مہم' سے مسلمانوں کی آبادیوں میں سخت خوف پایا جاتا ہے اور کئی علاقوں میں احتجاج بھی ہوئے ہیں، مگر احتجاجیوں کی فریاد سننے کے بجائے ان کو بُری طرح تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ لوگ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ ''یہ زمینیں حاصل کر کے انہیں پورے انڈیا کے دولت مند لوگوں میں فروخت کر دیا جائے گا''۔ پہلے یہ بات خدشہ تھی، اب عملاً یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

---

[1] سلیم منصور خالد صاحب نے یہاں کشمیریوں کی قربانی کو 'حقِ خودارادیت' کے تحت بیان کیا ہے جو حقیقتاً درست نہیں۔ اہلِ کشمیر کی تحریک کا آغاز ۱۹۳۱ء میں ڈوگرہ راج کے خلاف ہوا جب ۱۳ جولائی کو چوبیس کشمیری نوجوانوں نے اذان دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ تحریکِ کشمیر کا آغاز ہی شہادتوں اور اذانوں سے ہوا، یہ تحریک مختلف مراحل سے گزری، قیامِ پاکستان کے بعد اس تحریک کا عمومی نعرہ 'کشمیر بنے گا پاکستان' ہو گیا اور اس نعرے کی تشریح قائدِ اہالیانِ کشمیر سیّد علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑی وضاحت سے کر چکے ہیں جس کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں '**اسلام کی نسبت سے**، ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے!' ہے۔ بعد میں اسی نعرے کو نکھار کمانڈر برہانی وانی شہید اور کمانڈر ذاکر موسیٰ شہید، کمانڈر سبزار احمد بھٹ شہید اور مفتی ہلال شہید رحمہم اللہ نے 'کشمیر بنے گا دار الاسلام' اور 'شریعت یا شہادت' کہہ کر ثم اسی اسلامی نعرے کی خاطر اپنا لہو قربان کر کے دیا۔ اہالیانِ کشمیر ہوں یا اہالیانِ فلسطین بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کی قربانیوں کا مقصد اللہ کے دین کی سرخروئی ہے نہ کہ کسی خطۂ زمین کی آزادیٔ محض، بھارت و پاکستان کے سامنے حقِ خودارادیت یا امریکہ و اسرائیل کے بالمقابل دو ریاستی حل! (مدیر)

روزنامہ دی گارڈین،لندن(۱۹مارچ ۲۰۲۳ء) میں آکاش حسان نے سری نگر سے اور حنان ایلس پیٹرسن نے نئی دہلی سے ایک مشترکہ رپورٹ میں اسی نوعیت کے حقائق پیش کیے ہیں۔

۵۲برس کے فیاض احمد کا کھر دراباغ میں ۳۰سال پرانا گھر بھی بغیر کسی وارننگ کے منہدم کر دیا گیا تو انہوں نے کہا:”یہ سب حربے کشمیریوں کو دبانے کے لیے برتے جارہے ہیں“۔۳۸سال کے سہیل احمد شاہ اُس ملبے کے سامنے صدمے اور مایوسی کی کرب ناک تصویر بنے کھڑے تھے،جو دو عشروں سے اُن کا ذریعۂ معاش تھا۔وہاں وہ اپنی ورکشاپ میں کام میں مصروف تھے کہ ایک ناگوار کرخت آواز سنی،جو دراصل اُن کی ٹین کی چھت کو چڑمڑ ہونے سے پیدا ہو رہی تھی،اور وہ چھت اُن کے اُوپر گرا چاہتی تھی کہ بمشکل بھاگ کر جان بچا سکے۔انہوں نے بتایا: ”نہ ہمیں کوئی نوٹس دیا گیا اور نہ کوئی پیشگی اطلاع دی گئی۔ہم مدتوں سے کرایہ دے کر یہاں روزی روٹی کماتے تھے،اور اب تباہ ہو کر یہاں کھڑے ہیں“۔

سری نگر شہر میں پرانی کاروں کے پُرزوں کی مارکیٹ میں اس نوعیت کی تباہی کے آثار بکھرے دکھائی دے رہے ہیں،جسے حکومت ’زمینیں واپس لینے‘ کا نام دے رہی ہے،حالانکہ کشمیر میں رہنے والے اسے ایک مذموم اور مکروہ مہم قرار دے رہے ہیں۔بھارتیہ جنتا پارٹی کے ہندو نسل پرست نریندر مودی وسیع ایجنڈے کے تحت کشمیریوں کو ان کی اپنی سرزمین سے بے دخل، بے گھر اور بے روزگار کر کے نقل مکانی پر مجبور کرنے میں مصروف ہے۔یاد رہے،واحد کشمیر ہی وہ علاقہ ہے،جہاں مسلمان واضح اکثریت رکھتے ہیں اور اس پہچان کو ختم کرنا آر ایس ایس کے پیشِ نظر ہے۔

۲۰۱۴ء میں نئی دہلی میں مودی حکومت کی آمد کے ساتھ ہی انڈیا کے طول و عرض میں مسلم اقلیت کو ستم کا نشانہ بنانے کا مؤثر ذریعہ بلڈوزر رہے ہیں۔اترپردیش،دہلی،گجرات اور مدھیہ پردیش میں فعال مسلمانوں کے گھروں کو تہس نہس کرنے کے لیے بلڈوزروں ہی کو ہتھیار کے طور پر برتا گیا ہے۔جب اس بلا کا رُخ کشمیر کی طرف مڑا تو سابق وزیراعلیٰ محبوبہ مفتی نے کہا:”انہدام کی یہ مہم [کشمیر میں] لوگوں کو ان کے گھروں اور معاش و روزگار کے مراکز کو تباہ کر کے پسماندگی کی طرف دھکیلنے کی ایک مکروہ چال ہے“۔اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا: ”انڈیا میں واحد مسلم ریاست کے شہریوں کے استحصال کی یہ نئی لہر درحقیقت ماضی کی زیادتیوں کا ہی تسلسل ہے“۔کانگریس نواز نیشنل کانفرنس کے لیڈر فیصل میر کے مطابق:”بی جے پی جموں وکشمیر کو واپس ڈوگرہ دور میں لے جانا چاہتی ہے۔بلڈوزر سے زمین ہتھیانا اور جائیداد چھیننا اسی پالیسی کا تسلسل ہے“۔

اگست ۲۰۱۹ء میں مودی حکومت کی نسل پرست حکومت نے یک طرفہ طور پر جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت چھین لی اور ریاست کے دروازے تمام بھارتیوں کے لیے کھول دیے کہ وہ یہاں جائیدادیں خرید سکتے ہیں اور یہاں کے ووٹر بن سکتے ہیں۔یہ سب کام یہاں کی مسلم اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے لیے ہیں،تاکہ ووٹوں کا تناسب تبدیل اور من مانی حلقہ بندیاں کر کے،مسلم آبادی کو نام نہاد انتخابی عمل میں بے بس کر دیا جائے۔

ریاست جموں وکشمیر میں آزادئ اظہار سلب ہے،سیاسی نمایندگی تار تار ہے،اور کشمیر اب دُنیا میں سب سے زیادہ فوجیوں کی موجودگی کا علاقہ بن گیا ہے،جس میں ہر چند کلومیٹر کے فاصلے پر مسلح فوجیوں کی چوکیاں موجود ہیں۔سنسرشپ عائد ہے،جو کوئی سوشل میڈیا پر حکومتی ظلم کے خلاف آواز بلند کرے،پولیس اسے فوراً گرفتار کر کے جیل بھیج دیتی ہے۔گزشتہ چند ہفتوں میں صحافیوں آصف سلطان،فہد شاہ،سجاد گل اور عرفان معراج کو دہشت گردی کے قوانین کے تحت اُٹھا لیا گیا ہے،جب کہ ہزاروں کشمیریوں کے سر سے چھت چھین لی گئی ہے۔دراصل یہ وہی ماڈل ہے جو اسرائیل نے فلسطینیوں پر مسلط کر کے عرب آبادی کا تناسب تبدیل کر دیا ہے،اور جسے برہمن نسل پرست،صہیونی نسل پرستوں سے سیکھ کر کشمیر میں نافذ کر رہے ہیں۔ مقامی شواہد کے مطابق گزشتہ ڈیڑھ برس کے دوران تقریباً سات لاکھ غیر کشمیری،یہاں لا کر آباد کیے جاچکے ہیں۔

ظلم کی اس سیاہ رات میں مظلوموں کے گھر روندے جارہے ہیں،وہ کھلے آسمان تلے حسرت کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔دُنیا کا میڈیا اور مسلمانوں کی حکومتیں،جماعتیں،ادارے اور سوشل میڈیا پر فعال نوجوان اس درندگی اور زیادتی کا کرب محسوس کرنے سے لاتعلق نظر آتے ہیں۔معلوم نہیں کس قیامت کے ٹوٹنے کا انتظار ہے،حالانکہ ہزاروں کشمیری گھروں پر قیامت ٹوٹ بھی چکی ہے۔

[مستعار تحریر۔یہ مضمون ایک معاصر ماہنامے میں پہلے شائع ہو چکا ہے۔]

☆☆☆☆☆

آپ کے سوالات

’نوائے غزوۂ ہند‘ سے سوالات پوچھیے۔اس سلسلے میں قارئین ’نوائے غزوۂ ہند‘ سے سوالات پوچھ سکیں گے جن کے جوابات،ماہانہ شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔

اپنے سوالات درجِ ذیل برقی پتے(email) پر ہمیں بھیجیے:

aapkaysawalat@nghmag.com

اکھِل بھارتیہ ودیارتھی پرشاد (Akhil Bhartiya Vidiyarthi Parishad)

اکھل بھارتیہ ودیارتھی پرشاد (All India Student Organisation) آر ایس ایس کا سٹوڈنٹ ونگ ہے۔ اور تیس لاکھ سے زیادہ ارکان کے ساتھ یہ انڈیا کی سب سے بڑی طلبہ تنظیم ہے۔ اسے ۱۹۴۸ء میں آر ایس ایس کے اہم پرچارک بلراج مدھوک[1] (Balraj Madhok) نے قائم کیا۔ ۱۹۵۸ء میں آر ایس ایس کا ایک اور اہم پرچارک بمبئی یونیورسٹی کا پروفیسر یشونت راؤ کیلکر (Yashwant Rao Kelkar) اس کا مرکزی منتظم بنا۔ کیلکر کو ودیارتھی پرشاد کا اصل معمار مانا جاتا ہے۔

اپنے قیام کے بعد سے ہی یہ تنظیم ہندو مسلم فسادات میں ملوث رہی اور خاص طور پر تعلیمی اداروں میں ہندو مسلم فسادات میں اس کا اہم کردار رہا ہے۔ سیاسی تحریکات میں شرکت اور مسلم مخالف موقف ہندو طلبہ میں اس کی شہرت کی بنیادی وجہ بنا۔ ۱۹۷۴ء تک اس کے ارکان کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی جبکہ اس کی شاخیں ۷۹۰ یونیورسٹی کیمپسوں میں بن چکی تھیں اور بہت سی اہم یونیورسٹیوں بشمول دہلی یونیورسٹی میں اس نے طلبہ یونین انتخابات کے ذریعے سے اپنا کنٹرول قائم کر لیا تھا۔ بابری مسجد کے انہدام میں اس تنظیم نے بھی حصہ لیا جس کی وجہ سے اس کی شہرت میں مزید اضافہ ہوا۔ ۲۰۱۴ء میں مودی کے حکومت میں آنے تک اس کے ارکان کی تعداد ۳۱ لاکھ ۷۵ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

یونیورسٹیوں میں مسلمان طلبہ کو ہجوم زنی کا نشانہ بنانے میں زیادہ تر اسی تنظیم کے غنڈے ملوث ہوتے ہیں، جبکہ پچھلے عرصے میں کرناٹک اور دیگر ریاستوں میں حجاب کے خلاف مظاہروں اور باحجاب طالبات کو ہراساں کرنے میں بجرنگ دل اور درگا واہنی کے ساتھ اس تنظیم کے غنڈے بھی ملوث رہے ہیں۔

سنگھ پریوار سے منسلک غیر ہندو تنظیمیں

مسلم راشٹریہ منچ (National Front of Muslims)

مسلم راشٹریہ منچ آر ایس ایس کی طرف سے مسلمانوں میں ہندُتوا کے نظریات کی ترویج کے لیے بنائی گئی تنظیم ہے۔ اس تنظیم کا قیام ۲۰۰۲ء میں اُس وقت کے آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک 'کے ایس سدرشن' نے عمل میں لایا۔ تنظیم کا قومی کنوینز محمد افضل نامی شخص کو بنایا گیا جبکہ آر ایس ایس کی طرف سے تنظیم کی 'رہنمائی' کرنے کے لیے ایک پرچارک 'اندریش کمار' کو ساتھ شامل کیا گیا۔

اس تنظیم کا دعویٰ ہے کہ آر ایس ایس اور اس سے منسلک تنظیموں کے حوالوں سے مسلمانوں کے خدشات بے بنیاد ہیں، اور ہندوستان میں مسلمان برادری کے اندر قیادت کے فقدان کی اصل ذمہ دار انڈین نیشنل کانگرس ہے[2]۔

یہ تنظیم آر ایس ایس کی طرف سے شروع کی گئی بہت سی تحریکات اور مہمات کی مکمل حمایت کرتی ہے جس میں گائے ذبح کرنے پر پابندی بھی شامل ہے[3]۔

نومبر ۲۰۰۹ء میں جمیعت علمائے ہند نے ایک قرارداد منظور کی جس میں 'وندے ماترم' کو غیر اسلامی نغمہ قرار دیا۔ مسلم راشٹریہ منچ نے اس قرارداد کی مخالفت کی۔ اس کے کنوینز محمد افضل نے کہا:

> ”ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس فتوے کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ وندے ماترم ملک کا قومی نغمہ ہے اور ہر ہندوستانی شہری کو اسے پڑھنا اور اس کا احترام کرنا چاہیے۔“

---

[1] بلراج مدھوک کا شمار آر ایس ایس کے اہم کریاکرتاؤں میں ہوتا ہے۔ اس کا تعلق جموں سے تھا اور اسی نے جموں وکشمیر میں آر ایس ایس کی بنیاد رکھی۔ جب گولوالکر نے شیام پرشاد مکھرجی کو بھارتیہ جن سنگھ بنانے کا کہا تو آر ایس ایس کی طرف سے بلراج مدھوک کو بھی دیگر کے ساتھ پارٹی میں آر ایس ایس کی طرف سے شامل کیا گیا۔ ۱۹۶۶ء میں یہ بھارتیہ جن سنگھ کا صدر بنا اور ۱۹۶۷ء کے انتخابات تک جن سنگھ کا صدر رہا۔

[2] The Saffron Muslims by Danish Raza, Hindustan Times, 18 January 2014

[3] Ibid.

اس نے یہ بھی کہا کہ جو مسلمان وندے ماترم پڑھنے سے انکار کرتے ہیں وہ اسلام اور ہندوستان دونوں کے مخالف ہیں[1]۔

اگست ۲۰۰۸ء میں مسلم راشٹریہ منچ نے 'پیغام امن یاترا' کے نام سے ایک ریلی کا انعقاد کیا جو لال قلعہ، دہلی سے کشمیر تک تھی جس کا مقصد کشمیر میں 'امرناتھ یاترا' کے لیے جگہ فراہم کرنے کی حمایت کرنا تھا۔ اس ریلی کی قیادت جھارکھنڈ کے شاہی امام مولانا حذب الرحمان میر ٹھی نے کی، لیکن اس 'ریلی' کے شرکاء کی تعداد پچاس تھی۔

نومبر ۲۰۰۹ء میں اس تنظیم نے ممبئی میں انڈیا گیٹ کی طرف ترنگا یاترا(ہندوستان کے قومی جھنڈے کے اعزاز میں مارچ) کا انعقاد کیا، جس میں دہشتگردی کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ ایک ہزار شرکاء نے دہشت گردی کی مخالفت کرنے کا اور اپنے اپنے علاقوں میں اس کے خلاف کام کرنے کا عہد کیا[2]۔

ستمبر ۲۰۱۲ء میں اس تنظیم نے آئینِ ہند سے آرٹیکل ۳۷۰(ریاست جموں وکشمیر کو اختیارات دینے کا قانون) کی منسوخی کے لیے دستخط لینے کی مہم کا آغاز کیا۔ تنظیم کا دعویٰ ہے کہ منسوخی کی حمایت میں اس نے سات لاکھ مسلمانوں سے دستخط حاصل کیے[3]۔

۲۰۱۴ء کے عام انتخابات میں اس تنظیم نے نریندر مودی کے حق میں انتخابی مہم چلائی۔ محمد افضل نے اعلان کیا کہ اس کی تنظیم اس مہم کے دوران انتخابات سے پہلے پہلے پانچ کروڑ مسلمانوں تک پہنچنے کی کوشش کرے گی[4]۔

۲۰۱۵ء میں اس تنظیم کی طرف سے 'یوگا اور اسلام' کے نام سے ایک کتاب نشر کی گئی۔ تنظیم کی طرف سے کتاب کو نشر کرنے کی تقریب کے دوران کہا گیا کہ یوگا کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ ساتھ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ 'نماز بھی یوگا کی ورزش کا ایک طریقہ ہے'[5]۔

راشٹریہ سکھ سنگت(National Sikh Association)

۱۹۸۴ء میں اندرا گاندھی کی طرف سے سکھوں کے خلاف کیے گئے 'آپریشن بلیو سٹار' کے نتیجے میں سکھوں میں ہندوؤں کے حوالے سے نفرت میں اضافہ ہوا تھا۔ اس کے سدباب کے لیے اور سکھوں میں ہندتوا نظریات کی ترویج کے لیے آر ایس ایس نے ۲۴ نومبر ۱۹۸۶ء کو راشٹریہ سکھ سنگت قائم کی۔ آر ایس ایس مستقل سکھوں کو ہندو ثابت کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے اور اس تنظیم کو قائم کرنے کا اہم مقصد سکھوں میں 'ہندو شناخت' کو عام تھا۔ ۲۰۰۲ء میں آر ایس ایس کی طرف سے کیے گئے تبصرے کہ 'سکھ اصل میں ہندو ہیں' پر سکھوں کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا۔ ۲۰۱۲ء میں آر ایس ایس کے سر سنگھ چالک 'کے ایس سدھرشن' نے وہی دعویٰ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ دہرایا اور کہا کہ ''سکھ حقیقت میں اصلاح شدہ ہندو ہیں''۔

۲۰۰۴ء میں 'اکل تخت'[6] کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ راشٹریہ سکھ سنگت ایک سکھ مخالف تنظیم ہے اور تمام سکھوں پر اس تنظیم سے تعلق رکھنے پر پابندی لگا دی۔ یہ پابندی ابھی تک قائم ہے۔[7] 'اکل تخت' کے مطابق یہ تنظیم آر ایس ایس کی طرف سے سکھوں میں ہندُتوا کی ترویج کی ایک کوشش ہے اور آر ایس ایس سکھوں کو ہندو مت میں ضم کرنا چاہتی ہے[8]۔

سنگھ پریوار سے منسلک تھنک ٹینک ادارے

ہندو ویویک کیندر(Hindu Vivek Kendra)

ہندو ویویک کیندر آر ایس ایس سے منسلک تحقیقی ادارہ ہے جو خاص ہندُتوا کے موضوعات پر تحقیق کرتا ہے۔ اس ادارے کے پانچ بنیادی کام ہیں:

۱. ہندُتوا کی حمایت کرنے والی اور مخالفت کرنے والی کتابوں کی لائبریری بنانا۔
۲. ان لوگوں کی نشاندہی جنھوں نے ہندُتوا کے مختلف پہلوؤں پر علمی طور پر حصہ ڈالا ہو، انہیں اس موضوع پر لکھنے کے لیے دعوت دینا، اور ان کے خیالات کو وسیع شہرت دینا۔
۳. لوگوں کو اس موضوع پر تحقیق کرنے پر ابھارنا، انہیں مواد فراہم کر کے ان کی اس معاملے میں رہنمائی کرنا اور انہیں مختلف ماہرین کے ساتھ رابطے میں لانا۔
۴. ہندُتوا سے متعلق مواد کو انڈیا اور بیرون ملک علمی حلقوں تک پہنچانا۔

---

[1] Muslim organisation slams Vande Mataram fatwa, The Indian Express, 9 November, 2009.

[2] Pro-RSS Muslims take anti-terror vow, Hindustan Times, 19 November 2009

[3] 7 Lakh Muslims have signed up for revoking Art. 370: RSS outfit, Indian Express, 29 December 2012.

[4] Follow your conscience: RSS to appeal to Muslims by Pavan Dahat, The Hindu, 3 March 2014

[5] Govt. pushes yoga's universal appeal, Ministry releases book, The Hindu, 18 June 2015

[6] اکل تخت سکھوں کے پانچ تختوں میں سے ایک ہے جہاں سے ساری دنیا میں موجود سکھوں کے لیے احکامات جاری کیے جاتے ہیں۔ ان تختوں سے جاری کیے گیے احکامات کی پابندی ہر سکھ پر لازم ہے۔ اکل تخت امر تسر میں مشہور 'گولڈن ٹیمپل' کی حدود میں بنایا گیا ہے۔

[7] Akal Takht asks Sikh community to keep distance from RSS event, OutlookIndia.com

[8] Akal Takht Chief calls for RSS to be banned, The Wire

۵۔ بین الاقوامی سطح پر ہندُتوا کی حمایت اور مخالفت میں لکھی گئی تحریروں پر نظر رکھنا۔

وویکانند انٹر نیشنل فاؤنڈیشن (Vivekananda International Foundation)

۱۹۷۲ء میں آر ایس ایس کے پرچارک 'ایکناتھ رانادے' نے ایک تحقیقی ادارہ 'وویکانند کیندر' قائم کیا جس کے بنیادی موضوعات ذہنی ترقی، تعلیم اور قدرتی وسائل کی ترقی تھے۔ ۲۰۰۹ء میں اس ادارے نے ایک پبلک پالیسی تھنک ٹینک ادارے ''وویکانند انٹر نیشنل فاؤنڈیشن'' کی بنیاد رکھی اور اس کا ڈائریکٹر سابق انٹیلی جنس بیورو (آئی بی) سربراہ 'اجیت دووَل'[1] کو بنایا گیا۔ اس ادارے کے ممبران سابق بیوروکریٹس، سابق انٹیلی جنس افسران اور سابق فوجی افسران ہوتے ہیں۔ اجیت دووَل کے علاوہ اس ادارے کے دیگر انٹیلی جنس اور فوج سے تعلق رکھنے والے مشہور ممبران میں سابق را چیف 'سی ڈی ساہے'، سابق چیف آف ائیر سٹاف 'شری نِواسا پُرم کرشن سوامی'، اور سابق وائس چیف آف ائیر سٹاف 'ایس جی انامدار' شامل ہیں۔ اس ادارے کا موجودہ چیف 'اروند گپتا' ہے جبکہ اس کا چیئر پرسن آر ایس ایس کا وچارک (مفکر) 'سوامی ناتھن گرومورتھی' ہے۔

۲۰۱۱، ۱۲ء میں 'انّا ہزارے' کی طرف سے کانگرس کے خلاف تحریک شروع کی گئی۔ جو آنے والے انتخابات میں کانگرس کی بری طرح شکست کی بنیادی وجہ بنی۔ اس تحریک کو کھڑا کرنے میں اس ادارے کا بنیادی کردار رہا۔

۲۰۱۴ء میں نریندر مودی نے حکومت میں آنے کے بعد اس ادارے کے بہت سے ارکان کو اپنی حکومت میں شامل کیا۔ اجیت دووَل کو اپنا نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر جبکہ 'اروِند گپتا' کو ڈپٹی نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر بنایا۔ اس کے علاوہ ادارے کے دیگر بہت سے ارکان کو حکومت میں عہدے دیے گئے۔

اکھِل بھارتیہ اِتّہاس سَنکَلن یوجنا (Akhil Bharatiya Itihas Sankalan Yojana)

اکھِل بھارتیہ اتہاس سنکلن یوجنا یعنی (All-India History Reform Project) کا منصوبہ آر ایس ایس کے ایک پرچارک مورو پنت پنگلے نے ۱۹۷۳ء میں پیش کیا جسے آر ایس ایس نے ۱۹۷۸ء میں قائم کیا۔ اس ادارے کا مقصد ہندوستان کی تاریخ کو ہندو قوم پرستانہ نقطۂ نظر سے دوبارہ تحریر کرنا ہے، تاکہ ہندوستان کی تاریخ کو ہندُتوا نظریے کے مطابق پیش کیا جا سکے۔

اس تنظیم کے مطابق ہندوستانی تاریخ کا سب سے اہم مصدر 'پرانے' ہیں۔ یہ 'پرانے' ہندوؤں کی دیوی دیوتاؤں سے متعلق قصے کہانیوں پر مشتمل ۱۸ بڑی اور ۱۸ چھوٹی کتابیں ہیں جنہیں تیسری سے دسویں صدی عیسوی کے درمیان لکھا گیا۔ تنظیم کے مطابق برطانوی راج کے دوران ہندوستانی تاریخ میں تحریفات کی گئیں اور اس میں ثقافتی تنوّع دکھایا گیا حالانکہ حقیقت میں ہندوستان کی ثقافت ایک متحد ہندو ثقافت ہے۔

اس تنظیم کی سب سے زیادہ توجہ یہ ثابت کرنے پر ہے کہ آریائی نسل کہیں باہر سے ہندوستان ہجرت کر کے نہیں آئی تھی بلکہ ہندوستان کے اصل باشندے ہیں۔ ان میں سے بعض بعد میں ہندوستان سے نکل کر دیگر خطوں میں پھیل گئے اور انہیں متمدن کیا۔ تنظیم کا موقف ہے کہ اعلیٰ ذات کے ہندو اور 'آدی واسی'[2] ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن آدی واسیوں کی ذہنی سطح پست تھی جب کہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی ذہنی سطح بلند تھی اور وہ ہندوستان سے نکل کر دیگر دنیا میں پھیلے۔

ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں تاریخ پڑھانے والے پروفیسروں میں سے ۵۰۰ پروفیسروں کا تعلق اس تنظیم سے ہے۔ نریندر مودی نے ۲۰۱۴ء میں حکومت میں آنے کے بعد ہندوستان میں تاریخ پر تحقیق کرنے والے سب سے معتبر ادارے 'انڈین کاؤنسل آف ہسٹوریکل ریسرچ' ICHR (Indian Council of Historical Research) کا چیئر پرسن اس تنظیم کے آندھرا پردیش کے سربراہ 'ییلا پرگادا سُدھرشن راؤ' کو مقرر کیا۔ اس کے علاوہ ۲۰۱۵ء میں اس تنظیم کے نائب صدر نارائین راؤ، تنظیم کے جنرل سیکریٹری 'ایشوَر شَرَن ویشوَکرم' اور تنظیم کے بنگال کے سربراہ 'نکلیش گوہا' کو بھی 'آئی سی ایچ آر' میں شامل کیا گیا۔ آنے والے عرصے میں اس تنظیم کے مزید ارکان کو 'آئی سی ایچ آر' اور 'نیشنل کاؤنسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ' (NCERT) میں شامل کیا گیا۔ NCERT انڈیا میں تعلیمی اداروں کا نصاب مرتب کرنے کا ادارہ ہے۔ اس ادارے میں آر ایس ایس کے افراد کی شمولیت کے بعد سے اب بڑے پیمانے پر تعلیمی اداروں کے نصاب کو ہندُتوا نظریے کے مطابق ڈھالنے کا کام جاری ہے۔

---

[1] اجیت کمار دووَل (Ajit Kumar Doval) ۲۰۰۴ء سے ۲۰۰۵ء تک انڈیا کے انٹیلی جنس ادارے 'انٹیلی جنس بیورو' (آئی بی) کا ڈائریکٹر رہا۔ جبکہ ۲۰۱۴ء سے یہ نریندر مودی کا نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر (این ایس اے) ہے۔ ۱۹۹۹ء میں قندھار میں ہندوستانی طیارہ ہائی جیک کرنے والوں سے مذاکرات کرنے والی تین رکنی ٹیم میں اجیت دووَل بھی شامل تھا۔

[2] ہندوستان کے اصل قبائلی باشندے

سنگھ پریوار سے الگ ہندُتوا نظریہ رکھنے والی تنظیمیں

سنگھ پریوار سے الگ ہندُتوا نظریہ رکھنے والی جماعتوں میں سب سے اہم نام ہندو مہاسبھا کا ہے لیکن چونکہ وہ ہندو قوم پرستوں کی اوّلین اور ہندُتوا نظریے کی بانی جماعت ہے اس لیے اس کا ذکر اس باب میں سب سے پہلے کر دیا گیا تھا۔ ذیل میں اس کے علاوہ دیگر جماعتوں کا ذکر ہے جو ہندُتوا نظریہ رکھتی ہیں یا اس کی حمایت کرتی ہیں لیکن سنگھ پریوار میں شامل نہیں۔

شِیوْ سینا (Shiv Sena)

شیوْ سینا (شیواجی[1] کی فوج) مہاراشٹر کی ایک مراٹھا ہندو قوم پرست جماعت ہے۔ اس کا قیام ۱۹۶۶ء میں طنزیہ کارٹون نگار 'بال ٹھاکرے' نے کیا۔ ابتدائی طور پر اس تنظیم کا بنیادی مقصد مراٹھا قوم کو مہاراشٹر میں دیگر خطوں خاص طور پر شمالی ہند سے آئے ہوئے لوگوں پر نوکریوں اور مواقع میں ترجیح دلانا تھا۔ تنظیم کا موقف تھا کہ شمالی ہند سے آئے ہوئے لوگ مقامی مراٹھوں کے حق پر قبضہ جما رہے ہیں۔

۱۹۶۰ء میں بال ٹھاکرے نے طنزیہ کارٹونوں پر مبنی ہفت روزہ 'مارمک' نشر کرنا شروع کیا اور اس کی مدد سے مہاراشٹر خاص طور پر ممبئی میں دیگر علاقوں سے ہجرت کر کے آنے والے لوگوں کے خلاف مقامی مراٹھوں کے جذبات کو بھڑکانا شروع کیا۔ ۱۹۶۶ء میں بال ٹھاکرے نے اسی مقصد کی خاطر شیوْ سینا کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کا آغاز کیا۔

ہجرت کر کے آنے والوں کے خلاف آواز اٹھانے کی وجہ سے بال ٹھاکرے نے بہت سے بے روزگار مراٹھا نوجوانوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ یہ کارکنان مہاراشٹر میں بسنے والی بہت سی شمالی ہند کی برادریوں پر حملوں میں ملوث ہوئے اور انہوں نے شمالی ہند کے ہوٹلوں میں بھی توڑ پھوڑ کی اور ان کے مالکان پر دباؤ ڈالا کہ وہ صرف مراٹھوں کو نوکریاں دیں۔

لیکن ابتدائی چند سالوں میں ہی مراٹھوں کے حقوق کا نعرہ اور 'بھومی پتر' (دھرتی کے بیٹے) تحریک ماند پڑنا شروع ہو گئی اور اس نے اپنی کشش کھو دی۔ جس کے نتیجے میں شیوْ سینا نے ۱۹۷۰ء کی دہائی کے آغاز سے ہندُتوا نظریہ اپنا لیا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے قیام کے بعد ۱۹۸۹ء کے انتخابات میں شیوْ سینا نے بی جے پی کے ساتھ اتحاد کر لیا۔

۲۰۰۴ء میں بال ٹھاکرے نے پارٹی کا سربراہ اپنے بیٹے اُدھاؤ ٹھاکرے کو بنا دیا۔ ۲۰۰۵ء میں شیوْ سینا نے مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ اور شیوْ سینا کے اہم رہنما نارائن رانے کو پارٹی سے بے دخل کر دیا جس کی وجہ سے پارٹی میں داخلی اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف کے نتیجے میں بال ٹھاکرے کے بھتیجے 'راج ٹھاکرے' نے پارٹی چھوڑ دی اور اپنی نئی تنظیم 'مہاراشٹر نونرمان سینا' کی بنیاد رکھی۔ نومبر ۲۰۱۲ء میں بال ٹھاکرے کے مرنے کے بعد شیوْ سینا کی قیادت مکمل طور پر ادھوْ ٹھاکرے کے ہاتھ میں آ گئی۔

۲۰۱۴ء کے انتخابات میں شیوْ سینا اور بی جے پی کے درمیان نشستوں کے معاملے میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ان کا اتحاد ٹوٹ گیا۔ اور ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں دونوں جماعتوں میں علیحدہ علیحدہ حصہ لیا۔ بی جے پی انتخابات میں جیت گئی اور شیوْ سینا نے اپوزیشن کا کردار اپنانے کا اعلان کیا لیکن بعد میں دونوں جماعتوں کے درمیان مذاکرات ہوئے جس کے بعد شیوْ سینا دوبارہ بی جے پی کے ساتھ اتحاد میں شامل ہو گئی۔

جنوری ۲۰۱۸ء کو شیوْ سینا نے پھر بی جے پی سے علیحدگی اختیار کر لی لیکن فروری ۲۰۱۹ء میں انتخابات سے قبل دوبارہ اتحاد میں شامل ہو گئی۔ شیوْ سینا کو انتخابات میں کم ووٹ ملے اور بی جے پی نے اس کے ساتھ مل کر حکومت بنانے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں شیوْ سینا پھر اتحاد سے باہر ہو گئی۔ اس کے اتحاد سے باہر ہونے کی وجہ سے مہاراشٹر میں سیاسی انتشار پیدا ہوا، اور شیوْ سینا نے کانگریس کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ جس کے نتیجے میں شیوْ سینا کا سربراہ ادھوْ ٹھاکرے مہاراشٹر کا وزیر اعلیٰ مقرر ہو گیا۔ شیوْ سینا کے کانگریس کے ساتھ حکومت بنانے کے لیے کیے گئے اتحاد کا نام 'مہاوکاس اگھاڑی' رکھا گیا۔

ادھوْ ٹھاکرے نے کانگریس کے ساتھ اتحاد کرنے کے بعد اپنی تنظیم کو 'ہندُتوا' نظریے سے دور کر لیا اور سیکولر نظریے کے قریب ہو گئی۔ بی جے پی اور سنگھ پریوار کی طرف سے مہاراشٹر کی قیادت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے کوششیں تیز کر دی گئیں کیونکہ مہاراشٹر نظریاتی طور پر سنگھ پریوار کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بی جے پی نے شیوْ سینا کے ارکان کو خریدنے کی کوشیں شروع کیں۔ جس کی وجہ سے تنظیم کے اندر اختلاف پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ تنظیم کا ایک دھڑا ہندُتوا نظریے پر اور بی جے پی کے ساتھ اتحاد میں واپس جانا چاہتا تھا۔ تنظیم کے اہم رکن 'ایکناتھ شنڈے' نے بغاوت کی اور شیوْ سینا کے ۱۹ میں سے ۱۲ اسمبلی ارکان کو اپنے ساتھ ادھوْ ٹھاکرے کے خلاف شامل کر لیا۔

۲۹ جون ۲۰۲۲ء کو ادھوْ ٹھاکرے نے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور ایکناتھ شنڈے نے مہاراشٹر کے نئے وزیر اعلیٰ کے طور پر حلف اٹھالیا۔

---

[1] 'شیواجی بھونسالے' (۱۶۳۰ء تا ۱۶۸۰ء) جو کہ چترپتی شیواجی کے نام سے مشہور ہے، جنوبی ہند میں مراٹھا سلطنت کا بانی تھا۔ اس نے سترہویں صدی عیسوی کے نصف میں دکن میں بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے جنگ کی اور اس کے علاقے قبضہ میں کر کے ۱۶۴۵ء میں مراٹھا سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ۱۶۷۴ء میں وہ مراٹھا سلطنت کا پہلا باقاعدہ چترپتی بنا۔ مراٹھا سلطنت اپنے عروج کے دور میں جنوب میں تامل ناڈو سے شمال میں پشاور اور مشرق میں مغربی بنگال تک پھیل چکی تھی اور برطانوی راج سے قبل مراٹھا سلطنت نے ہی مغل سلطنت کا زیادہ تر برصغیر سے خاتمہ کیا۔ تمام ہندو قوم پرست شیواجی کو اپنا ہیرو تصور کرتے ہیں اور ہندتوا تنظیمیں شیواجی کے ہی جھنڈے 'بھگوا دھواج' کو ہندوستان کا قومی جھنڈا بنانے کا مطالبہ کرتی ہیں۔

ہندو مسلم فسادات میں کردار

- ۱۹۷۰ء میں آر ایس ایس اور شیوُ سینا نے مل کر مہاراشٹر کے علاقے بھیونڈی میں مسلمانوں کے علاقے میں گھس کر فسادات کا آغاز کیا۔ ان فسادات کے نتیجے میں ۲۰۰ سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ ان فسادات میں مہاراشٹر کی پولیس مکمل طور پر آر ایس ایس اور شیو سینا کا ساتھ دے رہی تھی اور بہت سے مسلمانوں کی شہادتیں پولیس کی گولیوں سے ہوئیں جو پہلے سے ہی شیو سینا اور آر ایس ایس کے غنڈوں کی لاٹھیوں کا شکار تھے۔ ان غنڈوں نے مسلمانوں کے خلاف لاٹھیوں کے علاوہ چاقو اور تیزاب کا بھی بے دریغ استعمال کیا۔ حکومتِ ہند کی طرف سے جسٹس 'دنشا پیرو شا مدن' کی سربراہی میں بنائے گئے ایک کمیشن کی رپورٹ کے مطابق پولیس مکمل طور پر ہندو بلوائیوں کے ساتھ تھی اور فسادات کے بعد بجائے بلوائیوں کو گرفتار کرنے کے پولیس نے ۲۱۸۳ مسلمانوں کو گرفتار کیا جبکہ صرف ۳۲۴ ہندوؤں کو گرفتار کیا گیا جنہیں جلد ہی ضمانت پر رہا بھی کر دیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق ہندو بلوائیوں نے مسلمانوں کے ۲۵۰ گھروں میں لوٹ مار کی۔ ۱۱۲ گھروں پر دھاوا بولا اور ان میں ۸۷ گھروں کو مکمل زمین بوس کر دیا جبکہ باقی گھروں کو شدید نقصان پہنچایا، مسلمانوں کی تینتیس لاکھ نوّے ہزار نو سو ستانوے (۳،۳۹۰،۹۹۷) روپے کی املاک کا نقصان ہوا (بھارتی روپے کی قدر کا حساب ۱۹۷۰ء کے حساب سے لگائیے) اور ۲۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔
- ۱۹۸۴ء میں شیوُ سینا نے پھر بھیونڈی، تھانے اور بمبئی کے علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف فسادات کا آغاز کیا۔ ان فسادات میں ۲۷۸ لوگ مارے گئے جبکہ ۱۱۱۸ لوگ زخمی ہوئے۔ مرنے اور زخمی ہونے والوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔
- ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کو شہید کیے جانے کے جواب میں بمبئی میں مسلمانوں کی طرف سے احتجاج شروع ہوا۔ مبینہ طور پر جنوبی بمبئی کے علاقے ڈونگری میں بعض مسلمانوں نے اس احتجاج کے دوران ایک ہندو کو قتل کر دیا۔ جس کے جواب میں شیوُ سینا نے بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ جس سے پورے بمبئی میں فسادات پھوٹ پڑے۔ ان فسادات کے نتیجے میں ۵۷۵ مسلمان شہید کیے گئے۔

متنازع بیانات اور اقدامات

- ۲۰۱۲ء میں ایکناتھ شنڈے نے اور اس سے قبل پارٹی کے بانی بال ٹھاکرے نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں سے انتخابات میں ووٹ دینے کا حق چھین لیا جانا چاہیے۔
- ۲۰۱۵ء میں شیوُ سینا نے اُن ہندو خاندانوں کو ۲ لاکھ روپے کا انعام دینے کا اعلان کیا جن کے اتر پردیش میں ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۵ء کے درمیان پانچ بچے تھے۔ شیو سینا کے بقول اس انعام کی وجہ حالیہ مردم شماری کے مطابق ہندوؤں کی آبادی کی شرح میں مسلمانوں کی آبادی کی شرح کی نسبت کمی ہے۔
- ۲۰۱۶ء میں شیو سینا کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ آئینِ ہند کے مقدمہ سے 'سیکولر' لفظ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جانا چاہیے۔
- ۲۰۱۹ء میں شیو سینا کے رہنما سنجے راؤت نے مطالبہ کیا کہ برقع پر مکمل پابندی لگائی جانی چاہیے۔
- ۲۰۲۰ء میں شیوُ سینا کے رہنما نے کہا کہ شیوُ سینا 'اکھنڈ بھارت' کی شکل میں ہندوستان کے دوبارہ اتحاد کی وکالت کرتی ہے اور بہت جلد کراچی انڈیا کا حصہ ہو گا۔

مہاراشٹر نوَنِرمان سینا (Maharashtra Navnirman Sena)

مہاراشٹر نوَنِرمان سینا (Maharashtra Reformation Army) کو بال ٹھاکرے کے بھتیجے راج ٹھاکرے نے ۲۰۰۶ء میں شیوُ سینا سے علیحدہ ہو کر بنایا۔ راج ٹھاکرے نے اس اقدام کی وجہ یہ بیان کی کہ شیوُ سینا اپنی سابقہ عظمت کھو چکی ہے اور اب اسے دو کوڑی کے کلرک چلا رہے ہیں۔

راج ٹھاکرے نے اپنی تنظیم کو شیوُ سینا کے ابتدائی نظریے یعنی بھومی پُتر (دھرتی کے بیٹے) اور مراٹھا حقوق پر کھڑا کیا۔ اس لیے آنے والے سالوں میں یہ تنظیم شمالی ہند کے باشندوں کو ہراساں کرنے، ان پر تشدد کرنے اور ان کی املاک کو نقصان پہنچانے میں ملوث رہے۔ اس کے علاوہ اس تنظیم کی کئی بار شیوُ سینا کے ساتھ جھڑپیں بھی ہوئیں۔

۲۰۱۹ء میں شیوُ سینا کے ہندُتوا نظریے سے علیحدہ ہونے اور کانگریس کے ساتھ اتحاد کے بعد جنوری ۲۰۲۰ء میں راج ٹھاکرے نے اپنی تنظیم کا نظریہ 'بھومی پُتر' سے بدل کر ہندُتوا کر دیا اور اپنی پارٹی کا جھنڈے کا رنگ بھی 'بھگوا دھواج کے جھنڈے جیسا یعنی زعفرانی کر دیا۔ اس موقع پر راج ٹھاکرے نے مسلمانوں کے خلاف بیان دیتے ہوئے کہا کہ سارے فساد کی وجہ سے مسلمانوں کی نمازیں ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے 'شہریت ترمیمی بل' کی حمایت بھی کی اور کہا کہ میرے ملک میں صرف ہندوستانی رہ سکتے ہیں، دیگر ملکوں کے لوگ پاسپورٹ اور ویزے کے بغیر ہندوستان میں رہنے کا حق نہیں رکھتے۔ تو پھر اس بل میں کیا برائی ہے؟ اس نے یہ بھی کہا کہ بنگلہ دیشیوں اور پاکستانیوں کو واپس اپنے اپنے ملکوں میں چلے جانا چاہیے ورنہ انہیں زبردستی اٹھا پھینکا جائے گا۔

شرومنی اکالی دَل (Shiromani Akali Dal)

شرومنی اکالی دَل (Supreme Akali Party) پوری دنیا میں سکھوں کی سب سے بڑی اور سب سے بااثر سیاسی جماعت ہے۔ سکھوں کے بنیادی مذہبی ادارے، 'شرومنی گردوارا

پربندھک کمیٹی اور دہلی سکھ گردوارا مینجمنٹ کمیٹی کو یہی جماعت چلاتی ہے۔ یہ جماعت خود کو سکھوں کا بنیادی نمائندہ تصور کرتی ہے اور اس کے قیام کا مقصد بھی سکھوں کے مسائل کو سیاسی آواز دینا تھا۔

اس جماعت کا قیام ۱۴ دسمبر ۱۹۲۰ء کو آیا اور اس کا پہلا صدر سردار سرمکھ سنگھ چھبل تھا جو بعد میں 'ماسٹر تارا سنگھ' کے نام سے مشہور ہوا۔ دیگر سکھ جماعتوں کی طرح اکالی دل نے بھی تقسیمِ ہند کی سخت مخالفت کی تھی۔

۱۹۵۰ء میں اکالی دل نے 'پنجابی صوبہ تحریک' شروع کی اور پنجابی بولنے والوں کے لیے علیحدہ صوبہ کا مطالبہ کیا۔ اس تحریک کی قیادت سنت فتح سنگھ کر رہا تھا۔ اس تحریک کے نتیجے میں ۱۹۶۶ء موجودہ پنجاب قیام میں آیا اور وہاں اکالی دل کی حکومت آگئی۔

اکالی دل نے تقسیمِ ہند کے بعد جلد ہی اپنا وزن آر ایس ایس کے پلڑے میں ہی ڈال دیا۔ ۱۹۶۷ء کے انتخابات سے اکالی دل پنجاب میں حکومت پہلے بھارتیہ جَن سَنگھ کے ساتھ اور پھر بھارتیہ جنتا پارٹی کے ساتھ اتحاد کر کے بناتی رہی ہے۔ اکالی دل کا موجودہ سربراہ سکھبیر سنگھ بادل ہے۔

اکالی دل ایک لمبے عرصے سے مستقل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور اس کے بے شمار دھڑے وجود میں آ چکے ہیں۔ جولائی ۲۰۲۰ء میں شرومنی اکالی دل کے بعض اہم ارکان نے اکالی دل کے ایک سابق دھڑے شرومنی اکالی دل (ٹکسالی) کے ساتھ اتحاد کر کے ایک نیا دھڑا شرومنی اکالی دل (ڈیموکریٹک) بنایا۔ اسی مہینے کے اختتام تک دیگر جماعتیں بھی اس اتحاد میں شامل ہوئیں اور اکالی دل کا ایک اور دھڑا 'یونائٹڈ اکالی دل' بھی اس میں ضم ہو گیا جس کے بعد اس نئی جماعت کا نام پھر بدل کر 'شرومنی اکالی دل (سنیوکت)' رکھ دیا گیا۔ اس نئی جماعت کا دعویٰ ہے کہ اصلی اکالی دل یہ ہے اور اس نے بی جے پی سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ 'بادل' کی اکالی دل کی بجائے اس اکالی دل کو اپنے اتحاد میں شامل کرے۔

ستمبر ۲۰۲۰ء میں اکالی دل کا بی جے پی کے ساتھ زرعی اصلاحات کے بل پر اختلاف ہو گیا جس کے بعد وہ 'این ڈی اے' کے اتحاد سے باہر ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے دلتوں اور دیگر نچلی ذات والوں کی نمائندہ جماعت 'بہوجن سماج پارٹی' کے ساتھ اتحاد کر لیا جو تادمِ تحریر قائم ہے۔

اکالی دل کا نظریہ اگرچہ براہ راست ہندُتوا تو نہیں ہے لیکن تقسیمِ ہند کے بعد سے یہ مستقل ہندُتوا نظریے کی علمبردار آر ایس ایس کے ساتھ اتحاد میں رہی ہے اور ملکی سطح پر اس کی مکمل حمایت کرتی رہی ہے۔ اسی لیے اسے ہندتوا تنظیموں کی فہرست میں ڈالا گیا ہے۔ اگرچہ ۲۰۲۰ء سے یہ بی جے پی کے ساتھ اتحاد سے باہر ہو چکی ہے لیکن یہ اختلاف نظریاتی بنیادوں کی بجائے خالص سیاسی بنیادوں پر ہے اس لیے بعید نہیں کہ مستقبل میں یہ جماعت واپس بی جے پی کے ساتھ اتحاد میں شامل ہو جائے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ بھی بعید نہیں کہ اکالی دل (سنیوکت) اس کی جگہ حقیقت میں اصل 'اکالی دل' کی شکل اختیار کر جائے۔

ابھیناؤ بھارت (Abhinav Bharat)

ابھیناؤ بھارت ہندُتوا سے منسلک ایک جنگجو تنظیم ہے جو اسلحے کے ذریعے اور مسلمانوں کے خلاف دہشت گرد حملوں کے ذریعے سے ہندُتوا کے اہداف کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس تنظیم کو ۲۰۰۶ء میں ہندوستانی فوج کے ریٹائرڈ میجر 'رمیش اپادھیائے' نے حاضر سروس لیفٹیننٹ کرنل پرشاد شریکانت پروہت کے ساتھ مل کر مہاراشٹر کے شہر پونے میں قائم کیا۔ ۲۰۰۸ء میں 'ناتھورام گوڈسے' کی بھتیجی اور 'ونائک دامودر ساورکر' کے بھتیجے کی بیوی 'ہیمانی ساورکر' کو اس تنظیم کا سربراہ منتخب کیا گیا۔

ابھیناؤ بھارت کا نام 'ساورکر' کی گرفتاری سے قبل بنائی گئی 'ابھیناؤ بھارت سوسائٹی' کے نام پر رکھا گیا ہے جو کہ مسلح انقلاب پر یقین رکھتی تھی۔

سَنگھ پریوار کی تنظیموں کے ساتھ اس تنظیم کے تعلقات میں اتار چڑھاؤ آتا رہا ہے۔ ویشوا ہندو پریشاد میں موجود زیادہ متشدد لوگوں کو اس تنظیم میں زیادہ کشش محسوس ہوئی اور بہت سے وی ایچ پی کو چھوڑ کر اس تنظیم میں شامل ہوئے۔ اس تنظیم پر یہ الزام بھی ہے کہ اس نے آر ایس ایس کے اعلیٰ عہدے داران بشمول اس کے سرسَنگھ چالک 'موہن بھاگوت' کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا۔ اس تنظیم کا موقف تھا کہ موہن بھاگوت ہندُتوا کے لیے زیادہ کچھ نہیں کر رہا۔

یہ تنظیم ۲۰۰۶ء میں مالی گاؤں بم حملے میں ملوث تھی جس میں مہاراشٹر کے علاقے مالی گاؤں کی ایک مسجد کے ساتھ منسلک مقبرے میں دو بم دھماکے کیے گئے۔ ان دھماکوں میں ۳۹ مسلمان شہید جبکہ ۱۲۵ سے زائد مسلمان زخمی ہوئے۔

اس کے علاوہ ۲۰۰۷ء میں ہونے والے تین مختلف بم حملوں میں بھی یہ تنظیم ملوث تھی۔

- ۱۸ فروری ۲۰۰۷ء میں انڈیا اور پاکستان کے درمیان چلنے والی ٹرین سمجھوتہ ایکسپریس میں بھی بم حملہ ہوا جس میں ۷۰ لوگ ہلاک اور پچاس سے زائد زخمی ہوئے۔ ابتدا میں اس حملے کا الزام لشکرِ طیبہ پر لگایا گیا تھا لیکن بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ بم حملہ بھی ابھیناؤ بھارت نے ہی کیا تھا۔
- ۱۸ مئی ۲۰۰۷ء میں حیدر آباد کی مکہ مسجد میں ایک بم حملہ کیا گیا جس میں ۱۶ مسلمان شہید جبکہ ۱۰۰ سے زائد زخمی ہوئے۔
- گیارہ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں راجستھان میں اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر بم حملہ کیا گیا جس میں تین مسلمان شہید اور ۱۷ سے زائد زخمی ہوئے۔

۲۰۰۶ء میں ہونے والے مالی گاؤں بم حملے اور ۲۰۰۷ء میں ہونے والے ان تینوں بم حملوں کے الزام میں اس تنظیم کے اہم رکن 'سوامی اسیمانند' کو گرفتار کیا گیا۔ اس سے کی گئی تفتیش کے دوران اس نے انکشاف کیا کہ ان حملوں میں اس تنظیم کو آر ایس ایس کے سر سنگھ چالک موہن بھاگوت کی طرف سے مکمل تعاون حاصل تھا۔ شواہد کی بنیاد پر ابھیناؤ بھارت کے ارکان کے ساتھ ساتھ کچھ آر ایس ایس کے اعلیٰ عہدے داران کو بھی گرفتار کیا گیا اور ان پر کیس چلایا گیا۔ لیکن مودی کے حکومت میں آنے کے بعد تمام گرفتار افراد کو 'شک کا فائدہ دے کر' بری کر دیا گیا۔

ہندُتوا سے منسلک دیگر تنظیمیں

اندرا گاندھی کی لگائی گئی ایمرجنسی کے خلاف مختلف سیاسی پارٹیوں کے اتحاد سے قائم ہونے والی جنتا پارٹی جب زوال کا شکار ہوئی تو اس کے کئی دھڑے بن گئے۔ ان میں سے ایک سبرامانین سوامی کی قیادت میں جنتا پارٹی تھی جس نے ہندُتوا کو اپنے نظریے کے طور پر اپنایا۔ جس کی ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں معمولی موجودگی رہی ہے۔ ۲۰۱۳ء میں سبرامانین سوامی نے بی جے پی میں شمولیت اختیار کر لی۔

بھارتیہ جن سنگھ کے شریک بانی اور ۱۹۶۶ء میں اس کا صدر رہنے والے 'بلراج مدھوک' کے پارٹی کے اندر 'اٹل بہاری واجپائی' اور 'لال کرشن ایڈوانی' کے ساتھ اختلافات تھے۔ ۱۹۷۳ء میں جب لال کرشن ایڈوانی پارٹی کا صدر بنا تو اس نے مدھوک کی پارٹی رکنیت تین سال کے لیے معطل کر دی۔ بعد میں جب بھارتیہ جن سنگھ، 'جنتا پارٹی' میں ضم ہو گئی تو مدھوک بھی اس میں شامل تھا لیکن ۱۹۷۹ء میں اختلافات کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہو گیا اور اس نے 'اکھل بھارتیہ جن سنگھ' کے نام سے جن سنگھ کو دوبارہ سے کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن یہ پارٹی زیادہ چل نہ پائی اور اس کی ہندوستان میں موجودگی نہ ہونے کے برابر ہی رہی۔ ۲۰۰۴ء میں بی جے پی کے ایک رکن پرافل گورادیہ نے بی جے پی سے اختلافات کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا اور اس نے اکھل بھارتیہ جن سنگھ کی صدارت سنبھال لی۔ اگرچہ یہ تنظیم بھی ہندُتوا نظریے سے منسلک ہے لیکن اس کا سیاسی کردار غیر اہم ہے۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

☆☆☆☆☆

منہاجِ نبوتؐ پر قائم حکومتوں کی بنیاد: ہدایت!

”جو حکومتیں منہاج نبوت پر قائم ہوتی ہیں ان کی بنیاد تجارت کے بجائے ہدایت پر ہوتی ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے ایک عامل سے (جس نے ان کے طرز حکومت کی وجہ سے آمدنی کی تخفیف اور حکومت کے مالی نقصان کی شکایت کی تھی) فرمایا کہ 'محمد رسول اللہ ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے تحصیلدار اور محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے'، اس ایک مختصر سے جملہ میں دینی حکومت کا پورا اصول سیاست اور طرز حکمرانی آگیا۔

دینی حکومت کی بڑی توجہ جمہور کے مذہب و اخلاق اور ان کے اخروی نفع و ضرر کی طرف ہوتی ہے۔ اس کا اصل کام خراج اور محاصل کی تحصیل و صولی اور آمدنی کا اضافہ نہیں ہے، یہ سب چیزیں بالکل ضمنی اور ثانوی ہیں اور محض اصلاحی و دینی مقاصد کی تکمیل اور انتظام حکومت کے آلۂ کار کے طور پر ہیں، وہ تمام سیاسی اور مالی امور ہیں دینی نقطہ نظر سے غور کرتی ہے، دینی اور اخلاقی اصول و مبادی کو فوائد و مصالح پر مقدم رکھتی ہے اس کے حدود و حکومت میں سود، جوا، شراب، زنا، فسق و فجور، بے حیائی کی قسمیں اور اس کے تمام مُحرکات و ترغیبات اور ایسے مالی معاملات جن سے انفرادی نفع اور اجتماعی مضرت ہو، ممنوع اور خلاف قانون ہوتے ہیں، اگرچہ اس کی وجہ سے عظیم الشان مالی خسارہ برداشت کرنا پڑے اور حکومت کو وسیع آمدنی سے محروم ہونا پڑے، وہ مختلف قسم کی اصلاحات نافذ کرتی ہے، اس کو صرف قوم کے افعال و اعمال ہی سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے رجحانات اور ذہنیت پر بھی اس کی نگاہ ہوتی ہے، اس لیے کہ اخلاقی و رجحانات ہی افعال و اعمال کو وجود میں لاتے ہیں، اگر اخلاقی رجحان درست نہ ہو تو اعمال و افعال کی اصلاح اور جرائم اور بد اخلاقیوں کا سدّباب کسی طرح ممکن نہیں، اس لئے وہ ان تمام چیزوں پر پابندی عائد کرتی ہے جو قوم میں بد اخلاقی قانون شکنی اور نفس پرستی اور عشرت پسندی کا رجحان پیدا کرتی ہیں، اور ان تمام اشخاص کو مجرم اور ملک کا دشمن گردانتی ہے، جو لوگوں میں بے حیائی اور معصیت پسندی پیدا کرتے ہیں، خواہ وہ اہل فن ہو یا تاجر یا اہل حرفہ، اس کو قیام امن و انتظام سلطنت کے ساتھ ساتھ اخلاقی نگرانی اور تہذیب نفس کا بھی پورا پورا اہتمام ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کی حیثیت صرف پولیس اور چوکیدار کی نہیں ہوتی بلکہ ایک شفیق مُربّی اور اتالیق کی بھی ہوتی ہے۔“

(مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

افسانہ

حوا، ہالہ اور حریم

اُمامہ طارق

اس نے اپنی آنکھیں زور سے میچ کر دوبارہ کھولیں۔ تاریکی میں مسلسل ایک ہی آواز آ رہی تھی۔ کھانسنے کی......پہلے وقفے وقفے سے......اور پھر مستقل زور پکڑتی کھانسی۔ وہ چوپٹ کھلی آنکھوں کے ساتھ بے حس و حرکت لیٹی رہی...... کھانسی کا زور کچھ کم ہوتا......اور اسے لگتا کہ شاید اب کھانسی کا دورہ ختم ہوا ہی چاہتا ہے، کہ وہ یکدم پھر زور پکڑ لیتا۔ جیسے حلق میں کوئی ذرّہ اٹک گیا ہو، اور کھانس کھانس کر ادھ موا ہو جانے کے باوجود نکلتا نہ ہو۔ وہ کھانسنے والے وجود کو دیکھنے کے لیے پلٹی نہ تھی، مگر اس کے باوجود وہ جانتی تھی کہ تکلیف کی شدت سے اس کا ننھا سا چہرہ سرخ ہو گیا ہو گا، اور اس کی بڑی بڑی سرمئی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر اس کے گال بھگو رہے ہوں گے۔ اب کھانسنے کے ساتھ ساتھ حلق سے پھنسی پھنسی سسکیاں بھی نکل رہی تھیں۔ شاید درد ناقابلِ برداشت ہو رہا تھا، گھٹی گھٹی تکلیف دہ اور حلق رگڑتی سانسیں اندر کھینچے جانے کی آواز بہت بلند محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سونا چاہتی تھی، مگر سو نہیں پا رہی تھی۔

سونے کی کوشش میں اس نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کاش کہ حریم کی کھانسی رک جائے۔ کاش کہ وہ آرام سے پر سکون نیند سو جائے۔ اپنی جگہ خاموش و ساکت لیٹے لیٹے اس نے دل کی گہرائیوں سے دعا مانگی۔ شاید قبولیت کا لمحہ تھا، چند ثانیے مزید کھانسنے کے بعد رفتہ رفتہ مدھم ہوتے ہوتے حریم کی کھانسی تھم گئی۔ اب بس ایک ہی ہلکی سی آواز رہ گئی تھی، اماں کے ہاتھ کی، جو نرمی سے حریم کو تھپک تھپک کر سُلا رہا تھا۔ کچھ دیر مزید گزری اور آہستہ آہستہ اماں کے ہاتھ کی حرکت بھی رک گئی، شاید بالآخر وہ بھی سو گئی تھیں۔ اس نے مڑ کر دیکھنے کی کوشش نہ کی۔ اپنی جگہ لیٹے لیٹے اس نے احتیاط سے اپنے سینے سے جڑی ہوئی ٹانگیں سیدھی کیں اور اپنے جوڑ جوڑ میں بیٹھے تھکاوٹ بھرے درد کو نکالنے کے لیے خوب زور سے پھیلائیں۔

طرق......قڑق......اس کے چٹختے ہوئے جوڑوں سے احتجاجی صدائیں بلند ہوئیں، اور اس کی لمبی ٹانگیں اس ننھے سے بے بی بلینکٹ سے باہر نکل گئیں جس میں اس نے نہایت احتیاط سے اپنے سکڑے سمٹے وجود کو لپیٹ رکھا تھا۔ مگر ٹانگیں لمبی کرنے سے جو راحت اس کے جسم کو ملی، تو ایک ننھی سی اطمینان بھری مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی۔ وہ یونہی لیٹے رہنا چاہتی تھی۔ ترپال کے ٹھنڈے فرش پر وہ یوں پھیل کر لیٹی تھی جیسے پھولوں کی کوئی مسند ہو۔ مگر ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا آیا اور خیمے کا وہ پلّو جو کبھی زِپ کے ذریعے بند کیا جاتا تھا، اور اب مختلف قسم کے رنگا رنگ کپڑوں سے کئی بار مرمت کیا جا چکا تھا، اس ٹھنڈے جھونکے کو اندر داخل ہونے سے روکنے کی اپنی کوشش میں ناکام ہوتے ہوئے پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

سرد ہوا کے اس جھونکے نے اچانک ہی پورے خیمے کا درجۂ حرارت گھٹا دیا تھا۔ دو یخ ہاتھوں نے گویا اس کے پاؤں اپنی گرفت میں لے لیے تھے، اور آدھی پنڈلیوں تک وہ ان بے شمار، لا تعداد ننھی ننھی باریک سوئیوں کی چبھن محسوس کر سکتی تھی، جو اس کے پیروں میں سے زندگی کی رمق چوس رہی تھیں۔ اس سے چند قدم کے فاصلے پر حریم نے شاید کروٹ بدلی، یا ٹھنڈی ہوا کسی کونے کھدرے سے ہوتے ہوتے ہوئے اس کے کمبل میں گھس گئی تھی اور اس سے بغل گیر ہو گئی تھی۔ حریم کھانسی، وہی حلق کو چھیلتی ہوئی، سینے کی دیواریں کو ٹتی ہوئی کھانسی۔ اماں اپنی جگہ سے ہلی تھیں، انہوں نے اپنا بازو یوں حریم کے اوپر رکھا گویا سردی سمیت ہر آفت سے اسے محفوظ کر لیں گی۔ اماں کو جاگتا دیکھ کر حوا تیزی سے دوبارہ اپنے خول نما کمبل میں دبک گئی تھی۔ کیسی سردی تھی کہ جانے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ اپریل کا وسط آ گیا تھا مگر برف پوش چوٹیوں پر منڈلاتے گہرے گہرے بادل پوری وادی پر ٹھنڈ کی ایک چادر تانے ہوئے تھے۔

اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ رات بھر کچھ زیادہ دیر نہیں سوئی تھی، کسی وقت ذرا دیر کے لیے نیند مہربان ہو گئی تو ہو گئی، ورنہ ٹھنڈے فرش پر کروٹیں بدلتے، اپنے اوپر اوڑھے مہین سے کمبل میں سکڑی سمٹی ٹانگیں سینے سے جوڑے، وہ سردی سے مسلسل برسرِ جنگ رہی تھی۔ اسے اپنے پیچھے اماں کے حرکت کرنے کی آواز آئی، وہ احتیاط سے حریم کے اوپر کمبل ڈالتے ہوئے اٹھ رہی تھیں۔ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے ذرا سا کمبل کھینچ کر اس کے پاؤں پر ڈالا، جو ایک بار پھر باہر جھانک رہے تھے۔ وہ آنکھیں بند کیے سوتی بنی رہی۔ اماں کونے میں رکھا کوزہ اٹھا کر خیمے سے باہر نکل گئیں تو اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں۔ شکر ہے......اس نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ اماں جاگ گئی تھیں، یعنی مزید سوتے رہنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ ان سے پہلے اٹھ کر بیٹھ جاتی تو وہ سوچتیں کہ وہ رات بھر سو نہیں پائی۔ اپنی چھوٹی سی اوڑھنی سر اور کندھوں کے گرد لپیٹتے ہوئے وہ بے آواز اٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ کونے میں رکھی بوری ٹٹول کر خشک گھاس نکال رہی تھیں۔ ’لکڑی بالکل ختم ہو گئی ہے......‘، اماں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے کہا۔ لکڑی سے ان کی مراد وہ ننھی ٹہنیاں اور جھاڑیاں تھیں جو وہ اور ہالہ سردیوں سے پہلے اکٹھی کرتی رہی تھیں۔ ورنہ حکومت اور خیراتی تنظیموں کی جانب سے ملنے والی وہ تھوڑی سی لکڑی، جسے انہوں نے بخیلی کی حد کو چھوتی ہوئی کفایت شعاری سے استعمال کیا تھا، وہ تو کب کی ختم ہو چکی تھی۔ ’آج حمودۃ کی طرف جاؤں گی......‘، اس کی ہلکی سی بڑبڑاہٹ کے جواب میں اماں نے سر ہلایا ’......پھر جلدی جانا، کیونکہ واپس آتے آتے بہت دیر ہو جاتی ہے......‘۔ وہ سر ہلاتے ہوئے اماں کے پاس ہی بیٹھ گئی جو ٹین کی بخاری میں چند لفافوں اور کاغذوں پر مشتمل کچرے کے ساتھ اب خشک گھاس بھر رہی

تھیں۔ وہ دونوں جانتی تھیں کہ اس حقیر سے ایندھن سے بخاری نہیں جلے گی، ہاں شاید ہلکی سی تپش پیدا ہو جائے۔ ہلکی سی تپش......اور بہت سارا دھواں، جس کے نتیجے میں پھر امّاں کی کھانسی شروع ہو جاتی اور دیر تک وہ کمر پکڑے کھانستی رہتیں۔ روز کی طرح اس کا دل چاہا کہ امّاں کو بخاری جلانے کی کوشش سے روک دے۔ مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ امّاں کیا کہیں گی۔ حریم بیمار ہے، حریم کو گرم رکھنے کی ضرورت ہے۔ وہ حریم کے لیے دوا نہیں خرید سکتے تھے، وہ اسے اچھی خوراک بھی نہ دے سکتے تھے۔ وہ اسے سردی سے بھی نہ بچا سکتے تھے، مگر بخاری جلانے کی اپنی سی کوشش دل کو یہ تسلّی تو دیتی تھی کہ وہ کم از کم اسے گرم رکھنے کی کوشش تو کرتے ہیں۔

امّاں نے چند ٹہنیوں کو آگ پکڑتے دیکھ کر بخاری کا ڈھکن بند کر دیا، اور پاس رکھی پانی کی کیتلی اس کے اوپر رکھ دی۔ وہ چند لمحے پنجوں کے بل بیٹھی بخاری کو گھورتی رہی، پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی نظر کونے میں امّاں کے بستر کے ساتھ لیٹی ہالہ پر پڑی۔ امّاں نے اٹھتے ہوئے حریم کو اس کے ساتھ لٹا کر اپنا کمبل بھی ان دونوں پر ڈال دیا تھا، وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی اس وقت پر سکون نیند سو رہی تھیں۔ ہالہ اس سے محض سال بھر ہی چھوٹی تھی، مگر اس کے باوجود وہ رات کو امّاں کی بغل میں گھس کر سوتی تھی۔ آج انہیں حمودۃ جانا تھا، پتہ نہیں ہالہ جانے پر تیار ہو گی یا نہیں......وہ سوچ رہی تھی۔ چند دن پہلے وہ لکڑیاں چننے گئیں تو ہالہ ایک جگہ پھسل کر گر گئی تھی۔ اس کے گھٹنے چھِل گئے تھے اور پنڈلی پر بھی چوٹ لگی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی چوٹ کا درد ابھی تک ختم نہیں ہوا......مگر حمودۃ جانا بھی ضروری تھا، قریب کی سب پہاڑیوں میں جلانے کے قابل لکڑی کا نام و نشان نہ رہا تھا۔ آٹھ ماہ پر محیط سردی میں اس چھوٹی سی خیمہ بستی کے لوگوں نے قرب و جوار میں موجود ہر حرارت پیدا کرنے والی چیز پھونک ڈالی تھی۔ حمودۃ دور تھا...... اس جیسی گیارہ سال کی بچی کے لیے تو بہت ہی دور تھا، مگر وہاں لکڑی ملنے کی امید تھی۔ کیونکہ القطیعۃ الحمودۃ جس پہاڑ کے دامن میں تھا اس کی چوٹی پر فوج کا مورچہ تھا۔ لوگ وہاں جانے سے کتراتے تھے لہٰذا امید کی جا سکتی تھی کہ القطیع میں اب بھی کچھ جھاڑیاں یا بوٹیاں مل جائیں گی جو چند دن ان کے خیمے کو گرم کرنے کے کام آ سکیں۔

’حوا!......کچھ کھا لو......!‘، امّاں کی آواز نے اسے اس کی سوچوں سے نکالا۔ وہ اپنے سامنے دستر خوان پھیلائے، ٹھنڈی اور سخت روٹی کے ٹکڑے توڑ رہی تھیں۔ ’......یا آج روزہ مت رکھو......‘، ان کے لہجے میں ہلکی سی امید جھلکی۔ مگر حوا کے سختی سے نفی میں ہلتے سر کو دیکھ کر وہیں دم توڑ گئی۔ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے انہوں نے اسے قریب آ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ’ہالہ......!!‘، امّاں کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے ہلکے سے ہالہ کو پکارا۔

’اونہوں!!......مت جگاؤ اسے......‘، امّاں نے اسے خفگی سے گھورا۔

”......امّاں......وہ ناراض ہو گی......“، اس نے منّت بھرے انداز میں کہا۔

”ابھی نہیں حوا......وہ پہلے ہی بہت کمزور ہے،......ابھی اسے روزہ نہیں رکھنا چاہیے......“۔

امّاں نے اس کے سامنے شوربے کا کٹورا سرکایا۔ اس نے امّاں سے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ کہنے کا فائدہ ہی نہ تھا، وہ جانتی تھی وہ نہیں کھائیں گی۔ وہ روٹی میں سے نرم حصّے توڑ توڑ کر اس کے سامنے رکھ رہی تھیں، اور وہ ایک دو نوالے جو انہوں نے اپنے منہ میں رکھے تھے، وہی ان کی سحری تھی۔ بچی ہوئی روٹی دوبارہ اسی طرح سنبھال کر دستر خوان میں لپیٹ دیں گی، تا کہ جب ہالہ اور حریم اٹھیں تو ان کو کھانے کے لیے مل جائے۔ امّاں کب سیر ہو کر کھاتی تھیں......اس کو سوچنے کی ضرورت نہ تھی۔ آخری دفعہ اس نے کب امّاں کو اچھی طرح کھاتے دیکھا، وہ تب تھا جب بابا ایک روز چند خرگوش شکار کر کے لائے تھے۔

حریم نے کھانسنا شروع کر دیا۔ امّاں اسے اچھی طرح کھانے کی ہدایت کرتے ہوئے اٹھ گئیں۔ حریم کو گود میں لے کر وہ نرمی سے اس کا سینہ سہلا رہی تھیں کہ کسی طرح اس کی کھانسی کو کچھ آرام آ جائے۔ مگر اس کی بگڑتی ہوئی کھانسی بتا رہی تھی کہ وہ ایک پورے دورے کی شکل اختیار کرنے والی ہے۔ امّاں نے جلدی سے سرہانے کے پاس رکھی دوا کی شیشی اٹھائی اور حریم کے منہ میں چند قطرے ٹپکا دیے۔

”حوا..! دیکھو پانی گرم ہو گیا؟“، حریم کا سینہ سہلاتے ہوئے انہوں نے اسے آواز دی۔

حوا منہ پونچھتے ہوئے اٹھی اور بخاری کے اوپر رکھی کیتلی کا ڈھکن اٹھا کر اندر جھانکا، اندر موجود پانی اگرچہ پوری طرح گرم تو نہیں تھا، پھر بھی اس سے تھوڑی سی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ وہ احتیاط سے کیتلی اٹھا کر ماں کے پاس لے گئی۔ امّاں نے ایک دوسری شیشی سے تھوڑی سی دوا نکال کر حریم کے گلے اور سینے پر لگائی، اور پھر اسے کیتلی سے بھاپ دینے کی کوشش کرنے لگیں۔ حریم کی کھانسی سے ہالہ بھی جاگ گئی تھی، مگر اپنی جگہ خاموشی سے لیٹی رہی۔ حوا وہاں سے اٹھ گئی اور ایک موٹے کپڑے کا ٹکڑا بخاری کے ساتھ رکھ کر گرم کرنے لگی، کپڑا مناسب گرم ہو گیا تو وہ اسے تہہ لگاتے ہوئے امّاں کے پاس لے گئی۔ حریم کی کھانسی مزید بگڑ گئی تھی۔ تکلیف کی شدت سے اس کی آواز بیٹھ گئی تھی اور آنکھوں کے لبالب بھرے کٹورے چھلک رہے تھے۔

’بس......بس میری جان!......‘، امّاں نے حوا کے ہاتھ سے کپڑا لے کر حریم کے سینے پر رکھا۔ کھانسی کی شدت سے لرزتے اس کے وجود کو محبت سے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ ”......بس! سردیاں جا رہی ہیں......اور گرمیوں میں میری حریم بالکل ٹھیک ہو جائے گی......“۔

حوا نے حریم کی طرف دیکھا۔ اس کے بیمار و لاغر چہرے پر آنکھوں کے سوا کچھ دِکھتا نہ تھا۔ بڑی بڑی خوفزدہ آنکھیں جو اس وقت تکلیف کے آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ امّاں نے اس کے بال بہت چھوٹے چھوٹے کاٹ دیے تھے، یہ کہتے ہوئے کہ بال اس کی ساری طاقت نچوڑ لیتے ہیں۔ وہ سانس بھی انتہائی احتیاط سے کھینچتی تھی، کہ کہیں کھانسی دوبارہ شروع نہ ہو جائے۔ اس نے دونوں مٹھیوں میں امّاں کی قمیص دبوچ رکھی تھی اور اپنے چھوٹے چھوٹے بالوں کے ساتھ، امّاں کی گود میں چھپی ہوئی وہ بالکل سہمی ہوئی کبوتری لگ رہی تھی۔

کیا گر میاں آنے سے حریم ٹھیک ہو جائے گی؟ حوا کی نظر حریم کے ننھے سے چہرے سے ہوتے ہوئے اس کے کپڑوں پر ٹھہر گئی۔ اس نے پیلے رنگ کی ایک ڈھیلی سی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی جس پر بنی بڑی سی گاڑی کے رنگ دھل دھل کے اڑ چکے تھے۔ حریم ہمیشہ اپنے ناپ سے بڑے کپڑے پہنتی تھی، شاید اس لیے بھی وہ اور بھی زیادہ کمزور نظر آتی تھی۔ امّاں کہتی تھیں حریم کا مرض دور ہو جائے تو وہ موٹی بھی ہو جائے گی، اتنی کہ اپنے کپڑوں میں پھنسنا شروع ہو جائے۔ اور......

'امّاں......!'، ہالہ کی آواز پر حوا کی سوچ کی ڈوری ٹوٹی۔ 'امّاں عید میں کتنے دن رہ گئے؟......'۔

'ہوں......؟ پتہ نہیں...... شاید دس......یا گیارہ!'، امّاں نے بے دھیانی سے جواب دیا۔ حوا کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی۔ ابھی رمضان شروع بھی نہ ہوا تھا جب سے ہالہ کو عید کا انتظار تھا۔ ہر روز وہ کوئی نئی بات سوچتی، پرانے منصوبے میں ردّ و بدل کرتی اور عید کا دن کیسے گزارنا ہے، نئے خواب بُن بُن کر حوا کو سناتی، اور اس کے مشورے حاصل کرتی۔ اب بھی صبح ہوتے ہی اس کا انجن گرم ہونا شروع ہو گیا تھا، شاید رات کو خواب بھی عید ہی کے دیکھتی رہی تھی۔

'امّاں ......! عید پر میں اپنا پھولوں والا جوڑا پہنوں گی...... اور حوا وہ فیری والا فراک......اور حریم...... امّاں! حریم کیا پہنے گی؟!......'، ہالہ جو بڑے پُر جوش انداز میں اپنی عید کی پلاننگ بتا رہی تھی، ٹھٹک کر رکی۔ اس سوال پر حریم نے بھی امّاں کی گود سے سر نکالا اور اپنی بڑی بڑی سرمئی آنکھوں میں فکر مندی لیے امّاں کی طرف دیکھنے لگی۔

'حریم کیا پہنے گی؟...... حسّان کا ایک جوڑا رکھا ہے......جو اس نے بہت ہی کم پہنا تھا......'، امّاں نے سوچتے ہوئے بولنا شروع کیا، مگر ان کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ حوا اور ہالہ دونوں کے شدید احتجاج پر انہیں خاموش ہونا پڑا۔

'نہیں امّاں...... حریم حسّان کے کپڑے نہیں پہنے گی......'

'...... عید پر حریم لڑکیوں والے کپڑے پہنے گی......'۔

'امّاں...! آیتہ کے بابا کہہ رہے تھے آج یا کل 'ایڈ' والے لوگ آئیں گے، عید کا سامان لے کر......' حوا نے کہنا شروع کیا، اس تذکرے پر ہالہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور حریم بھی دلچسپی سے دونوں بہنوں کے چہرے دیکھنے لگی۔

'ان کے پاس تو سب کچھ ہوتا ہے......پیارے پیارے کپڑے، رنگین دوپٹے، چوڑیاں......پِنیں، پونیاں، بالوں میں لگانے کے لیے کلِپ...... فوم والے جوتے......ہے ناں حوا؟......'، بولتے بولتے ہالہ کی آنکھیں پھیل گئیں، جیسے وہ چشمِ تصور سے یہ سب دیکھ رہی ہو......

'ہاں......بلکہ ہار اور بُندے، اور جیولری اور......'، حوا نے اضافہ کیا۔

'......اور کھلونے......'، ان کا ننھا سا خیمہ یکدم چہکنے لگا تھا۔ 'گڑیائیں...... سنہری، بھورے اور کالے بالوں والی پیاری پیاری گڑیائیں...... جن کے کانوں میں موتیوں کے بندے بھی ہوتے ہیں......اور جن کے اپنے پیارے پیارے چھوٹے چھوٹے گھر بھی ہوتے ہیں......'، وہ مارے جوش کے اٹھ کھڑی ہوئی اور حوا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی۔

'ہاں......اور رِبن بھی ہوتے ہیں...... سرخ، گلابی، جامنی...... ہر رنگ میں...... تمہیں یاد ہے، جیسے خیام عمّو لایا کرتے تھے، جب ہم حلَب والے گھر میں رہتے تھے......' حوا نے یاد دلایا۔

'ہاں......ہاں......بالکل یاد ہے...... نورۃ بھی تو ہوتی تھی ناں...... پھر وہ ہم سب کے بالوں میں رِبن لگاتے تو حسّان رونے لگتا اور کہتا کہ مجھے بھی رِبن چاہیے......'،

''...تو عمّو اس کے ماتھے پر سرخ ربن باندھ دیتے تھے...'، حوا نے اس کی بات مکمل کی، اس پرانی یاد نے دونوں بہنوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی، '...اور کہتے تھے کہ تم مجاہد ہو......اور پھر بابا سب کو عیدی دیتے تھے اور......'، یادوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، اب یہ محفل تا دیر چلنی تھی۔ حریم اتنی دلچسپی سے دونوں بڑی بہنوں کی باتیں سن رہی تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کب خاموشی سے امّاں اسے گود سے اتار کر اٹھ گئیں۔ یہ باتیں سنتے ہوئے اسے نہ کھانسی کا دورہ پڑتا تھا، نہ سینے میں تکلیف کا احساس ہوتا۔ وہ ایسے ہمہ تن گوش ہو کر بہنوں کی باتیں سنتی جیسے وہ کسی اور دنیا کی باتیں کر رہی ہوں۔ اور اس کے لیے وہ کوئی اور ہی دنیا تھی۔ جہاں سے اس کی بہنیں آئی تھیں...... جہاں حسان رہا کرتا تھا...... وہ حسان جسے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، لیکن جس سے اس کی ہر بات جوڑی جاتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی کے مختصر سے چار سال جس خیمہ بستی میں گزارے تھے، اس سے بہت مختلف... بہت حسین دنیا... اتنی حسین...... اتنی حسین...... جیسے جنّت!

'ہاں مگر...... حسام عمّو کہتے تھے کہ حسان مجاہد نہیں ہے!'، ہالہ کو سب تفصیل یاد تھی۔ 'وہ کہتے تھے کہ حسان تو ابو دجانہؓ ہے...... جو سب کافروں سے لڑے گا اور ہماری زمین آزاد کرائے گا اور پھر ہم سب واپس دادا والے بڑے گھر میں جا کر رہیں گے...... حوا! کیا تم نے دادا والا گھر دیکھا ہے؟......'۔

'...... نہیں دیکھا تو نہیں...... یا اگر دیکھا ہے تو مجھے یاد نہیں کہ کیسا تھا......'، حوا نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

'امّاں......! کیا آپ نے دادا والا گھر دیکھا ہے......؟'، ہالہ نے اس بار امّاں سے رجوع کیا۔

'ہاں...... کیوں نہیں!...... ہم وہیں رہا کرتے تھے جنگ سے پہلے......'۔

'......وہ کیسا تھا؟......'، امّاں نے اپنا کام چھوڑ کر سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ حوا کا سنجیدہ و متین چہرہ، جس کی آنکھوں میں عموماً کوئی نہ کوئی فکر ہلکورے لیتی رہتی اور ہالہ کا تازہ گلاب کی طرح

کھِلا ہوا چہرہ، جس کی ستارہ آنکھیں بچپنے کی ہزاروں تمناؤں اور خواہشوں سے چمکتی رہتی تھیں...... اور ان دونوں کے ساتھ کمبل میں لپٹا ہوا حریم کا ننھا سا کمزور وجود...... بیماری اور تکلیف نے جس کے چہرے کی تمام تر شادابی نچوڑ دی تھی...... گہرے گہرے حلقوں میں دھنسی ہوئی سبز سرمئی سی آنکھیں...... جن میں ایک مستقل تکلیف اور خوف کا تاثر رچ بس گیا تھا...... مگر اس وقت یہ سب آنکھیں ایک سا اشتیاق لیے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں...... 'ہمارا گھر کیسا تھا...؟'۔

'......بہت اچھا...... بہت پیارا...... اور بہت بڑا سا گھر تھا دادا ابا کا......'۔

سورج نکلتے ہی وہ دونوں اپنی خیمہ بستی سے نکل کر حمودۃ کی جانب چل پڑیں۔ ہالہ نے کندھوں پر کسی قبا کی طرح وہ بڑی سی نارنجی بوری اوڑھ رکھی تھی، جسے وہ لکڑیاں جمع کرنے کی خاطر اپنے ساتھ لائی تھیں۔ بوری کے دو کونوں کے ساتھ انہوں نے کھینچنے کے لیے ڈوری باندھ لی تھی، یوں لکڑیاں گھسیٹ کر لانا آسان ہو جاتا۔ وہ ابھی پوری طرح بستی کی حدود سے نکلی بھی نہ تھیں، کہ اپنی پشت پر چمکتے سورج کی تپش نے انہیں اپنے چھوٹے چھوٹے دوپٹے ڈھیلے کرنے اور وہ ہلکے ہلکے سویٹر جو وہ گھر سے پہن کر نکلی تھیں، اتار کر کمر سے باندھنے پر مجبور کر دیا۔

'حوا...... اتنی گرمی ہے! اور پھر بھی ہم لکڑیاں ڈھونڈنے جا رہے ہیں...... میرا دل چاہتا ہے دن کی یہ ساری گرمی کسی بوتل میں جمع کر لوں، اور رات کو جب ٹھنڈ لگے تو بوتل سے نکال کر اپنے اوپر مَل لیا کروں...... پھر لکڑیاں جلانے کی ضرورت ہی نہ رہے گی......'، ہالہ اپنی گردن پر آیا پسینہ ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے بولی۔

'مجھے مت بتاؤ کہ تمہارا کیا دل چاہتا ہے...... تمہارا دل تو ہر وقت کچھ نہ کچھ چاہتا رہتا ہے...... تیز چلو......! ابھی وہاں پہنچ کر لکڑیاں جمع کرنی ہیں اور پھر جلدی واپس بھی آنا ہے'، حوا جواباً خفگی سے بولی۔ اس نے اپنی رفتار بھی بڑھا دی۔ نکلنے سے پہلے اماں نے اسے دوبارہ جلدی واپس آنے کی تاکید کی تھی۔ یوں تو اب دن کافی لمبے ہو گئے تھے اور بستی کے آس پاس مغرب تک، بلکہ اس کے بعد بھی کافی دیر تک لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا، مگر حوا جانتی تھی کہ جتنی دیر وہ اور ہالہ بستی سے باہر رہتے، اماں کا دل انہی میں اٹکا رہتا۔

پہلے تو اماں ہی لکڑیاں اکٹھی کر کے لایا کرتی تھیں، مگر پھر جب حسّان بیمار ہو گیا، اور اماں کو اس کو ان کے پاس خیمے میں چھوڑ کر جانا پڑ تا...... اور اگر کبھی ان کی غیر موجودگی میں حسّان کو کھانسی کا دورہ پڑ جاتا تو...... اس نے جلدی سے سر جھٹکا۔ وہ یہ باتیں بھول جانا چاہتی تھی مگر بھولنا اتنا آسان کب ہوتا ہے۔ وہ تو رات میں بھی حریم کی کھانسی کی آواز سن کر اٹھ جایا کرتی تھی، ہر لمحہ وہ اسی خوف میں مبتلا رہتی تھی کہ کہیں حریم کی کھانسی بگڑ نہ جائے...... جیسے حسّان کی بگڑ جاتی

تھی۔ یہاں تک کہ وہ کھانستے کھانستے بے دم سا ہو جاتا، اور پھر اس کے حلق سے کھانسی کے ساتھ خون آنے لگتا...... اس نے گھبرا کر اپنی آنکھیں زور سے بند کیں اور پھر کھولیں۔ ہالہ اسی طرح مست مگن سی اس کے ساتھ چل رہی تھی، اس کی سوچوں اور فکروں سے بے خبر......

'......حوا!...... تمہیں پتہ ہے میں کیا سوچ رہی ہوں؟'، اس نے اس کے جواب کا انتظار نہیں کیا، وہ کرتی بھی نہ تھی، اسے حوا کو اپنے خیالات میں شریک کرنے کی اتنی جلدی ہوتی تھی کہ رک کر یہ سوچنے کی زحمت کرنے کی فرصت ہی نہ ہوتی کہ حوا اس کے خیالات سننے میں دلچسپی رکھتی بھی ہے یا نہیں۔ '......میں جب بڑی ہو جاؤں گی تو ضرور دادا کے گھر واپس جاؤں گی...... ہو سکتا ہے نورۃ اور خیام عمّو اور حسام عمّو سب وہیں چلے گئے ہوں......'۔

'مجھے نہیں لگتا ہالہ...... اگر وہ وہاں جاتے تو ہمیں بھی لے جاتے...'، حوا نے حقیقت پسندی سے جواب دیا۔

وہ بستی کو شہر سے جوڑنے والی بڑی سڑک پر چڑھیں تو پیچھے سے آتی ایک سائیکل اپنی رفتار آہستہ کرتے ہوئے ان کے پاس آکر رک گئی۔ انہی کے برابر کی دو چوٹیوں والی ایک بچی سائیکل کے کیریئر پر بیٹھی تھی۔ 'حوا......! ہالہ......! تم دونوں کہاں جا رہی ہو......؟'، آیۃ نے انتہائی خوشی کے عالم میں ہاتھ ہلا کر ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے پوچھا۔ وہ اور اس کے بابا شاید شہر کی طرف جا رہے تھے۔

آیۃ کے بابا انہیں حمودۃ کے قریب چھوڑنا چاہتے تھے، مگر مسئلہ یہ تھا کہ ایک سائیکل پر وہ اتنے سارے افراد نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ حوا اور ہالہ نے خوشدلی سے ان کی یہ پیشکش سنی اور رد کی۔ وہ خود بآسانی چلی جائیں گی۔ انہیں یوں بھی پیدل بھاگنے میں زیادہ مزہ آتا تھا۔ چند منٹ بعد آیۃ اور اس کے بابا اپنے راستے پر جا رہے تھے، مگر جانے سے پہلے آیۃ یہ یاددہانی کرانا نہ بھولی کہ آج ایڈ والے لوگوں نے آنا تھا، سو وہ دونوں بہنیں بھی جلد از جلد واپس بستی میں پہنچنے کی کوشش کریں۔

قطیعۃ الحمودۃ پہنچ کر وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر لکڑیاں چننے میں مصروف ہو گئیں۔ اگرچہ یہاں ایسے درختوں کی بہتات تھی جن کی پتلی پتلی خشک شاخیں جلانے کے لیے اچھی لکڑی فراہم کر سکتی تھیں۔ مگر یہ سب شاخیں یا تو ان کی پہنچ سے باہر تھیں یا ان کی قوت سے۔ درختوں سے یہ پتلی پتلی شاخیں توڑنے کے لیے بھی کم از کم ایک مناسب آری اور طاقتور بازو درکار تھے۔ ان کے بس میں اگر کچھ تھا تو زمین پر پڑی خشک ٹہنیاں اور جھاڑ پھونس تھی۔ اور اس وقت وہ دونوں گھوم پھر کر وہی اکٹھی کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ یا زمین سے اگنے والی وہ کانٹے دار جھاڑی جسے وہ اکھاڑ کر چند دن خشک ہونے کے لیے اپنے خیمے کے باہر پھیلا دیتی تھیں۔ خشک ہونے کے بعد یہ بُوٹی بہت اچھا ایندھن ثابت ہوتی تھی۔

چند گھنٹوں کی محنتِ شاقہ کے بعد وہ اتنی ٹہنیاں جمع کر چکی تھیں کہ جس سے چند دن بخاری جلتی رہتی۔ ابھی وقت تھا اور وہ مزید بھی اکٹھی کر سکتی تھیں، مگر اب تک تو یقیناً بستی میں ایڈ والے لوگ پہنچ چکے ہوں گے۔ ہالہ کی آنکھوں میں مچلتا عجلت کا پیغام وہ بخوبی پڑھ سکتی تھی۔ اور دل تو اس کا بھی اسی جانب کھنچ رہا تھا۔

’حوا...... اگر یہ لکڑی کم پڑ گئی تو عید سے پہلے ضرور دوبارہ یہاں آ کر اکٹھی کر لیں گے......‘، ہالہ نے اسے یقین دلایا۔

انہوں نے بوری کو ایک گٹھڑی کی صورت باندھا اور اس کے دوسروں سے بندھی رسّی کی مدد سے اسے گھسیٹنے لگیں۔ یہ لکڑیاں جمع کرنے کا مشکل ترین مرحلہ ہوتا تھا۔ سارا دن بھاگ دوڑ کر کے لکڑیاں اکٹھی کرنا اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا آخر میں جمع شدہ لکڑیوں کے ڈھیر کو گھسیٹ کر منزلِ مقصود تک پہنچانا۔ بعض اوقات بوری رگڑ کھا کر یا زمین پر کسی نوکیلی چیز کے ساتھ اٹک کر پھٹ جاتی تو اندر موجود بہت سی ٹہنیاں اور جھاڑ پھونس راستے میں ہی نکل نکل کر بکھرنے لگتیں۔ یہ کام توجہ اور احتیاط کے ساتھ ساتھ مہارت طلب بھی تھا۔

وہ بوری گھسیٹتے ہوئے آہستہ آہستہ پہاڑ سے نیچے اترنے لگیں، بڑی سڑک تک پہنچنے کا یہ راستہ اگرچہ سارا ہی ڈھلوان تھا، پھر بھی انہیں وہاں پہنچنے میں کم و بیش ایک گھنٹہ لگ گیا۔ ایک بار سڑک پر چڑھ جانے کے بعد ان کا کام کافی حد تک آسان ہو گیا تھا۔ کیونکہ سڑک پر مستقل کانٹوں اور نوکیلی چیزوں سے بچ بچا کر چلنے کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ سیدھی سخت سڑک پر پہنچ کر دونوں ہی کے پاؤں کو بھی قدرے آرام ملا۔ بالخصوص ہالہ کے، جس کی ربڑ کی چپلیں ہمیشہ ہی اس کے پنجوں اور ایڑیوں تلے سے گِھس جاتیں اور اکثر محض اس کے تلوے کے نیچے ہی برائے نام چپل کا ٹکڑا بچتا تھا۔ آج بھی اس کے پاؤں میں جگہ جگہ خراشیں پڑ گئی تھیں، مگر اس وقت اسے ان کی پروا نہ تھی۔ اسے کوئی پروا تھی تو ان ایڈ والے لوگوں کی، جو اب تک تو یقیناً بستی کے لوگوں میں عید کا سامان تقسیم کر رہے ہوں گے۔

ہالہ کے ذہن میں پوری فہرست تیار تھی، اسے عید کے لیے کیا کچھ چاہیے تھا۔ حریم کے لیے کپڑے، اماں کے لیے کوئی چادر، گرم چادر ہو تو کیا ہی اچھا ہو، اپنے اور حوا کے لیے رنگا رنگ پونیاں، پنیں اور چوڑیاں، اور ڈھیر سارے کھلونے...... اور خیمے میں جلانے کے لیے تھوڑی سی لکڑی، اور شاید حریم کو ٹھیک کرنے والی کوئی دوا بھی ان کے پاس ہوتی، یا ہو سکتا ہے ان کے پاس کوئی دوسرا خیمہ ہو جو وہ انہیں دے سکیں، جیسے پہلے ایک دفعہ جب وہ اپنا حلب والا گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے تب اسی طرح بابا کسی خیراتی تنظیم کی جانب سے تقسیم ہونے والے خیموں میں سے ایک خیمہ لے کر آئے تھے، اور پھر وہی ان کا گھر بن گیا۔

وہ بستی سے چند منٹ کے فاصلے پر تھیں جب فضا میں انہیں ایک غیر معمولی شور کا احساس ہوا۔ وہ دونوں چلتے چلتے رک گئیں اور کسی پرانی عادت کی طرح سر اٹھا کر آسمان پر کچھ تلاشنے لگیں۔

انہیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ ذرا ہی دیر میں وہ ننھے ننھے کالے نقطے جن کے انجنوں کی گڑگڑاہٹ ان کے آنے سے پہلے ان کی آمد کا اعلان کر رہی تھی، نمایاں ہوتے ہوتے بڑے بڑے جنگی طیاروں میں تبدیل ہو گئے۔ حوا اور ہالہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، دونوں کے چہرے سپید پڑ گئے تھے۔ ان کے دل جس خوف اور اندیشے سے سہمے جا رہے تھے، اس کا عکس وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ سکتی تھیں۔

’ہالہ!...... امریکی طیارے ہیں...... جلدی کرو، جلدی سے خیمے میں پہنچیں......‘، حوا نے سنگینی کا احساس کرتے ہوئے اپنے آپ پر قابو پایا اور تیزی سے بوری گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھی۔ اس کی دیکھا دیکھی ہالہ بھی پوری قوت سے بوری کھینچنے لگی۔

اپنے خیمے تک پہنچنے سے پہلے یہ مختصر سا فاصلہ انہوں نے برق رفتاری سے طے کیا تھا۔ وہ جتنا زور لگا سکتی تھیں، لگاتے ہوئے وہ تیزی سے بوری گھسیٹتے ہوئے اپنے خیمے کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ جلدی میں ایک طرف سے بوری پھٹ گئی تھی اور اس میں سے ننھی ننھی ٹہنیاں نکل رہی تھیں، مگر انہیں پروا نہیں تھی۔ پروا تھی تو اپنے پیچھے آتے ان چار جنگی طیاروں کی جو تیزی سے ان کے سر پر پہنچ گئے تھے۔

خیمہ ابھی دور تھا، کم از کم بھی آدھا کلومیٹر مزید...... حوا اور ہالہ اپنی پوری قوت صرف کر رہی تھیں۔ وہ بھاگتے بھاگتے بار بار سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتیں جس پر موجود وہ کالی کالی بلائیں اب بہت قریب آ گئی تھیں۔ شاید وہ گزر جائیں...... ان کی بستی کو چھوڑ کر کہیں اور چلی جائیں، یہ وہ دعا تھی جو الفاظ کا لبادہ اوڑھے بغیر دل سے نکل کر سیدھی عرشِ الٰہی پر دستک دے رہی تھی۔

دھماکے کی آواز سے یکایک زمین کانپ اٹھی تھی، یہ پہلا میزائل تھا جو آ کر لگا۔ ہالہ لڑکھڑائی اور گر پڑی، حوا نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھنے میں مدد کرائی۔ انہیں جلد از جلد اپنے خیمے تک پہنچنا تھا، حریم کے پاس...... اماں کے پاس۔

’حوا...... خیمہ ابھی بہت دور ہے...‘، ہالہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے بولی۔ اس کی آنکھیں خوف و ہراس اور پریشانی سے پھیل گئی تھیں، چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔

حوا نے پریشانی اور بے قراری سے چاروں طرف دیکھا۔ ذرا سے فاصلے پر ایک درخت تھا۔ ایک دبلا پتلا کمزور شاخوں والا درخت...... اس نے تیزی سے اپنا ذہن بنایا، ’ہالہ......! یہ بوری اس درخت کے ساتھ رکھ دیتے ہیں...... جلدی کرو...!‘۔

جتنی دیر میں انہوں نے اپنی بوری درخت کے ناتواں تنے کے ساتھ باندھنے کے بعد اپنے خیمے کی طرف دوڑ لگائی، بمبار طیارے دو مزید بم گرا چکے تھے۔ وہ خیمے کے سامنے پہنچیں تو دور ہی سے خیمے کا پلّا اٹھائے، بے چینی سے ان کی راہ تکتی اماں نظر آئیں۔ انہیں دیکھ کر اماں باہر نکل

آئیں، وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر انہیں اور تیز دوڑنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ حریم ان کے کپڑوں کا دامن پکڑے ان کی ٹانگ کے ساتھ چمٹی کھڑی تھی۔

اپنے سروں کے اوپر انہیں ایک ہلکی سی ’ٹک‘ کی آواز آئی۔ تجربے سے وہ جانتی تھیں کہ یہ میزائل چلنے کی آواز تھی۔ یہ میزائل کہاں آکر لگنا تھا، چند لمحوں میں یہ معلوم ہونے والا تھا۔ لحظے دو لحظے کو حوا رک گئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ ’حوا...... جلدی کرو!‘، ہالہ اس سے چند قدم آگے تھی، اور پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بدقت اسے آواز دے رہی تھی۔ ’......بوم......!!!!!‘۔

میزائل کہیں قریب آکر لگا تھا۔ دھواں......بارود......جلنے کی تیز بدبو ان کے نتھنوں سے آکر ٹکرائی۔ فضا میں دھول اور دھواں پھیل گیا تھا جس کے پار کچھ بھی دیکھنا محال تھا۔

’......حوا......!‘، حوا کو ہالہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسے اماں اور حریم کے پکارنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ نجانے کیوں وہ رک گئی تھی، وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اب دھماکہ کہاں ہوا ہے، میزائل کہاں آکر لگا ہے۔ ذرا دھول چھٹی تو اسے اپنے پیچھے کچھ فاصلے پر ہوا میں کچھ نارنجی سے رنگ کی چمک دکھائی دی۔ جیسے ہوا میں کچھ اڑ رہا ہو۔

’......حوا! جلدی کرو......! ادھر آؤ، ہماری طرف......‘، ہالہ چیخ رہی تھی، وہ اماں اور حریم تک پہنچ گئی تھی۔

وہ کیوں رک گئی تھی، اسے خود بھی سمجھ نہ آرہی تھی۔ اس کے سر کے اوپر موجود وہ کالی کالی امریکی بلائیں، جو کسی بھی وقت اسے بھی اسی طرح بھسم کر سکتی تھیں جیسے انہوں نے اس سے پہلے بہت سوں کو کیا، جیسے اس کے بابا کے ٹکڑے اڑائے...... جیسے اس کے خیام عمّو اور حسام عمّو کو جلا ڈالا...... مگر اس وقت اسے ان باتوں کی فکر نہ تھی۔ فکر تھی تو اس نارنجی سی لپک کی......وہ کیا تھی؟

گرد بیٹھنے لگی تھی۔ غبار چھٹا تو اس نے دیکھا۔ وہ ناتواں سا درخت جس کے ساتھ انہوں نے اپنی لکڑیوں کی بوری باندھی تھی، کسی ماچس کی تیلی کی طرح جل رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ان کا تمام تر جمع شدہ ایندھن بھی۔ وہ ساری قیمتی لکڑی جو ان کے خیمے کو گرم رکھنے کے کام آنا تھی......جو حریم کو گرمائش و حرارت دینے کا کام آنا تھی۔

انتہا درجے کی پریشانی کی ایک لہر تھی جو اس کے دل سے اٹھی۔ اور اس لہر کے بعد جو دوسرا جذبہ اس نے محسوس کیا وہ غیض و غضب تھا۔ شدید غصہ کی لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے مفلوج ہو گئی تھی۔ اس نے قہر بھری نظریں اٹھا کر اپنے سر پر منڈلاتے بمبار طیاروں کی طرف دیکھا، اور تیزی سے باقی کا ایندھن بچانے کے لیے جلتے ہوئے درخت کی طرف بھاگی۔

اسے اپنے پیچھے اپنی اماں اور بہنوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ مگر وہ جانتی تھی کہ یہ ایندھن بچانا ضروری ہے۔ حریم کو گرم رکھنا ضروری تھا۔ اس کی کھانسی اسے تب ہی زیادہ پریشان کرتی تھی جب اسے ٹھنڈ لگتی۔ اور وہ جانتی تھی کہ کھانسی کتنی بے رحم ہو سکتی ہے۔ کیا اس نے حسان کو نہیں دیکھا تھا، یہ ذرا سی کھانسی ہی تو تھی جو حسان کو ان سے چھین کر لے گئی۔ وہ گویا اڑتی ہوئی درخت تک پہنچی۔ آگ کی حدّت اس قدر تھی کہ کئی قدم کے فاصلے سے بھی اسے اپنی جلد جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ تیز کالا دھواں اس کی آنکھوں، ناک اور منہ کے ذریعے اس کے پھیپھڑوں میں اتر رہا تھا، اسے اندر سے جلا رہا تھا۔ مگر اسے پروا نہیں تھی۔ پروا تھی تو اس نارنجی بوری کی، جس کے اندر جمع ایندھن اسے بچانا تھا، ہر قیمت پر......اسی حالت میں دوڑتے ہوئے ایک شدید چیخ جیسی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی...... وہ دھماکے کی تیز دہلا دینے والی آواز تھی، جس کے بعد اس نے مزید کچھ نہ سنا۔ دنیا اندھیرے میں ڈوب گئی تھی......

......اس کے ہر طرف اندھیرا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ اس کو اپنے جسم میں کہیں درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود ایک بہت گہرا سا احساس تھا درد کا۔ جیسے وہ یہیں کہیں چھپ کر بیٹھا تھا، اور منتظر تھا کہ وہ کوئی غلط حرکت کرے...... کوئی تیز جنبش، کسی عضو کی ایسی حرکت جو نہیں کرنی چاہیے......اور وہ گھات میں بیٹھا درد چنگھاڑتا ہوا نکل آئے اور اسے اپنی لپیٹ میں لے لے۔ ہر چیز بہت روشن، بہت اجلی اجلی محسوس ہو رہی تھی۔ شاید اس کے ارد گرد روشنیاں بہت تیز تھیں۔ اس نے محض آنکھیں گھما کر ادھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کی کہ گردن کو جنبش دینے کا حوصلہ نہیں تھا۔ اس کے جسم کے نیچے ایک بستر تھا۔ سفید چادر میں لپٹا گدّا......اس کی ٹانگوں پر شاید کوئی کمبل بھی تھا۔ اگرچہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی، لیکن ایک نرم گرم حرارت کا احساس اسے اپنے نچلے دھڑ پر محسوس ہو رہا تھا۔ ”حوّا!......“، کسی مہربان آواز پر اس نے آہستہ سے گردن موڑی۔ وہ نرس کے سفید یونیفارم میں ملبوس کوئی عورت تھی۔ سر پر رکھی ٹوپی پر بنا سرخ کراس......وہی اس کا تعارف تھا۔

”......حوا! تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟......تم بہت دنوں بعد جاگی ہو۔ تمہیں معلوم ہے تم کتنے دنوں سے آرام کر رہی ہو، اب اٹھ جاؤ، دیکھو...... عید آگئی ہے...... عید مبارک!“، وہ عورت اپنائیت سے مسکراتے ہوئے اسے کہہ رہی تھی۔

”عید......؟“، حوّا کی آنکھوں میں فہم کی چمک ابھری، عید سے اسے کچھ یاد آیا تھا۔ عید آنے والی تھی، اور عید کے لیے اسے بہت کچھ چاہیے تھا۔ حریم کے لیے اچھے کپڑے، ہالہ نے چوڑیاں اور پنیں لینا تھیں، جنگ سے متاثر لوگوں کی مدد کے لیے ’ایڈ‘ آنا تھی۔ اور اس ایڈ میں سے انہوں نے حریم کے لیے دوا بھی لینی تھی، اور اپنے خیمے میں جلانے کے لیے لکڑی، اور اماں کے لیے ایک چادر......”عید آگئی ہے؟؟......“، اس نے بدقت چند الفاظ جوڑے۔

عید میں اس کی دلچسپی دیکھ کر وہ عورت مسکرائی،'' ہاں......تم بتاؤ! تمہیں عیدی میں کیا چاہیے؟''۔

''عید آ گئی ہے......!''، حوّا کو کچھ غلط ہونے کا بالآخر احساس ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن کا تاثر صاف واضح تھا۔''......تو کیا......ایڈ والے لوگ نہیں آئے؟......چیزیں لے کر؟؟''۔

''... تمہیں کیا چیز چاہیے پیاری گڑیا؟......تم مجھے بتاؤ گی؟......میں تمہاری دوست ہوں......''، اس عورت نے پیار سے اس کے بال سہلائے۔ اور یکایک......بالکل اچانک......حوّا سمجھ گئی تھی، کیا تھا جو ٹھیک نہیں تھا۔

''حریم...اماں اور ہالہ کہاں ہیں؟......''، ہلکی سی آواز میں کیے گئے اس سوال کے جواب میں اس مہربان نرس نے ایک بار پھر پیار سے اس کے بال سہلائے، اس کی مسکراہٹ چہرے سے مزید چپک سی گئی تھی، ''......وہ بالکل ٹھیک ہیں، اور تمہارا انتظار کر رہی ہیں کہ تم کب اٹھو گی......''، اس نے اسے یقین دلایا۔

''حریم......حریم بھی ٹھیک ہے؟''، حوّا نے بے یقین لہجے میں پوچھا۔

''بالکل......اور جیسے ہی تم ٹھیک ہو جاؤ گی تو میں تمہیں ان کے پاس لے جاؤں گی، تاکہ تم خود دیکھ لو کہ وہ سب عید منا رہے ہیں اور بہت خوش ہیں......''، وہ رکی، شاید اس کے بولنے کا، کچھ کہنے کا انتظار کر رہی تھی۔ مگر حوا نے اور کچھ نہیں کہنا تھا۔ اس کے پاس اور کچھ کہنے کے لیے تھا ہی نہیں۔

''......تم نے بتایا نہیں کہ عیدی میں کیا لو گی......؟''، خاموشی کے مختصر سے وقفے کے بعد وہ عورت دوبارہ پوچھ رہی تھی۔ شاید وہ اس سے باتیں کرتے رہنا چاہتی تھی۔ مگر اس سوال پر حوّا ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی۔

''......کیا تمہیں گڑیا پسند ہے؟......یا کوئی کتاب؟......یا کھانے کی کوئی چیز؟ چاکلیٹ؟......''، وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

''نہیں......بس صرف ایک چیز چاہیے......''، حوّا قدرے جھجکتے ہوئے بولی۔

''......ہاں ہاں بولو......وہ کیا چیز ہے؟''، وہ حوصلہ افزا نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''رِبن......سرخ رِبن......''، حوّا نے شرماتے ہوئے فرمائش کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بہت نرمی سے اسے سہارا دے کر اٹھا رہی تھی۔ حوّا کی گود میں وہ خوبصورت ریشمیں اور گلاب کی طرح سرخ رِبن رکھا تھا جو وہ اس کے لیے لائی تھی، وہ اتنا نرم تھا جیسے کسی پھول کی پنکھڑی ہو، وہ اپنے ہاتھ اس پر پھیر کر اس کی خوبصورتی محسوس کر رہی تھی، اور رِبن بار بار اس کے ہاتھ کی سخت اور کھردری جلد سے الجھنے لگتا۔''......ابھی میں تمہارے بال سلجھا کر ان میں یہ رِبن لگاؤں گی تو دیکھنا تم کتنی پیاری لگو گی......بالکل ننھی سی شہزادی......''۔

''......میں یہ بالوں میں نہیں لگاؤں گی......''، حوّا اچانک بولی۔

''......نہیں؟......کیوں؟؟''، نرس اس اچانک فیصلے پر حیران ہوئی تھی۔

''......یہ میرے ماتھے پر باندھ دیں......''، اس نے رِبن اٹھا کر نرس کی طرف بڑھایا۔ اگر اس فرمائش پر نرس حیران ہوئی تھی تو بھی اس نے اپنی حیرت ظاہر نہیں ہونے دی۔ اس کے ہاتھ سے رِبن لے کر اس کی پیشانی پر باندھ دیا۔ اس کے گہرے بھورے بال رِبن کے دونوں طرف سے نکل کر اس کے کندھوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے بال سلجھانے کا ارادہ مؤخر کرتے ہوئے وہ اس کے سامنے آ بیٹھی، نجانے کیوں اسے لگا کہ یہ ننھی سی بچی اتنی ننھی نہیں رہی جتنا وہ اسے سمجھ رہی ہے۔

''...حوا......؟''۔

''......میں حوا نہیں ہوں!...میں حسّان ہوں...!......میں ابو دجانہؓ ہوں......!''۔

☆☆☆☆☆

ہمیں یقین ہے کہ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے!

''جہاد کا راستہ دراصل تکالیف اور کانٹوں پہ سفر کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی بقدرِ قربانی ہوتی ہے کہ جتنی ایک بندے کی قربانی ہو اتنی اللہ کی مہربانی بھی ہوتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمیشہ فتح حق کی ہوتی ہے، باطل اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی واقعہ ایسا ہوتا ہے جو محیر العقول ہو اور اللہ کی مدد و نصرت کی واضح نشاندہی کرتا ہو۔ مجاہدین کا مسلسل دشمن کے خلاف ہمت و استقامت کے ساتھ دفاع کرنا، ان کے توپ، جیٹ بمبار جہازوں اور ہیوی گنوں سے مقابلہ کرنا یہ سب سے بڑی دلیل ہے اللہ کی فتح و نصرت کی!''

مولانا مفتی ولی الرحمٰن محسود شہید رحمۃ اللہ علیہ

جرمِ ضعیفی

اشعار: احسن عزیز شہیدؒ

سن!

سن کہ بے چارگی جرم ہے

جرم___ جس کی سزا موت ہے!

موت___ جو ہے جزا ایسی ہر قوم کی!

جس نے گھوڑوں کی باگوں کو گُم کر دیا

جس کی سَطوت کو راگوں نے گم کر دیا

جس کے پیروں، جوانوں کا

تیروں، کمانوں سے

کوئی، کہیں واسطہ نہ ملے

تُف ہے اس زندگی پر

جو بے جان ہو

بے ضمیری کا، درماندگی کا جو عنوان ہو!

تُف ہے اُس موت پر

بے بسی کے لباسوں میں آتی ہے جو!

جس کا پرچار کرتے ہیں شام وسحر

موت سے یہ فراری___ یہ اہلِ بَطَن

یہ مداری کہیں کے___ یہ ملّت شکن

جن کی آنکھوں میں غیرت کے شعلے نہیں

خون جن کا کسی طور کھولے نہیں!

بستیاں اہلِ توحید کی

کفر کے ہاتھ گروی رہیں___

پھر بھی ہم سے کہیں

’خامشی امنِ عالم کا عنوان ہے!‘

امنِ مطلق___ ہماری یہ پہچان ہے!

کوئی سوچے ذرا

کس قدر بے وزن ان کا ایمان ہے!

سن!

سن کہ بے چارگی جرم ہے

جرم___ جس کی سزا موت ہے!

موت___ جو ہے قضا ایسی ہر قوم کی!

جس کے سر

اپنی تاریخ وجغرافیہ

بھول جانے کا الزام ہو!

جس کی رسوائی جگ میں سرِ عام ہو

کاشغر، اندلس اور بخارا

کے قصّوں سے سیکھے نہ جو!

تُف جوانی پہ اس

جس کا ایک ایک پل

’برگر‘ و ’ماؤنٹین ڈیو‘ کی خاطر کٹے

موت جس کے لیے دال بن کر بٹے

تُف جوانی پہ اُس

جس کے ہوتے ہوئے

دستِ کفار میں جلتا قرآن ہو

جس سے شاکی مقدّس وہ اِک شان ہو!

سیکولرازم اور جاہلیت

جدید و قدیم

’’آج ہم میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں، جو مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وہ اخلاقی نیز معاشی اور معاملات کے میدان میں شریعت کی پابندی نہیں کرتے۔ اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس دنیا کی مشہور ترین یونیورسٹیوں کی ڈگریاں ہیں، یہ لوگ نہایت ہی تعجب سے پوچھتے ہیں اسلام کو ہمارے ذاتی اور انفرادی معاملات سے کیا تعلق ہے۔ اسلام کو اس بات سے کیا تعلق ہے کہ کوئی ساحلوں پر ننگا پھرتا ہے یا باپردہ۔ اسلام کو اس سے کیا تعلق ہے کہ کوئی عورت گلیوں میں پھرتے ہوئے کیسا لباس زیب تن کرتی ہے۔ پھر اسلام کو اس سے کیا واسطہ کہ کوئی اپنی جنسی قوت کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی اپنا مزاج درست کرنے کے لیے شراب پیتا ہے تو اسلام کو کیا تکلیف ہے، پھر اس جدید دور کے تقاضے ہیں اور کچھ لوگ ان تقاضوں کو پورا کرتے ہیں تو اسلام کو کیا تکلیف ہے؟ یہ سوالات اور قومِ شعیب (علیہ السلام) کے اس سوال میں فرق کیا ہے؟ ’کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے ان تمام معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے آباء کرتے چلے آئے ہیں۔‘ پھر وہ دوسرا سوال بڑی شدت اور استکبار سے کرتے ہیں کہ اسلام اقتصادی تعلقات میں دخل دے یا ہمارے لیے اقتصادی اخلاقیات کا کوئی نظام وضع کرے، دین کا سودی لین دین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ دین کو اس سے کیا لگی کہ اگر کوئی مہارت اور دھوکے سے لوگوں سے مال جمع کرتا ہے تو وہ ایسا نہ کرے بشرطیکہ یہ چالاکی وعیاری انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کے دائرے کے اندر ہو، بلکہ یہ لوگ بڑی ڈھٹائی سے یہاں تک کہتے ہیں کہ جب کاروبار میں اخلاق دخل اندازی کرے تو کاروبار تباہ ہو جاتا ہے۔ قدیم جاہلیت کے علم بردار اہل مدین کی مذمت میں ہمیں بہت آگے نہیں بڑھنا چاہیے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دور جدید کی جاہلیت اس کے مقابلے میں کہیں آگے بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ جدید جاہلیت علم، ترقی اور تہذیب کی مدعی ہے اور یہ جاہلیت ان لوگوں کو رجعت پسندی اور جہالت، جمود اور تعصب کا الزام دیتی ہے جو لوگ یہ دعوت دیتے ہیں کہ ایمان، شخصی طرز عمل اور بازار کے مادی اور اقتصادی طرز عمل کو باہم مربوط کر دیا جائے۔ کوئی شخص اس وقت تک صحیح موحد نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے شخصی معاملات کو، اپنے اجتماعی معاملات کو اپنے عقیدے کے ساتھ منسلک نہ کرے، کیونکہ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مشرک ہے اور شرک اور توحید ایک دل میں کسی طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ یاد رہے کہ شرک کی کئی قسمیں اور کئی رنگ ہیں ایک رنگ اس کا وہ ہے جو آج کل رائج ہے اور ہم اس کے اندر زندگی بسر کر رہے ہیں اور اصل اور حقیقی شرک کی طرح اس پر بھی تمام مشرکین کا اتفاق ہے، جدید ہوں کہ قدیم۔ جس دور میں ہوں اور جس مقام پر ہوں۔‘‘ [فی ظلال القرآن]